Story of Nancomar and the impeachment of Sir E. Impey
by J. F. Stephen Vol. I

D8/1941 (Urdu)

سلسلۂ نصابیات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

داستان نندکمار
و
مواخذہ سر ایلیجا امپی

جلد اوّل

تصنیف

سر جیمس فٹز جیمس اسٹیفن (کے۔ سی۔ ایس۔ آئی)

ترجمہ

مولوی محمد حمید رضا صاحب مرحوم و مولوی سید ہاشمی صاحب فریدآبادی
و
مولوی محمد عبدالستار صاحب ایم۔ اے
(رکن سررشتۂ تالیف و ترجمہ)

سنہ ۱۳۵۹ھ م سنہ ۱۳۴۹ف م سنہ ۱۹۴۰ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرز میکملن اینڈ کمپنی کی اجازت سے جن کو
حق اشاعت حاصل ہے اردو میں ترجمہ کرکے
طبع اور شایع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

داستان نندکمار و مواخذہ سر الیجا امپی

جلد اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صلی اللہ علیٰ محمد و آل محمد

نندکمار اور امپی

جلدِ اوّل

باب اوّل

تمہید

انگلستان کے قانون تعزیری کی تاریخ لکھتے لکھتے مجھے یہ حیرت انگیز خیال آیا کہ ہمارے قریب قریب تمام تاریخی اہم واقعات اور تعزیری عدل گستری میں ایک نرالا ایک طریقے پر ربط پایا جاتا ہے اور تاریخ لکھنے میں فن قانون جاننے کی شدید ضرورت واقع ہوتی ہے۔ اسی باعث سے میں نے یہ کیا کہ جو بڑے بڑے فوجداری کے مقدمات تاریخ میں بکثرت مندرج ہیں اُن میں سے کچھ اہم مقدمات کو قانون داں کی نظر سے مطالعہ کرکے ان کا حال اس طرح پر لکھوں جس کا صحیح ہونا قانون داں بھی تسلیم کرلیں اور تاریخ کے طالب علموں کو بھی اس سے فائدہ ہو۔ کچھ پس وپیش کے بعد میں نے فیصلہ کرلیا کہ وارن ہیسٹنگز کے الزام کا حال تحریر کروں کیونکہ یہ مقدمہ چند وجوہ سے زیادہ توجہ کے قابل ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ اس میں نہایت دلچسپ مطالب ہیں بلکہ اس سبب سے بھی کہ اس پر

جتنی توجہ مبذول ہونا چاہیے تھی اتنی کبھی نہیں ہوئی اور جو تھوڑی سی فرصت مجھ کو عدالتی فرائض سے ملی اُس کا بڑا حصہ میں نے اس مقدمے کے مطالعے میں صرف کر دیا ۔ مواد کی کثرت اور مقدمے کی پیچیدگی کو دیکھ کر مجھے یہ خوف دامنگیر ہوا کہ آیا میں اس کو ایک مناسب مدت میں ختم بھی کر سکوں گا یا نہیں اور اگر ختم بھی کر لیا تو آیا لوگوں کو میری تحریر کے پڑھنے کی پروا بھی ہو گی کہ نہیں ۔ لہٰذا میں نے یہ قصد کیا کہ اس مقدمے کی ایک شاخ یعنی (نند کمار) کا قصہ تجریۃً لکھوں کہ یہ مضمون طویل الذیل نہیں ہے اور اس کی قرار واقعی تحقیقات بھی نہیں ہوئی ہے اور مواد بھی پورے بیان کے لیے وزارت ہند اور دار النواور برطانی میں موجود ہے ۔ اس چھوٹے مضمون سے جس درجہ دلچسپی ہو گی اُس سے معلوم ہو جائے گا کہ اُس پورے مقدمے سے جس کا یہ ایک جزو ہے کس درجہ دلچسپی ہونے والی ہے ۔

جیمس مل[1] کہتا ہے کہ جیسا بدنما دھبہ ہیسٹنگز کے نام پر نند کمار کے افسوسناک قصے سے لگا اس کی تمام حکومت کے دور میں کسی معاملے سے نہ لگا ہوگا اور ایسا ہی مقولہ ولیم ولبر فورس کا ہے ۔ نند کمار کے قصے میں جس نے سب سے بڑا کرتب دکھایا سر ایلیجا امپی ہے ۔ اور آدمی کی طبیعت کا مقتضا ہے کہ ایک جج[2] جو ہندوستان میں کونسل کا رکن بھی رہ چکا ہو بنگالے کی عدالت عظمیٰ کے اُس میر مجلس[3] کے قصے سے دلچسپی رکھے جس پر الزام لگا تھا کہ خود قاضی ہو کر قتل عمد کا مرتکب ہوا اور یہ اس غرض سے کہ بنگالے کے اول گورنر جنرل کے لیے سپر بن کر کونسل کے باقی ارکان پر اُس کی رشوت ستانی کھلنے نہ دے ۔

اس بارے میں میرے اوپر ایک اور بھی ذاتی امر کا اثر پڑا ہے ۔ ابھی جو آج کل انگلستان میں زبان زد خلائق ہے اس سبب سے کہ لارڈ مکالے نے اپنے مقالے میں جو وارن ہیسٹنگز کے حال میں لکھا ہے اُس پر سخت حملہ کیا اور کلنگ کا ٹیکا لگایا کہ وہ بدترین خلائق سے تھا جب سے کہ جفریس نے قید خانے میں شراب پی پی کے اپنے تئیں

[1] جلد سوم صفحہ ۴۴۹

[2] یعنی مصنف ۔ مترجم

[3] یعنی امپی ۔ مترجم

ہلاک کیا تھا کسی انگریز نے اپنے عہدے کو ایسا ذلیل نہیں کیا جیسا کہ امپی نے ۔امپی نے حاکم عدالت کی حیثیت سے اپنے مطلب کے لیے ایک شخص کو ناحق قتل کیا ۔ وقت آگیا تھا کہ جس عبا کو اس نے یوں نجس کیا تھا وہ اس کے شانے سے اتار لی جاتی "۔
ان ہولناک الزامات کو میں سارے مقدمے پر پوری طرح غور کر کے علی الخصوص اس طویل شہادت پر جو مجھے معلوم ہوتی ہے کہ مکالے کی نظر سے کبھی نہ گزری ہوگی بالکل ناحق سمجھتا ہوں ۔خود مکالمے سے مجھ کو محبتانہ نیاز تھا اور یہ میرا اور میرے باپ اور دادا کا بھی دوست تھا اور ایسے لوگوں کے نہ بھلا دینے کے حکم کے سوا چند ہی ایسے احکام ہوں گے جن کی پابندی کی طرف میں زیادہ مائل ہوں ۔علاوہ بریں اس کے عہدے پر بھی میں مامور رہا ہوں اور جس شان سے اس نے ہندوستان کی خدمتگزاری کی اس کی قدر دانی اکثر لوگوں سے زیادہ میں کر سکتا ہوں ۔ ان امور کے لحاظ سے مجھ کو فکر ہے کہ اگر ممکن ہو تو میں اس نقصان کی تلافی کروں جو اس سے ہوا تو ہے مگر نادانستہ، اس لیے کہ اس شخص سے زیادہ کوئی آدمی رحم دل نہ تھا بلکہ سبب یہ ہوا کہ امپی سے جو قدیم عداوت وہگ فریق کو تھی اس کو اس نے بلا وجہ موجہ اختیار کر لیا اور ایک باعث یہ بھی ہوا کہ اپنی تحریر کے حیرت انگیز زور میں اس کو اپنی عبارت کا وہ اثر دکھائی نہ دیا جو بعد کو پیدا ہوا یا اسے خود اپنی قوت معلوم نہ تھی اور وہ واقف نہ تھا کہ چند فقرے جو بیساختہ اس کے قلم سے نکلے وہ ایک شخص پر ایسا بدنامی کا داغ لگائیں گے۔

اس کتاب کا اصل مضمون نندکمار کا قصہ ہے جس کی میں نے بغور تحقیق کر لی ہے۔ اس کے علاوہ امپی پر جو الزامات ہیں انھیں میں نے کسی قدر کم تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگرچہ یہ الزامات ویسے دلچسپ نہیں ہیں جیسا کہ نندکمار سے متعلقہ الزام ہے۔تاہم ان کی تاریخی اہمیت بڑھی ہوئی ہے اس لیے کہ ان سے ہندوستان میں انگریزی آئین جاری ہونے کی تاریخ کا پہلا باب شروع ہوتا ہے اور جو مشکلیں ہندوستان میں سلطنت قائم کرنے میں پیش آئیں وہ بھی اس سے ظاہر ہوتی ہیں اور طبیعی طور سے یہی ہیسٹنگز کے الزام کے بیان کی تمہید ہیں۔

ذیل میں اُن بنیادی اور اہم مواد کی تفصیل درج کی جاتی ہے جن کا میں نے مطالعہ کیا ہے اور جن کی طرف میں اس کتاب میں اشارہ کروں گا۔

(۱) بنگال کانسل کنسلٹیشنس یعنی آرائے بنگالہ جو وزارت ہند میں محفوظ ہیں۔ یہ دفتر دنیا کے نہایت دلچسپ اور صحیح اور عجیب مجموعوں میں سے ہے۔ برسوں مسلسل معمول رہا کہ کونسل کے ہر ایک جلسے کی تمام کارروائی درج ہوتی تھی جس سے دریافت ہو جاتا تھا کہ ہر ایک امر زیر بحث میں کس کس رکن نے کیا رائے دی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ رائیں عین جلسے ہی میں لکھ لی جاتی تھیں اور جس نے جو رائے ظاہر کی تھی اُسی وقت اُس پر دستخط بھی کر دیتا تھا۔ یہ معلوم کرنا کہ اس کام کا انتظام کیونکر ہوا تھا ایسا دشوار ہے جیسا کہ اس امر کا دریافت کرنا کہ سر چارلس گرانڈیشن کے ناٹک میں جو اداکار ہیں اُنھیں آپس میں اس قدر خطوط لکھنے کی جن سے یہ کتاب مملو ہے فرصت کیونکر ملی۔ بہرحال کسی نہ کسی طریقے سے یہ کام انجام پاتا تھا اور نتیجہ یہ ہے کہ مسلسل سال بسال جو ترقی حکومت ہند کے ہر ایک شعبے میں ہوتی رہی خواہ قانون بنانے کے بارے میں ہو خواہ مال یا فوج یا نظم و نسق سے متعلق ہو ہم اُس کی صورت آج تک پوری وضاحت کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔ اس دفتر میں اور بھی توضیح کرنے والے کاغذات ہر قسم کے موضوع پر درج ہیں اور اکثر نہایت قابل غور ہیں۔

(۲) ہندوستان کے متعلق پارلیمنٹ کی ذیلی مجلسوں کی رویدادیں جو بین ۱۷۷۲ء اور ۱۷۸۶ء کے مشتہر ہوئیں۔ ان رویدادوں کی تعداد کثیر ہے کیونکہ متعدد ذیلی مجالس بیٹھیں اور ہر ایک نے چند رویدادیں مشتہر کیں۔ جس رویداد میں عدالت عظمیٰ اور امپی کے متعلق سب سے زیادہ ذکر ہے یہ وہ روئداد ہے جو چند عرائض کے پیش ہونے پر لکھی گئی تھی۔ یہ عرائض ہندوستان کے عدالتی انتظام کے متعلق تھے اور ان میں اہم عرضی ٹوشٹ (Touchet) وارونگ کی تھی جو بنگالے کے یوروپین باشندوں کے نمایندے تھے۔ اس روئداد کی مع تتموں کے ایک جلد پورے پورے تاؤ کی بنی ہے۔ اس جلد میں ان کاغذات کی کثیر تعداد درج ہے جو امپی کے تمام بڑے بڑے معاملات پر تھوڑی بہت روشنی ڈالتے ہیں۔ میں اسے ٹوشٹ رپورٹ کے نام سے موسوم کروں گا۔

(۳) اسٹیٹ ٹرائلس (یعنی سرکاری مقدمات) کی بیسویں جلد میں نند کمار پر جعل سازی کے مقدمے کی مکمل روئداد اور اس پر سازش کے مقدمے کی ناقص رویداد موجود ہے، ان رویدادوں کو میری رائے میں ہندوستان کی تاریخ لکھنے والوں میں سے

کسی نے ٹھیک طور سے مطالعہ نہیں کیا ہے۔

(۴) ۱۲ ر دسمبر ۱۷۸۷ء کو سر گلبرٹ ایلیٹ نے امپی پر پارلیمنٹ کی طرف سے مقدمہ چلانے کی تحریک کی اور اس مقدمے کے متعلق شہادت حاصل کرنے کے لیے ایک مجلس ذیلی مقرر ہوئی۔ شہادت جو اس مجلس کے سامنے پیش ہوئی خاصکر مسٹر فرر کی گواہی جو نندکمار کا مشیر تھا دیکھنے کے قابل ہے۔ اس شہادت کی طرف میں رویداد مجلس مقدمہ کے نام سے اشارہ کروں گا۔ اس کا ایک نسخہ وزارت ہند میں اور ایک دارالنوادر برطانیہ میں مل سکتا ہے کسی دوسری جگہ اس کا ملنا مشکل ہے۔

(۵) امپی پر مقدمے کے مدات پیش کردۂ سر گلبرٹ ایلیٹ یہ بھی وزارت ہند میں اسی جلد میں جس میں رویداد مجلس مقدمہ ہے اور جہاں شہادت درج ہے شامل ہے۔

(۶) جواب[لہ] جو سر الیجا امپی نے دارالعوام کے سامنے ۴ ر فروری ۱۷۸۸ء کو دیا تھا۔ یہ جداگانہ مشتہر ہوا ہے اور پورا پورا (پارلیمنٹری ہسٹری) یعنی تاریخ پارلیمنٹ کی چھبیسویں جلد میں چھپا ہے۔

(۷) سر گلبرٹ ایلیٹ کی اسپیچ یعنی وہ تقریر جو اس نے کچھ ۱۸ ر اپریل کو اور کچھ ۹ ر مئی ۱۷۸۸ء کو امپی پر مقدمہ چلانے کی تحریک میں کی تھی۔ یہ تقریر (پارلیمنٹری ہسٹری) یعنی تاریخ پارلیمنٹ کی ستائیسویں جلد میں چھپی ہے، اور اس میں یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ اس تقریر کے ایک حصے کی تصحیح خود سر گلبرٹ ایلیٹ نے کی اور دوسرا حصہ جو زیادہ اہم ہے اس کو اس نے صحیح نہیں کیا اور وہ مکمل نہیں ہے۔

(۸) امپی کے خطوط و کاغذات جن کو اس کے بیٹے الیجا بارول امپی نے

لہ مسٹر الیجا امپی کے متعلق یہ ایک خاص بات ہے کہ وہ اس جواب کے چھپنے سے واقف نہیں معلوم ہوتا چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ اس کی تحریر کے زمانے میں نسخے اس کے ایسے کمیاب ہو گئے تھے کہ اس کا ارادہ ہوا کہ وہ خود اپنا نسخہ دارالنوادر برطانیہ کو دے دے۔ (اوراق ۳۲۱-۳۲۲ ملاحظہ ہوں) دارالنوادر برطانیہ میں مسٹر امپی کی ہدیہ دی ہوئی جو کتاب ہے وہ صرف ایک رسالہ ہے جس کو اس کے باپ نے تصنیف کیا تھا اور جس کا ذکر آیندہ آئے گا۔

دارالنواد برطانیہ میں رکھوایا اس کی طرف میں مکاتیات امپی کے نام سے اشارہ کروں گا۔

(۹) باروِل کے اہل خاندان نے مجھ کو اُس کے خطوط کے جانچنے کی اجازت دی ہے۔ ان میں منجملہ اور امور کے نندکمار کی ایک قسم کی سوانح عمری بھی شامل ہے۔ ان خطوط کے اقتباسات اس کتاب کے اخیر باب میں درج ہوں گے۔

(۱۰) کہیں کہیں میں نے ہیسٹنگز پر مقدمے کے اسناد کی طرف بھی اشارہ کیا ہے خاصکر وہ شہادت جو بروقت بذریعۂ مختصر نویسی لکھی گئی تھی اور مشیروں کی تقریریں جن کو ٹرشیر(ی) نے سنہ ۱۸۵۹ء میں مشتہر کیا اور وہ عجیب کتاب جس کا نام ہسٹری آف ٹرایل آف ہیسٹنگز (تاریخ مقدمۂ ہیسٹنگز) ہے اور جس کو ڈیبرٹ نے سنہ ۱۷۹۶ء میں چھاپا۔

اس مواد کے علاوہ میں نے ہندوستان سے متعلق مشہور کتابوں کا بھی مطالعہ کیا لیکن مجھے ان سے بہت کم مدد ملی۔ ان کتابوں میں کچھ بھی تفصیل مذکور نہیں ہے اور مجھ پر ظاہر ہوا کہ جو بڑا حصہ اس طویل شہادت کا ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اُس کا لحاظ ان کتابوں کے لکھنے میں بہت کم رکھا گیا ہے۔ مثلاً جیمس مل نے اس بارے میں کوئی چار صفحے لکھے ہیں اور جو مشکلات اس بارے میں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ مجھے باور نہیں آتا کہ اس نے یا کسی اور مورخ ہند نے نندکمار کے مقدمے کو کچھ بھی توجہ سے پڑھا ہو۔ رسل نے اس مقدمے کو آٹھ سطروں میں اس طرح ختم کر دیا ہے کہ شہادت میں تضاد ہے اور دونوں پلے برابر نہیں۔ مسٹر ولسن نے جو اس مختصر فقرے پر حاشیہ لکھا ہے وہ زیادہ مفصل اور واجبی ہے لیکن پھر بھی حاشیہ ہی ہے۔ جہاں تک مجھے واقفیت ہے نہایت مکمل اور نہایت واجبی حال اس مقدمے کا مسٹر ایڈولفس نے اپنے عہد جارج سوم کی تاریخ میں جو ناتمام رہ گئی لکھا ہے۔

(مسٹر ایڈولفس) نے نندکمار کے مقدمے کا حال اور اُس کی شہادتوں میں سے

---

۵۱ ل اینڈ ولسن جلد سوم صفحات ۴۴۸ - ۴۵۳۔

۵۲ ایضاً جلد سوم صفحہ ۴۵۲۔

۵۳ مطبوعہ سنہ ۱۸۴۱ء جلد سوم صفحہ ۵۱۹ - ۵۲۴۔

بہت کچھ پڑھا تھا۔ مگر اس ضمن میں اس کا بیان کتاب کے باقی مواد کی طرح ناقص ہے۔
اس بارے میں ایک کتاب خاصکر قابل ذکر ہے وہ حیات سر الیجا امپی ہے جو امپی کے بیٹے الیجا بارول امپی نے اس تحریر کے جواب کے طور پر لکھی ہے جو مکالے نے اس کے باپ کے بارے میں لکھی تھی۔ افسوس ہے کہ مکالے کو اس کتاب پر کبھی نظر ڈالنے کا اتفاق نہ ہوا۔ یہ کتاب نہایت ابتر و پیچیدہ اناڑی پن سے لکھی ہوئی ہے۔ مصنف نے کرائسٹ چرچ میں تعلیم پائی تھی، کبھی کوئی پیشہ اختیار نہیں کیا۔ اپنی عمر ایسے علمی مشغلے میں بسر کی جو بہت اہم نہ تھا اور مکالے کے مقابلے کا تو یہ مطلق نہ تھا اور اس علم سے جس سے وہ اپنے باپ کے الزامات کو دفع کر سکتا بالکل بے بہرہ تھا۔ علاوہ بریں وہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کسی بات کو ٹھیک طرح سے لکھے تاہم اس نے بہت سا مواد غیر مرتب طور پر اکھٹا کر دیا جس سے ممکن نہیں کہ مکالے اس تحریر کے لکھتے وقت آگاہ ہوا اور اگر اس کو آگاہی ہوتی تو بہت سے خاص خاص امور میں اپنی رائے میں وہ ضرور اصلاح کر دیتا۔
آخر میں جس مصنف نے طول دے کر اس مضمون کو لکھا وہ بنگال سول سروس کا مسٹر ہنری بیورج ہے جو ابھی ابھی عدالت عالیہ کا جج مقرر ہوا ہے۔ ۱۸۷۷ء و ۱۸۷۸ء میں اس نے تین تحریریں ہیسٹنگز کے متعلق کلکتہ ریویو میں مشتہر کیں۔ دوسری تحریر [جلد شصت و ششم صفحات ۲۷۳-۱۳۱۲] اور تیسری تحریر کے ایک حصے [جلد شصت و ہفتم صفحات ۲۸۲-۳۰۵] میں نند کمار کا قصہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ سابق کے ہر مصنف سے زیادہ تو مسٹر بیورج نے مفصل و مکمل حال بیان کیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جس شہادت کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے اس کا کچھ حصہ اس نے ضرور دیکھا ہے لیکن پورا نہیں پڑھا اگرچہ اکثر مقامات پر اپنے بیان کی سند نہیں بتائی ہے۔ اس نے نند کمار کے مقدمے کا حال ضرور پڑھا تھا مگر ظاہر ہے کہ جس زمانے میں اس نے اپنی تحریر مشتہر کی اس زمانے میں اسے انگریزی قانون میں کوئی خاص مہارت حاصل نہ تھی۔ اس مقدمے کا حال اس نے بہت خفیف سا لکھا ہے جس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو غیر مرتب شہادت کو یکجا جمع کرنے اور مرتب کرنے کی قابلیت تھی۔ اس نے اسی رائے کو اختیار کیا جو برک نے غیظ و غضب کے جوش میں آکر ظاہر کی تھی کہ نند کمار کو ہیسٹنگز نے امپی کے

ہاتھ سے مروا ڈالا۔ اس کے دلائل پر میں مناسب مقام پر نظر کروں گا۔

اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ دو تمہیدی فصلوں کے بعد جن میں مشہور واقعات درج ہیں مندرجۂ ذیل امور پر تفصیل سے غور کروں گا اور ہر موضوع پر جہاں تک ممکن ہوگا اصلی ماخذ و اسناد پیش کروں گا۔

(۱) رشوت ستانی کا الزام جو نندکمار نے ہیسٹنگز پر لگایا۔

(۲) سازش کا الزام جو ہیسٹنگز نے اور جعل سازی کا الزام جو موہن پرشاد نے نندکمار پر لگایا اور اس کے مخالف جو جو کارروائیاں اُس کی فوجداری تحقیقات تک ہوئیں۔

(۳) کارروائی مقدمہ۔

(۴) اس مقدمے کے متعلق احوال جو ان کارروائیوں سے تو ظاہر نہیں ہوتے مگر نالشی کمیٹی کے سامنے ثابت ہوئے مع اُن کوششوں کے جو نندکمار کے بچانے کے لیے کی گئیں۔ اُس کا پھانسی دیا جانا۔

(۵) نندکمار کی پھانسی کے بعد کے واقعات بشمول ان مختلف معاملات کے جو کونسل میں پیش آئے اور مراسلت جو مابین اس کونسل کے اور عدالت عظمیٰ کے اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے اور وزیر ہند کے ہوئی۔ یہ سب امور مارچ ۱۷۷۵ء سے ابتدائے ۱۷۷۶ء تک گزرے۔

(۶) امپی پر پارلیمنٹ کی طرف سے مقدمہ چلانے کی کارروائی اور نندکمار کے متعلق الزام کے جواب کو اور دارالعوام کے مقدمہ چلانے سے انکار کو بیان کروں گا اور اس الزام کے ہر جزو کے نتیجے پر اپنی رائے ظاہر کروں گا۔ پارلیمنٹ میں اس نالش پر بحث دسمبر ۱۷۸۷ء اور مئی ۱۷۸۸ء کے درمیان واقع ہوئی۔

(۷) کچھ حال اور مدات کا بھی اس مقدمے کے بیان کروں گا اور نیز یہ کہ کہاں سے یہ مدات پیدا ہوئے اس کا بھی ذکر کروں گا۔ علی الخصوص وہ جھگڑا جو عدالت عالیہ اور مجلس کے مابین ہوا۔

ہندوستانی اسماء الفاظ کے املا کی بابت مجھ کو اپنی ناواقفیت کا اعتراف کرنا چاہیے۔ میں نے کسی خاص طریقے کی پابندی نہیں کی بلکہ جیسا دوسروں کی تحریر میں پایا ویسا ہی لکھ دیا۔ البتہ چند جگہ حرف کی جگہ حرف بٹھانے کے جدید قاعدے کو

بجائے قدیم متروک قواعد کے اختیار کیا مثلاً (Khan) خان نہ کہ کان (Cawn) شاہ عالم (Shah Alam) نہ کہ شاہ اولم (Shaw Aulum) ہندوستانی (Hindustani) نہ کہ ہندوستانی (Hindoostanee) دیوانی عدالت (Diwani Adalat) نہ کہ "دیونی عدولت" (Dewauny Adawlat)

باب دوم

مجلس اعلیٰ عدالت عظمیٰ

جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء میں واقع ہوئی۔ اس کے پیشتر ایسٹ انڈیا کمپنی کا مرکز کلکتے میں گویا صرف تجارت کی غرض سے تھا۔ میر جعفر کمپنی کی حمایت میں تھا اور سراج الدولہ صوبہ دار بنگالہ کمپنی کا دشمن تھا۔ اس جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ میر جعفر کی ترقی بنگالے کی صوبہ داری کے عہدے پر ہوئی۔ یہ ایک ذلیل شخص تھا، معزول ہوا اور اُس کی جگہ پر اس کا داماد میر قاسم صوبہ دار مقرر ہوا۔ میر قاسم بڑے رعب داب کا آدمی تھا۔ اُس کے اور کمپنی کے درمیان جھگڑے پیدا ہوئے۔ ان جھگڑوں میں بیشک کمپنی غلطی پر تھی مگر میر قاسم بیرحمی سے قتل عام کرکے خود رسوا ہوا۔ جنگ و جدل ہونے لگی اور اس کا خاتمہ ۱۷۶۴ء میں جنگ بکسر پر ہوا۔ اس لڑائی سے نہ کہ جنگ پلاسی سے سمجھنا چاہیے کہ بنگالے میں انگریزوں کی حکومت کی ابتدا ہوئی، اس لیے کہ اس کے بعد سے یہاں کسی ہندوستانی حاکم نے حقیقی حکومت نہیں کی۔ اس لڑائی کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ مغلیہ شہنشاہ نے کمپنی کو بنگالہ و بہار و اڑیسہ کی دیوانی دے دی کہ کمپنی یہاں کے محاصل وصول کیا کرے۔ اسی زمانے میں لارڈ کلائیو دوبارہ انگلستان سے آیا تھا اور شہنشاہ کے حضور میں وہ گویا کمپنی کا قائم مقام تھا۔

دیوانی[1] ملنے کے بعد سے جو سات برس (۱۷۶۵ء و ۱۷۷۲ء) گزرے ان میں

[1] ملاحظہ ہو رویداد پنجم ۱۸۱۲ء صفحہ ۴۰۵۔

اس ملک کا انتظام ہندوستانیوں کے ہاتھ میں تھا۔ محمد رضا خاں حکومت بنگالہ کا صدر و نائب دیوان تھا اور مرشد آباد میں رہتا تھا۔ شتاب رائے حکومت بہار کا صدر و نائب دیوان تھا۔ اور پٹنے میں رہتا تھا۔ ۱۷۶۹ء میں اس امر کی خفیف سی کوشش کی گئی کہ ان دونوں کے کام پر اگر مکمل نگرانی قائم نہ ہو سکے تو کم از کم نظر ضرور رکھی جائے۔ اور اس غرض سے دو ناظر مقرر ہوئے۔

۱۷۷۲ء میں ہیسٹنگز گورنر مقرر ہوا اور پہلا کام جو کمپنی نے اس کے سپرد کیا وہ یہ تھا کہ نائب موقوف ہوں اور خود کمپنی بہ حیثیت دیوان کے کام انجام دے۔ اس کام کو وہ بجالایا اور زیادہ تر ذریعہ اس میں نندکمار کو بنایا کیونکہ یہ بھی کمپنی کا صریحی حکم تھا۔ نندکمار کو توقع تھی کہ وہ محمد رضا خاں کی جگہ پر مقرر ہو جائے گا اور اس کو نہایت صدمہ ہوا جب یہ عہدہ اور شتاب رائے کا عہدہ دونوں ختم کر دیے گئے۔ اور جو بڑے بڑے اختیارات ان کے تھے وہ یورپی حکام کے سپرد ہو گئے۔ اس بارے میں کیا کیا تدبیریں کی گئیں ان کے مفصل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں ہے اور نہ اس ذکر کا محل ہے کہ ۱۷۷۲ء سے ۱۷۷۴ء تک حکومت کی کیا حالت رہی۔ اس کے متعلق اس عبارت کا نقل کر دینا کافی ہے جو ہیسٹنگز نے[۱] بارول کو ایک خط میں خصوصیت کے ساتھ لکھی تھی۔ "کمپنی کی نئی حکومت ایک غیر منضبط مواد کا غیر مربوط ڈھیر ہے۔ جو خود بد نظمی کا ایک نمونہ ہے۔ حکومت کے اختیارات کی صراحت ناقص ہے، مالگزاری کی تحصیل، روپے کو کاروبار میں لگانے کے قواعد، عدالتی تنظیم (اگر کچھ ہو بھی تو) کوتوالی کے کام۔ سب خلط ملط ایک ہی شخص کے ہاتھوں سے انجام پاتے ہیں۔ اگرچہ ان دو آخرالذکر کاموں میں اکثر اوقات بالکل غفلت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ ان کے لیے کہاں رجوع کیا جائے" اس انتظام کو اگر انتظام کہیے تو اس کے قانونی اختیارات کچھ تو ان شاہی (انگریزی) منشوروں سے ماخوذ ہوئے جن کی بنا پر ایسٹ انڈیا کمپنی تجارتی بھی قرار پائی تھی اور شہر کلکتہ میں عدالتیں قائم ہوئی تھیں اور کچھ بنگالے کے صوبہ داروں اور مغلیہ شہنشاہوں کی عطیات سے حاصل ہوئے۔ جن میں سب سے بڑا عطیہ دیوانی تھی۔ ۱۷۷۳ء تک انگریزی حکومت نے کسی طرح کا کوئی اپنا ذاتی حکم

---

[۱] گلیگ: سوانح ہیسٹنگز جلد اول صفحہ ۳۱۷-۲۲ جولائی ۱۷۷۲ء۔

بنگالے میں سوائے شہر کلکتہ اور اُس کے مضافات کے کارخانوں کے نہیں چلایا۔
انگریزوں کی جو حالت ہندوستان میں ۱۷۷۳ء میں تھی وہ اُن کی اس حالت سے جواب[1] اور چند گزشتہ سال سے مصر میں ہے اصولاً بہت مشابہت رکھتی ہے۔ دونوں جگہ اُن کے اقتدار کی ابتدا ایک قسم کی کچھ بے قاعدہ فوجی کارروائیوں سے ہوئی۔ دونوں جگہ ان کارروائیوں کے نتیجے نے اُن کے لیئے ایسا اقتدار پیدا کر دیا کہ جہاں تک چاہیں بلامزاحمت اس سے کام لیں۔ یہ درحقیقت ملک گیری ہے۔ اگرچہ خاص طرح کی مُلک گیری ہو۔ صرف پلاسی کی لڑائی کو بنگالے کی فتح یا صرف جنگ تل الکبیر کو مصر کی فتح نہیں کہہ سکتے مگر دونوں کا نتیجہ فتح سے مشابہ ضرور تھا اور دونوں اس کا باعث ہوئیں کہ حکومت کا انتظام ایسا قائم ہوا جس میں یورپی اور ملکی عہدہ داروں اور قانون اور اصولوں نے عجیب طرح سے مل کے ایک مجموعہ بنایا جو اطمینان بخش ہونے سے بعید تھا۔ مصر میں کیا ہوا ابتک ایک سٹے[2] کی بات ہے۔ پلاسی اور بکسر کی لڑائیوں کا اور چند اور جنگی کارروائیوں کا نتیجہ تو ہندوستان کی فتح ہوا ہے۔ قانون تنظیم مجاریہ ۱۷۷۳ء کا منشا اور اُس کے سمجھنے کے لیے ہمیں یہ تصور کرنا چاہیئے کہ ہمارے زمانے کی پارلیمنٹ ایک ایسے قانون کے بنانے میں مصروف ہو جو مصر کی حکومت کے لیے تو مفید ثابت ہوا اور جس سے نہ سلطان اور نہ خدیو کی بظاہر حق تلفی ہو، پھر صاف طور سے ملکہ کی حکمرانی بھی معلوم نہ ہو۔
مگر اس مثال سے ان دقتوں کا جو ۱۷۷۳ء کے قانون بنانے میں پیش آئیں محض ایک ناقص تصور ہوتا ہے۔ بحث صرف بالتخصیص انگریزی حکومت اور ہندوستانی ارباب اقتدار کے درمیان نہ تھی بلکہ اس میں تین فریق تھے لارڈ نارتھ کی وزارت ایسٹ انڈیا کمپنی اور والیان ہند۔ اگرچہ والیان ہند کی طرف سے ایک درجے تک ایسٹ انڈیا کمپنی نمایندگی کر رہی تھی۔
پورا حال اس بحث کا جس کے بعد یہ قانون بنا اور خلاصہ اُن بڑی بڑی دلیلوں کا جو اس میں پیش ہوئیں ۱۷۷۳ء کے اینول رجسٹر[3] (کارنامہٴ سالانہ) میں پائے جاتے ہیں اور

---

[1] ۱۸۸۴ء۔
[2] تاریخ یورپ (History of Europe) جلد ششم صفحہ ۶۳ - ۸۲، جلد ہشتم صفحہ ۳، ۹، ۱۰۸، ایضاً ملاحظہ ہو

اس کا لکھنے والا غالباً برک تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مباحثہ گویا بالکل اس مسئلے پر تھا کہ آیا پارلیمنٹ کو منشور شاہی میں اور کمپنی کے ارضی مقبوضات میں دخل دینے کا حق ہے یا نہیں۔ کمپنی کا خیال تھا کہ جو تمدنی اقتدار اس کو حاصل ہوا تھا وہ اُس کی خود ملک تھا اور اس میں کمپنی پارلیمنٹ کی زیر دست نہیں تھی اور اگر کسی کی محکوم بھی تھی تو شہنشاہ دہلی اور نواب بنگالہ کی۔ یہ دونوں فرماں روا محض ایک دھوکے کی ٹٹی تھے اور بنگالے کے نواب تو عملاً کمپنی کے عہدہ داروں کے ماتحت تھے۔ ایسے خیال پر کیونکر اصرار کیا جا سکا یا اُس کا اثر پارلیمنٹ کی رائے پر کیونکر پڑتے پایا اس کا سمجھنا ہمارے آجکل کے علم اور زمانے میں مشکل ہے۔

اس خیال کی تائید نہ صرف کوششوں اور قابل قبول دلیلوں کے ساتھ کی گئی بلکہ اس کا اصلی موید برک تھا۔ وہی برک جو آخر عمر میں کمپنی کا ایسا سخت دشمن ہو گیا تھا کہ شاید ہی کوئی اور ہوا ہو اور جو فاکس کے انڈیا بل (یعنی مسودۂ قانون ہند) کا موید ہوا اور جو وارن ہیسٹنگز پر مقدمہ قائم کرنے والوں کا سرگروہ تھا۔ اس امر کو میں تفصیل ذکر کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میرے مقصد کے لیے فقط اتنا بیان کر دینا کافی ہے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے اس منصوبے کو ہیچ و پوچ نہ سمجھنے کے سبب سے کس قدر گہرا اثر قانون کے ان نشاؤں پر ڈالا جو ہندوستان کے اندرونی معاملات کے متعلق تھے۔ اس منصوبے کا اثر اور اس کا عملی نتیجہ جا بجا اس کتاب میں ظاہر ہوگا۔

قانون تنظیم مرتب ہونے کے قبل کونسل میں ایک صدر ہوتا تھا اور ارکان کی تعداد معین نہ تھی مگر اکثر بارہ ہی ہوتے تھے جن میں بہت سے علاوہ رکن ہونے کے کلکتہ اور نواح کلکتہ کے کارخانوں میں عہدوں پر مقرر تھے۔ یہ ایک ڈھیلی اور بے ترتیب انجمن تھی۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ لیکی کی اٹھارھویں صدی (Eighteenth Century) جلد سوم صفحہ ۲۷۴ - ۹۱ الڈلفس جلد اول صفحہ ۵۵۲ - ۵۳۵ نیز معاشیات کی کیفیت مطبوعہ پارلیمنٹی تاریخ (Parliamentry History)

۱؎ ریکزال ا۔ جلد سوم صفحہ ۲۷۰ اس معاملے کے متعلق اس کی تقریروں میں سے ایک تقریر کی کیفیت دی ہوئی ہے۔ ریکزال اس کی نسبت کہتا ہے کہ ۱۷۶۶ء سے ۱۷۹۴ء تک کی کل مدت جس میں دار العوام کا رکن رہا۔ یہ دار العوام میں بہترین انشا پردازی تھی" وہ لفظ انشا پردازی پر زور دیتا ہے۔

وارن ہیسٹنگز نے اس انجمن کے بارے میں لکھا ہے کہ دستور[1] کے بموجب اس کونسل کو علی العموم تمام امور میں اقتدار کلی حاصل ہے۔ خواہ وہ بسلسلۂ کارروائی مقررہ پیش ہوں خواہ خود کونسل اُن پر غور کرے، اور چونکہ یہ اقتدار صرف حالت اجتماع اراکین میں حاصل ہوتا ہے لہذا جتنا اختیار متصل اجرائے کار کے لیے یا ایسے کاموں کے سرانجام کے لیے جو کسی خاص عہدے سے تعلق نہیں رکھتے ضروری سمجھا گیا اتنا ہی گورنر یعنی صدر انجمن کو دیا گیا ہے مگر یہ معین کرنا کہ کون کون امور اس صنف میں داخل ہیں، سہل نہیں ہے۔ عملاً گورنر کونسل کے کسی دوسرے رکن سے بڑھ کر نہیں ہے بشرطیکہ دوسرے رکن اُس کے اختیارات میں حصہ لینا چاہیں مگر سب کاموں کی جواب دہی گورنر پر ہے۔ اگر گورنر کو خیال ہوتا ہے کہ وہ بڑھ کر ہے اور عقل اور قابلیت زیادہ رکھتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ انتظام پر اپنا ایسا اثر ڈالے جو از روئے دستور اُسے حاصل نہیں ہے اور اگر عقل اور قابلیت میں کم ہے تو بروقت تنقید اس کا خیال باطل ثابت ہوگا اور اگر ایسی صورتیں پیش آئیں تو ایک ایسے مقتدر شخص کے نہ ہونے کی وجہ سے جو حکومت کا صدر ہو حکومت ضرور بے سروپا ہو جائے گی۔ یہ سب لابدی نتیجے اس پرانے طرز کی حکومت کے ہیں جس کا منشا کمپنی کے مال کی خرید و فروخت اور جہازوں کی روانگی تھا اور اب وہ مملکت کے انتظام میں اور محاصل کی رقم خطیر کی تحصیل میں اور لشکر کشی میں اور ایک بڑے سیاسی انتظام میں اور نیز اس کام میں برتا جاتا ہے جو اس مُلک کی عام تجارت کے ساتھ تعلقات پیدا ہونے سے اور ان کا اثر مالگزاری پر پڑنے سے کمپنی کے صیغۂ تجارت میں بڑھ گیا ہے۔" وہ پرانی کونسل بے شک ایسی ناقص تھی کہ جب حقیقتہً بڑی اصلاح کی ضرورت معلوم ہوئی تو لارڈ کلائیو اور منتخب کمیٹی کو وہ اختیارات دیے گئے جو عملاً کونسل کے اختیار کی جگہ قائم ہوئے۔

اس میں شک نہیں کہ اسی تجربے کی بنا پر نئی کونسل کی صورت مشخص کی گئی۔ اس کونسل میں ہیسٹنگز بطور گورنر جنرل کے تھا (یہ خطاب بجائے گورنر کے اس لیے دیا گیا تاکہ احاطۂ بنگالہ کی فوقیت دوسرے احاطوں پر معلوم ہو) اور چار ارکان تھے جن کے نام خود قانون میں مندرج تھے جنرل کلاورنگ، کرنل مانسن، بارول۔ فرانسس۔ گورنر جنرل کا یہ کام تھا کہ جب آرا کی تعداد دونوں طرف برابر

[1] خط بنام سر۔ جے۔ کولبروک۔ گلگ۔ جلد اول صفحہ ۲۸۹۔

ہو تو اپنی رائے دے کر فیصلہ کرے مجلس کو جو اختیارات دیے گئے تھے اُن کی تحدید اس طرح کی گئی تھی کہ تمام "ملکی اور فوجی حکومت احاطۂ مذکور میں و نیز حکمرانی و انتظام و حکومت کل اراضی مقبوضہ اور مالگزاری پر ممالک بنگالہ و بہار و اُڑیسہ میں گورنر جنرل اور کونسل کو جیسا کہ اب ہے یا بعد ازیں کبھی گورنر جنرل با جلاس کونسل یا منتخب مجلس اپنے اُن اختیارات کو ممالک مذکور میں برتے"۔

دیکھنا چاہیے کہ ان الفاظ میں اشارہ تک نہیں ہے کہ کونسل یا مجلس ذیلی کے یہ اختیارات کہاں سے آئے اور کہاں تک ہیں۔ نہ ادھر انگلستان کے بادشاہ کا ذکر ہے نہ ادھر شہنشاہ دہلی کا۔ ان الفاظ سے کونسل کو خود قانون بنانے کا حق نہیں پہنچتا۔ البتہ اس قانون کی ایک اور دفعہ میں اس کونسل کو اختیار دیا گیا ہے کہ برضامندی و استصواب عدالت عظمیٰ کچھ چھوٹے قاعدے شہر کلکتہ کے لیے بنائے۔

دفعات ۱۳ سے ۲۲ تک کے بموجب عدالت عظمیٰ قائم ہوئی۔ اس کے متعلقہ قوانین بھی ایسے ہی مبہم ہیں جیسے کہ کونسل کے "بادشاہ کو بموجب منشور یا لیٹرس پیٹینٹس (حکم شاہی) کے اختیار ہے کہ فورٹ ولیم میں ایک عدالت عظمیٰ جس میں ایک میر مجلس اور چار رکن ہوں قائم و مقرر کرے۔ اس عدالت عظمیٰ کو اختیار ہوگا کہ تمام دیوانی و فوجداری و بحری و برّی و کلیسائی اختیارات جو اُس کو از روئے منشور ملے ہیں اُن کو کام میں لائے اور انجام دے" اور کلکتہ و مضافات کلکتہ کے کارخانوں کے لیے یہ عدالت حکم عدالت مقدمات فوجداری (کورٹ آف آیر اینڈ ٹرمز) اور جیل ڈیلوری کا رکھے گی۔ ان دفعات میں نہ اس کی تحدید ہے کہ کلکتے کے باہر کہاں تک اس عدالت کے اختیارات ہیں اور نہ یہ کہ اس کے ارکان شخصی طور پر کیا کیا کر سکتے ہیں اور نہ اس کی تصریح ہے کہ یہ عدالت کس قانون کے مطابق عدل گستری کرے۔

یہ نقائص ایک حد تک منشور سے رفع ہو گئے۔ امپی پر الزام لگایا گیا تھا کہ اُس نے ناجائز قواعد منشور میں داخل کرا دیے ہیں۔ اپنی براءت کے لیے اُس نے

---

۱۳ جارج سوم دفعات ۳۶-۶۳

دارالعوام کے سامنے یہ کہا کہ "اس منشور[۵a] کے ابتدائی مسودے کو لارڈ چانسلر (تھرلو) نے جو اُس زمانے میں صدر وکیل سرکار تھا ملاحظہ کیا۔ اس میں تغیر و تبدل لارڈ لو بورو نے کیا جو اُس زمانے میں صدر مشیر قانونی تھا۔ لارڈ والسنگھم معروف سر ولیم دی گرے جو اُس زمانے میں میر مجلس عدالت و معاملات عامہ (جسٹس آف دی کامن پلیز) اور ارل بھترسٹ نے جو اُس زمانے میں لارڈ چانسلر تھا اُس پر نظر ثانی کی۔ رہا یہ امر کہ ان مواقع پر میں ان شریف امرا اور خاکسر حال کے لارڈ چانسلر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان صاحبوں کی متعدد دلائل سے جو پیش ہوئیں مستفید ہوا اور یہ امر کہ ان صاحبوں کے ہاتھ کے تمام ابتدائی مسودے مع چند حواشی کے اور صدر وکیل سرکار اور صدر مشیر قانونی کی بعض کیفیتیں بالفعل میرے پاس موجود ہیں اور یہ امر کہ ان اسباب سے مجھ کو منشور کے مرتب کرنے والوں سے خوب واقفیت حاصل ہوئی اور میں نے اس واقفیت کا اقرار بھی کیا۔ یہ سب امور بیشک و شبہہ سچ ہیں مگر چونکہ میں بغیر گستاخی کے ان امور کو پیش نہیں کر سکتا لہذا اپنے تئیں اس اتہام سے کہ میں نے ناروا اختیارات کو منشور میں درج کرنے کا مشورہ دیا یا اپنے لیے حاصل کیا بری کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میرا اپنی براءت کا ارادہ کرنا جنھوں نے مسودہ مرتب کیا اُن شریف امرا کی راستبازی و عقلمندی پر دھبا لگانا ہے اور یہ میرے لیے بڑی گستاخی کی بات ہوگی اگر میں یہ تصور کروں کہ کوئی کسی طرح اس امر کا یقین کر سکے گا کہ یہ صاحب میرے فریب میں آ گئے اور میری رائے پر چلے۔"

یہ بات بیان مذکورۂ بالا کے موافق ہے اور کسی قدر اس سے پیدا ہوتی ہے کہ منشور کا اصلی مسودہ امپی کا تھا۔ تاہم اگر ایسا ہی ہوا ہو تو بھی وہ اُن اشخاص سے ہدایات پاتا تھا جنھوں نے اس منشور کی تکمیل کی اور جو ہر طرح سے اس کے مضامین کے ذمہ دار تھے۔

لہ پارلیمنٹی تاریخ (Parliamentary History) جلد ۲۰ صفحہ ۱۳۵۴۔

۵a یہاں (Intention of the Digest) یا بعض ایسے ہی الفاظ محذوف رہ گئے ہیں۔

یہ منشور[۵۱] بہت طول طویل ہے اور اس میں بہت سی ایسی باتوں کی تفصیل ہے جن سے کوئی عام فائدہ نہیں۔ اس کے ضروری حصے حسب ذیل ہیں:۔ بہت پُر تصنع عبارت میں یہ منشا بیان کیا گیا ہے کہ خود ایسٹ انڈیا کمپنی اور تمام یورپی اور برطانی رعایا جو بنگالہ و بہار و اڑیسہ میں مقیم ہو اور ہر ایک شخص جو نالش کرنے کے وقت یا مخاصمت کے پیدا ہونے کے وقت بالواسطہ یا بلا واسطہ کمپنی کی "یا ہماری کسی اور رعیت کی ملازمت میں ہو یہ سب عدالت عظمیٰ کے ماتحت ہوں گے تاکہ جس شخص کو ان لوگوں پر مالی دعویٰ ہو یہاں مقدمہ دائر کرے" قابل التفات یہ امر ہے کہ کس قانون کے موافق ان مقدمات کا فیصلہ ہوگا۔ اس کا کچھ بیان نہیں ہے۔ البتہ یہ اشارہ ہے کہ یہ انگلستان کا قانون ہوگا۔

یہ منشور اس عدالت کے دیوانی اختیارات کے حدود مقرر کرنے کے بعد اس کے فوجداری اختیارات کو بیان کرتا ہے اور شہر کلکتہ اور کارخانۂ فورٹ ولیم واقع بنگالہ میں وہ اختیارات جو کمشنران اوئر اینڈ ٹرمنر اور جیل ڈلیوری کے ہیں اس عدالت کو دیتا ہے "مقدمات کی تحقیقات بذریعۂ جوری کے ہوگی اور جوری خواہ اعلیٰ ہوں خواہ ادنیٰ ان کو برطانیۂ[۵۲] عظمیٰ کی رعایا ساکن شہر کلکتہ ہونا چاہیے۔ موقع و محل اور لوگوں کی حالت پر نگاہ رکھتے ہوئے عدالت کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے عدالت گستری اس طرح کرے جیسے انگلستان میں ہوتی ہے" تمام برطانی رعایا اور اُن کے نوکر جو بنگالہ و بہار و اڑیسہ میں مقیم ہوں شخصی حیثیت سے اس عدالت کے زیر اختیارات دیے گئے تھے منشور کے فوجداری قواعد و دفعات ذیل کے فقرے پر ختم ہوتے ہیں اور یہی اصل بنا امپی کے ماخوذ ہونے کی اور اُس کے کاموں پر الزام عائد ہونے کی ہوئی۔ "اور چونکہ ایسے مقدمے پیش آسکتے ہیں جہاں قانون کی عام سختی میں تخفیف کرنا مناسب ہے۔ لہذا بذریعۂ ہذا عدالت عظمیٰ واقع فورٹ ولیم بنگالہ کو حکم اور اختیار دیا جاتا ہے کہ اس کی نظر میں جب ترحم شاہانہ کا موقع معلوم ہو تو سزائے موت ملتوی رکھے۔"

---

[۵۱] یہ متعدد جگہ طبع ہوا ہے مثلاً مارلی کے خلاصۂ قوانین (Digest) جلد ۲ صفحہ ۵۴۹ میں۔

[۵۲] کیا اس کا مقصود اہل آئرلینڈ کو خارج کرنا تھا، شاید یہ محض سہو قلم ہے۔

اور انتظار کرے یہاں تک کہ بادولت کی مرضی معلوم ہو اور ایسی صورت میں اس کو چاہیے کہ مقدمے کی رویداد اور شہادت مع ان وجوہ کے جن کی بنا پر یہ عدالت مجرم پر شاہی ترحم کی سفارش کرتی ہے سربمہر ارسال کرے اور اس درمیان میں مجرم کو قید رکھے یا ضمانت پر رہا کردے۔"

منشور کے ان فقروں میں صاف الفاظ میں نہیں لکھا ہے مگر ایسا مطلب نکلتا ہے کہ اس عدالت کو چاہیے کہ جہاں تک موقع ملے سب کلکتے اور اس کے تحت کے کارخانوں کے رہنے والوں کے ساتھ اور تمام برطانی رعایا کے ساتھ جس کا عملی منشا یورپی برطانی رعایا تھا جن میں یورپی اور ان کے نوکروں کے ساتھ جو بنگالے اور بہار و اڑیسہ میں رہتے ہوں انگلستان کا فوجداری قانون برتے۔

کونسل اعلیٰ کی یہ حالت تھی اور عدالت عظمیٰ کے یہ اختیارات تھے جبکہ اکتوبر ۱۷۷۴ء میں ارکان اور جج جہاز پر سے بنگالے میں اترے۔

باب سوم

ہیسٹنگز اور فرانسس امپی اور اُس کے رفقا نندکمار۔ کونسل میں اختلافات۔

اس کتاب میں جو اصل مطلب بیان کرنا منظور ہے اُس کے آغاز کے پیشتر میں چاہتا ہوں کہ کچھ ذکر اُن بڑے بڑے لوگوں کا کروں جن کے معاملات کے بارے میں یہ کتاب ہے اور اُن معاملات کے شروع ہونے کے وقت آپس میں ان لوگوں کے کیا تعلقات تھے اسے بھی بہ اختصار بیان کروں۔

وارن ہیسٹنگز کی سوانح عمری کئی شخصوں نے لکھی ہے جن میں خاصکر ایک قابل قدر رسالہ لارڈ میکالے کا ہے یہ رسالہ اگرچہ ناتمام ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بعض خاص امور کے بیان میں نامنصفانہ ہے تاہم اس میں اصل خصوصیات اس شخص کی کارگزاری کے ایسی عبارت میں درج ہوئے ہیں کہ اس کا مقابلہ کرنا امکان سے باہر ہے۔ لہذا میں سادہ طور سے واقعات لکھنے پر قناعت کرتا ہوں اور اس کا حال اس زمانے تک کا جبکہ بہ حسب قانون ۱۷۷۳ء گورنر جنرل مقرر ہوا بیان کرتا ہوں۔

ہنری دوم کے عہد حکومت سے ایک خاندان ڈیلسفورڈ، ورسسٹر شیر بسا ہوا تھا جس کی اولاد میں سے اخیر ہیسٹنگز تھا کئی صدیوں تک یہ خاندان دولتمند اور با اقتدار رہا۔

لہ تاریخ گلیگ جلد اول صفحہ ۶ ۱۷۹۴ء میں برک اپنی تقریروں میں سے ایک تقریر میں

مگر سترھویں صدی میں بہت مفلس ہوگیا۔ سبب یہ ہوا کہ اُس زمانے میں جو بزرگ اس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وحشیانہ شدت کے ساتھ جیسا کہ آخر عمر میں اس کا خاصہ ہوگیا تھا ہیسٹنگز کو لکھتا ہے کہ "ذات کا بیٹا، نیچا کمینہ جس کی ذلیل کمینوں میں پل کر ویسی ہی خو بو ہوگئی تھی" بہرحال یہ مضمون شرمناک ہے اور اُسی وقت (ہوس آف کامنس) میں (مسٹر لا) (لارڈ النبرا) کے بھائی نے کہا ہو سکتا ہے کہ ہیسٹنگز اپنے خاندان پر فخر کرنے کے ایسے اچھے وجوہ جیسے اس انجمن کے کسی بھلے آدمی کے پاس ہوں رکھتا ہو۔ برک جواب دے سکتا تھا کہ ہیسٹنگز کے ماں باپ کی حماقتیں اور کمبختیاں بیان کرنے سے صرف اُس کی خود کی تحقیر منظور تھی اور یہ مطلب نہ تھا کہ اُس کے نسب کی نفی یا توہین ہو۔ اور غالباً (برک) کا مقصد بھی یہی ہوگا۔ اس لیے کہ اُس کے اور اُس کے آباؤ اجداد پر طعن کرنے سے زیادہ اُس کے والدین کی تذلیل اُس کا دل دکھانے والی چیز معلوم ہوتی ہوگی اور عقل کے نزدیک آبرو میں رخنہ ڈالتی (ٹرائل آف ہیسٹنگز جلد ۵ صفحہ ۵۰۱ و ۵۰۲) مگر یہ بھی بعید از قیاس نہیں ہے کہ برک کا ارادہ اُس حکایت کی طرف اشارہ کرنے کا ہو جس کو شاید اس سے (فرانسس) نے کہا ہو جیسا کہ اُس نے یہ حکایت قابل اس کے سمجھی کہ اپنی خود لکھی ہوئی سوانح عمری کے اجزا میں جن کو (مسٹر میریویل) نے مشتہر کیا داخل کرے (لائف آف فرانسس جلد ۲ صفحہ ۸۹) فرانسس کہتا ہے "ہیسٹنگز نے (ہنٹنگڈن) کے خاندان کا نام اور تمغا بھی اخذ کیا مگر کس استحقاق سے اور کس سند سے یہ کسی کو معلوم نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ (لارڈ دارلنگٹن) مرحوم کے خدمتگار کا یہ دراصل بیٹا تھا۔ اور حاشیے پر اضافہ کرتا ہے۔ اس امر کا مجھ کو مکرر یقین دلایا (لیڈی ان انسن) نے جو اس خاندان کی لڑکی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا میرے والد اپنے بیٹوں کے ساتھ اس کو وسٹ منسٹر کے مدرسے میں بھیجتے تھے جہاں لوگ اس کو (کلاسیکل بائے یعنی یونانی و لاطینی کا بڑا عالم) کے نام سے پکارتے تھے۔ ہیسٹنگز کو ماں کا طعنہ دے کے برک نے نہایت بڑا صدمہ دینا چاہا کہ اپنا دل خوش کرے کہ ہیسٹنگز سے دائمی دشمنی رکھنے کی اُس نے قسم کھائی تھی۔ رہی فرانسس کی حکایت تو اس کا کذب اور وحشیانہ خلاف عقل ہونا ہر شخص دیکھ لے گا۔ جو مسٹر گلیگ کی تصنیف کردہ حیات ہیسٹنگز پڑھے۔ ہیسٹنگز کو (وسٹ منسٹر) میں اس کے چچا ہووارڈ ہیسٹنگز نے بھیجا تھا اور چچا کے مرنے سے اس کو ہندوستان جانا پڑا۔ اس کا باپ ۱۷۱۵ء میں پیدا ہوا ۱۷۳۰ء میں شادی کی اور ۱۷۳۲ء میں یہ ہیسٹنگز تولد ہوا۔ وارن اس کا نام ہسٹر وارن کے نام پر ہے۔

خانوادے کا تھا اُس نے چارلس اول کا ساتھ دیا۔ ہیسٹنگز کے دادا کے لیے خاندانی جائداد میں سے کچھ پادریوں کے نذرانے کے طور پر باقی رہ گیا تھا[1]۔ ہیسٹنگز کے باپ پنیسٹن نے پندرہ برس کے سن میں شادی کی اور جب سترہ برس کا تھا بی بی نے زچگی میں وفات پائی۔ اُس کا اور حال معلوم نہیں سوائے اس کے کہ جب اس کا سن اس قابل ہوا تو پادریوں کی جماعت میں داخل ہوا اور امریکہ کے جزائر میں سے ایک جزیرے میں گیا اور وہاں مرگیا۔ یہی وارن ہیسٹنگز وہ لڑکا تھا جس کے تولد میں ماں مرگئی۔ اپنے ایک چچا کے خرچ سے وسٹ منسٹر کے اسکول میں اُس نے تعلیم پائی وہاں یہ ۱۷۴۲ء سے ۱۷۴۹ء سات برس تک رہا اور بہت امتیاز حاصل کیا اور بقول مسٹر ای-بی-امپی کے سر الیجا کا جس سے یہ سن میں صرف چھ مہینے چھوٹا تھا دلی دوست بنا۔ اس کے چچا کا ایک دوست مسٹر چسوک تھا اس کے ذریعے سے یہ بنگالے میں جانے کے لیے کرانی مقرر ہوا اور جنوری ۱۷۵۰ء میں اپنی منزل مقصود کی طرف جہاز پر روانہ ہوا اور آٹھویں اکتوبر سنہ الیہ میں وہاں پہنچا۔ اسی ابتدائی کارگزاری میں اُس نے ماتحتی میں رہ کر ان معاملات میں کار نمایاں کیا جو سراج الدولہ کے کلکتہ فتح کرنے اور بعد میں جنگ وجدل ہونے سے پیش آئے تھے۔ باقی حصہ اس کی ابتدائی کارگزاری کا قابل ذکر نہیں ہے۔ یہ زمانہ کمپنی کی تاریخ میں بہت کم تعریف کے قابل تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کمپنی کے کارپرداز اپنے ذاتی فاسد مقاصد کے حاصل کرنے میں اپنے اقتدارات پر دھبا لگاتے تھے۔ مگر اس کے متعلق ہیسٹنگز پر کوئی الزام نہیں لگایا گیا اگرچہ غالباً اس کو بھی دوسروں کی مانند اُس زمانے میں شرمناک ذرائع سے دولت جمع کرنے کا موقع ملا ہوگا۔ اسی زمانے میں اس کو نندکمار کے ساتھ ایک مخالفانہ طور کا تعلق پیدا ہوا۔ اس امر کو مسٹر بیورج نے بہت طول کے ساتھ اپنے پہلے مضمون میں بیان کیا ہے مگر میں اپنے مقصد کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی سمجھتا ہوں کہ بیورج یہ ظاہر کرتا ہے کہ نندکمار کے دیوانی کے عہدے سے مایوس ہونے کے قبل ہی اس کے اور ہیسٹنگز کے درمیان دشمنی قائم ہو چکی تھی۔

ہیسٹنگز چودہ برس ہندوستان میں خدمتگزاری کے بعد ۱۷۶۴ء میں انگلستان واپس گیا اور وہاں چار سال رہنے کے بعد کونسل کے رکن دوم کی حیثیت سے مدراس بھیجا گیا۔ اس کی شادی ہو چکی تھی اور بی بی ہندوستان میں مرگئی تھی۔ جہاز پر جب

[1] پادریوں کی فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ نذرانے کی تعداد ۸۸۱ پونڈ سالانہ تھی۔

ہندوستان آتا تھا اُس سے اور مسز امہوف سے جان پہچان ہوئی ۔ یہ عورت ایک جرمن مصور کی زوجہ تھی جو ہندوستان میں دولت کمانے کے لیے آتا تھا۔ ہیسٹنگز کا تعلق اس عورت کے ساتھ قابل یادگار نہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اُس کو اُس کے شوہر سے مول لیا تھا۔ اس مردک میں اس قدر پاجی پن تھا کہ اُس عورت کے ساتھ پہلے مدراس میں اور پھر کلکتے میں رہا در حالیکہ جرمن عدالت میں مقدمہ اُس کی طلاق کا دائر تھا۔ جب طلاق ہوگئی تو ہیسٹنگز نے مسز امہوف سے نکاح کیا اور امہوف کو اُس کی بیحیائی کی قیمت کے طور پر دس ہزار پونڈ دے کر جرمنی واپس بھیج دیا۔

اس تزویج کی ابتدا اگرچہ مذموم تھی مگر نہایت ہی مبارک ہوئی ۔ میاں بیوی بیالیس برس یعنی ۱۷۷۷ء سے ۱۸۱۸ء تک جبکہ ہیسٹنگز فوت ہوا باہم محبت و الفت سے ایک دوسرے پر قربان اور خوب خوش و خرم رہے ۔

ہیسٹنگز کا مدراس میں ٹھیرنا تھوڑے دن ہوا اور کوئی حادثہ نہیں گزرا۔ وہ مئی ۱۷۷۱ء میں کلکتے کی کونسل کا صدر مقرر ہوا اور اسی سنہ کے اواخر میں مدراس سے روانہ ہو کے اپریل ۱۷۷۲ء میں کلکتے میں اجلاس کیا۔

۱۷۷۲ء اور جدید کونسل کے ۱۷۷۴ء میں پہنچنے کے درمیان ہیسٹنگز کو زیادہ تر

---

۱ ہیسٹنگز اور اُس کی دوسری بی بی کے حال میں سر گلیگ کہتا ہے "میں نے کبھی کوئی آوازہ تک نہیں سنا جو فریقین میں سے کسی کی عزت پر حرف لاتا ہو ۔ دونوں ایسے بلند حال تھے کہ اُنھوں نے وہ ضرر جس کا دفعیہ کبھی نہ ہو سکے ہرگز شوہر کو نہ پہنچایا ہوگا" اور آیا اُنھوں نے قاعدہ (ولنتی نون فت انجوریا) (یعنی چاہنے والے پر ضرر نہیں ہوتا یعنی اپنا ضرر چاہنے والے کو جو کوئی غیر ضرر پہنچا دے تو یہ ضرر عدالت کے نزدیک ضرر نہ سمجھا جائے گا ۔) پر عمل کیا یا نہیں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے دلچسپی نہیں مگر تائید میں اس مقولے کی کہ عمل کیا بہت کچھ کہا جا سکتا ہے ۔ ہیسٹنگز کے بہت سے خطوط بی بی کے نام کے (برٹش میوزیم) میں ہیں اور اُن سے منتخب کر کے حال میں مسٹر ٹراٹر نے بھی مشتہر کیے ہیں اور (ایکوسس آف اولڈ کلکتہ) میں بھی چھپے ہیں۔ یہ کچھ نہ کچھ عاشقانہ طور کے ہیں اور بعض عبارتیں ان کی بالکل میرے مذاق کی نہیں ہیں۔

دو امور کی فکر رہی۔ پہلا امر تو یہ تھا کہ جو دوعملی حکومت کہلاتی تھی اور جس کا تذکرہ میں اوپر کر چکا ہوں اُس کے مٹانے کی تدبیریں کیں اور دوسرا امر جنگ روہیلا تھا جس کا بیان میں بس اتنا کرنا چاہتا ہوں کہ ہیسٹنگز اور نواب وزیر کے درمیان جو معاہدہ بنارس میں ہوا تھا اسی کے نتیجے میں یہ جنگ ہوئی اور ۱۷۷۴ء کی ابتدا میں ختم ہو گئی۔

ہیسٹنگز کے شخصی حال کے بیان میں چند الفاظ کافی ہوں گے۔ اگر آدمی کی قابلیت کا مینار اُس کو قرار دیں کہ کس قدر کم ذرائع سے کیسے امور عظیمہ اُس نے حاصل کیے تو میں سمجھتا ہوں کہ اُس شخص کو اٹھارھویں صدی کے انگریزوں میں ضرور سب سے زیادہ لائق و قابل جاننا چاہیے۔ ۱۷۹۱ء میں اُس نے ایک حیرت انگیز تحریر پڑھی تھی اور اگر میں کبھی اس شخص کے الزام کی تاریخ لکھوں تو اس میں سے زیادہ انتخاب کروں گا۔ اس تحریر میں اُس نے لکھا تھا اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں بالکل سچ لکھا تھا کہ "سرکاری کاروبار کا جواب بنگالے میں موجود ہیں سب میرے بنائے ہوئے ہیں صرف وہ امور مستثنیٰ ہیں جو انگلستان کے بنائے ہوئے قوانین کے بموجب حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے عمل میں آئے۔ جو عملہ مالگزاری کی تحصیل و وصول کے لیے رکھا گیا اور بنگالہ و مضافات بنگالہ میں دیوانی و فوجداری کی جو عدالتیں مقرر ہوئیں اور صوبۂ بنارس کے لیے حکومت کی جو شکل تمام صیغہ ہائے مال و تجارت و عدالت و فوج مدافعتی Military defence کی بنائی گئی اور جو ترکیب صوبۂ اودھ کی حراست و حمایت کے لیے نکالی گئی اور جو کچھ سیاسی تعلقات و عہد و پیمان حکومت بنگالہ کے پیدا ہوئے سب میرے ایجاد ہیں"۔

بہت سے تعجب خیز خاص خاص نظائر کے تذکرے کے بعد اُس نے اپنا وہ کام بیان کیا جو اُس نے ہندوستان کی بیرونی سیاست کے بارے میں کیا تھا کہ "اوروں کی شجاعت سے تو حاصل ہوئی اور میں نے بڑھائی اور سدھاری اور مملکت کو ٹھیک کیا جس پر آپ وہاں قابض ہیں۔ میں نے اس کی حفاظت میں جرار لشکر بھیجے۔ مگر کفایت شعاری کے ساتھ۔ نامشہور اور دشمن مملکتوں میں آپ کے دیگر مقبوضات کی حمایت کی تاکہ ایک جگہ کھوئی ہوئی عزت کو حاصل کریں اور دوسری جگہ جو بالکل ہاتھ سے نکل گئی اور تباہ ہو گئی تھی اُس کو پھر قبضے میں لائیں۔ یہ سب میں نے آپ کو دے دیا۔

اور آپ نے مجھ کو یہ انعام دیا کہ میرا مال ضبط کیا۔ ذلت دی اور باقی ماندہ زندگی کے لیے مجھے ملزم بنا دیا۔"

جن مشکلوں میں ہیسٹنگز نے کامیابیاں حاصل کیں وہ مشکلات ایسے ہی لحاظ کے قابل ہیں جیسے کہ خود یہ کامیابیاں۔ اس کو وہ کام کرنا پڑے جو مطلق العنان بادشاہ کرتا ہے درانحالیکہ وہ واقعتاً و قانوناً صرف ایک معمولی شخص تھا جس کے کچھ بھی قانوناً مقرر شدہ اختیارات نہ تھے سوائے اُن اختیارات کے جو ایک تجارتی کمپنی کے کارپرداز ناظم کے ہوتے ہیں۔ اُس کے آقاؤں کے درمیان نہایت سخت اختلاف رہتا تھا اور گاہ گاہ غیر متعین طور پر اُس کی تائید کرتے تھے جب پارلیمنٹ کے قانون کی رو سے کسی قدر اختیارات حاصل ہوئے تو اُسے اپنے ہم عہدہ ارکان کو اُن اختیارات میں شریک کرنا پڑا اور یہ شرکا ہمیشہ ایک ایسی لڑائی میں اُس کے خلاف مصروف رہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ وہ بارہا اُسے قلت رائے میں مبتلا کر دیتے تھے۔ اُس کے انتظام کو الٹ دیتے تھے اور جن افسروں کو وہ مقرر کرتا ان کی جگہ پر دوسروں کو مامور کرتے تھے۔ ایک دقت اس کو اپنی کارروائی میں یہ تھی کہ اُس کو ان آدمیوں کے ذریعے سے کام کرنا پڑتا تھا جن کے مدنظر اپنے ذاتی نقدی نفع کے سوا کوئی چیز نہ ہوا اور اس ذاتی نفع کے روکنے کی طرف خاص کرکے توجہ ان لوگوں کی تھی جو انڈیا ہوس میں با اثر اشخاص تھے۔ پارلیمنٹ کو اس کی مدد کرنے کی اس قدر کم پروا تھی کہ دارالعوام میں ایک دفعہ یہ رائے ہوئی کہ کمپنی کو اُس کے واپس بلانے کے لیے کہا جائے۔ جو بے انتہا مسائل متعلق بہ مداخل و مخارج و فوج و سفارت و قانون اُس کے سامنے فیصلے کے لیے پیش ہوتے تھے، اُن کا فیصلہ گویا صرف اُس کو اپنی رائے سے بغیر کسی دوستانہ یا کسی معتمد علیہ کے مشورے کے کرنا ہوتا تھا۔ ان سب دقتوں کے ساتھ یہ ہمت نہیں ہارتا تھا اور کامیابی کے وسایل یا کم از کم خرابی سے بچنے کے ذرایع سوچنے سے وہ کبھی نہیں چوکتا تھا۔ نوع انسان میں وہ نہایت خوش مزاج، صحبتی اور زندہ دل تھا۔ رکزال کہتا ہے کہ اپنی خانگی معاشرت میں اس درجہ کھلنڈرا اور خوش طبع تھا جس کا تصور مشکل ہے۔ سیاسی امور کے تنغص کو اپنے گھر والوں کے دلوں پر نہیں آنے دیتا تھا۔ طبیعت کا ایسا ہلکا اور تغیر کا ایسا قبول کرنے والا تھا کہ جیسے ہی کونسل کے اجلاس کو چھوڑا جہاں اُس پر مخالف کے ہر طرح کے حملے اور اکثر شخصی تندی کے ساتھ ہوتے فوراً

ان سب رنج دہ واقعات کو بھلا کے صحبت میں یوں شریک ہوتا تھا جیسے ایک نوجوان جس کے پاس فکر کا کبھی گزر نہ ہوا ہو"

بہت کم ایسے اشخاص ہوں گے جن پر لوگ اس سے زیادہ دل و جان سے فدا ہوں اور اس سے محبت کریں۔ اس کی دلیل وہ خطوط ہیں جن میں اس کے دوستوں نے اُس کی موت کی خبر لکھی ہے۔ ایک خاتون اس کا ذکر کرتی ہے کہ "نوع انسان میں کامل ناز بردار دوست اور میری زندگی کا سدھارنے والا" ایک دوسری خاتون کہتی ہے کہ "اس محبوب و صابر مریض نے جو اخیر چیز پی وہ میں نے اُس کو دی تھی ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ جس کو پی کے اُس نے اپنا مبارک ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا کہ اس وقت اُس کی زبان بند ہو چکی تھی اور اس کا ذکر یوں کرتی ہے "جیسے ایک مخلص فرشتہ دوست" یہ غالباً ایسا صابر اور شیریں طبع تھا جیسا کوئی کبھی ہوا ہو اور یہ بھی اغلب ہے کہ اس سے زیادہ سختی سے کسی شخص کی طبیعت کی آزمائش نہیں ہوئی۔

برک اور اُس کے دوست جو عیوب اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اُن میں جہاں اور عیوب ہیں ایک عیب یہ بھی ہے کہ وہ انتہا کا بد۔ مکار۔ جابر۔ وحشی۔ رند ایک وحشی درندہ تھا جو مرے ہوؤں اور مرتے ہوؤں پر کونے میں مبیٹھ کے غرائے ناانصافی کا بڑا کپتان۔ چوٹٹا۔ ظالم۔ قزاق۔ دغا باز۔ عیار۔ خائن۔ یہ سب کچھ ہم اس کو کہتے ہیں اور ہم کو افسوس ہے کہ انگریزی زبان میں کافی الفاظ نہیں ہیں جو اس کے جرائم کی شناعت بیان ہو سکے وغیرہ وغیرہ۔ سروالٹر ریلے کو جہنم کا مکڑ کہا گیا ہے۔ یہ بات لارڈ کوک سے نازیبا اور حماقت کی تھی۔ اور اگر وہ اس مقدمے کا کارپرداز ہوتا تو اپنے فرض منصبی سے غفلت کا قصوروار ہوتا اگر اس قیدی کو جہنم کا مکڑ نہ کہتا" یقیناً برک نے گالی دینے کے فرض منصبی میں کوتاہی نہیں کی۔

بلا غیظ و غضب جو زیادہ سنجیدہ الزام ہیسٹنگز پر لگایا گیا وہ یہ ہے کہ یہ شخص بالکل بددیانت تھا[1] اور حوصلہ مندی کے جن اموریں اس کو کامیابی حاصل ہوئی

---

[1] ہیسٹنگز اور فرانسس کے فرق کو مسٹر پارکس مرحوم نے ہسٹری اینڈ ڈسکوری آف جونیس پر اپنے لکھے ہوئے رسالے میں یوں بیان کیا ہے۔ نمایاں اختلاف ان دونوں میں زیادہ تر

اُن کے کرنے میں اُس نے بے محابا اپنی زیرکی سے کام لیا اور موقع پر ظلم و مکر کا مرتکب ہوا۔ جو نکتہ چین سنجیدہ اور بلا غیظ و غضب ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ خاص معاشرت میں اس کی طبیعت غالباً لبھانے والی اور محبت پیدا کرنے والی تھی مگر اس کے ساتھ وہ روہیلوں کے استیصال کے لیے برطانیہ فوج کی خدمت فروخت کر سکا۔ اور اُس نے اُس قاعدے کے موافق عمل کیا کہ جب روپے کی ضرورت ہو تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا حق ہے کہ جس کسی کے پاس روپیہ ہو اُسے لوٹ لے اور اپنے تئیں بدنامی سے بچانے کے لیے امپی سے سازش کر کے اس جج سے نند کمار کو مروا ڈالا۔ اس رائے کی صحت کی کہ ہیسٹنگز کے اخلاق و اطوار ایسے تھے اس پر موقوف ہے کہ آیا یہ الزامات ثابت بھی ہوئے ہیں یا نہیں۔ میں صرف اخیر الزام کی بحث اس کتاب میں کروں گا۔

کونسل کے دیگر ارکان میں بہت زیادہ قابل لحاظ فرانسس تھا۔ یہ مسئلہ کہ آیا یہی مصنف "جونیس" کا تھا یا نہیں ایسا ہے جس کا فیصلہ نہیں ہوا اور جو لوگ چیستان پسند کرتے ہیں اُن کی خوشی کے لیے شاید کبھی حتمی طور سے متحقق نہ ہو گا[1]۔ یہ شخص

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہندوستان کی سیاست کے دو بڑے طریقوں پر تھا ایک حسب ضرورت عمل کرنا جس کی تائید ہیسٹنگز کرتا تھا کہ یہ طریقہ شخصی اور ملکی اقتدار بڑھانے کے لیے نہایت مفید ہوتا ہے دوسرا حق اور عدل کے مستحکم اصول پر چلنا جس کی پابندی فرانسس کو مدنظر تھی کہ یہی اصول اچھی حکومت کرنے کے ہیں۔ میری ویلس فرانسس جلد ۲ صفحہ ۴۰۔ اس بیان سے مجھ کو اتفاق نہیں۔ البتہ جو محدود الزام نہایت عام طور پر ہیسٹنگز پر لگایا جا سکتا ہے اُس کو اُس نے مختصر صورت پر لکھ دیا ہے۔

[1] میں نے اس مسئلے پر خوب غور نہیں کیا۔ جو دلائل لارڈ مکالے نے ہیسٹنگز والے مضمون میں پیش کیے ہیں کہ فرانسس اور جونیس ایک شخص تھا اُن کو دیکھ کے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ مکالے نے برہان اور وجوہ ظنی میں کافی طور پر فرق نہیں کیا (لائف آف فرانسس) حیات فرانسس مصنفہ مسٹر میری ویل میں اور بہت سی دلیلیں مذکور ہیں۔ مگر اس بارے میں میری دلیل ہاتھ کے لکھنے کی نشانی ہے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ کس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ کتاب ہے تو پھر کچھ بحث باقی نہ رہے گی۔ اگر یہ دو شخص تھے تو ان کے عادات و اخلاق میں البتہ بہت مشابہت تھی۔ سر الکزنڈر کاکبرن نے ہاتھ کے لکھنے کے مسئلے پر بہت توجہ کی اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ چند غیر مشتہر کاغذات اس بارے میں چھوڑ گیا۔

ہیسٹنگز اور امپی سے آٹھ برس چھوٹا تھا اس لیے کہ اکتوبر کی بائیس کو ۱۷۴۰ء میں پیدا ہوا تھا پس جب یہ کلکتے میں اکتوبر کی انیس کو ۱۷۷۴ء میں اترا تو اس کو چونتیس برس پورا کرنے میں تین دن باقی رہے ہوں گے۔ اگر یہ "جونیس" تھا تو ۱۷۶۹ء سے ۱۷۷۲ء تک خطوط "جونیس" کی تحریر میں مشغول رہا۔ اور اگر یہ جونیس کا نہ تھا تو اس کی کاروبار کی زندگی کو کہہ سکتے ہیں کہ اُس وقت شروع ہوئی جبکہ یہ کلکتے میں اترا اس لیے کہ اُس زمانے تک کوئی مستقل شغل اُس کا نہ ہوا تھا سوائے اس کے کہ دفتر جنگ میں ایک محرر کی خدمت پر رہا اور کیوں مقرر ہوا یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب کم از کم مسٹر میری ویل سے نہ ہو سکا اگرچہ اُس نے اس بارے میں سب طرح کے سنے سنائے قصے ذکر کیے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کسی پر یقین نہ تھا۔

فرانسس کے چال چلن کا چربہ لارڈ مکالے نے بہت خوبصورتی سے اُتارا ہے اور کہتا ہے کہ "جونیس" صاف طور پر اصلی حب وطن اور عالی ہمتی سے خالی نہ تھا۔ اس کے عیوب کمینوں کے سے نہ تھے۔ تاہم یہ ضرور انتہا درجے کا متکبر و مغرور آدمی رہا ہوگا وہ شرارت کی اس غلطی کی طرف مائل تھا کہ اپنی شرارت کو غلطی سے فیض رساں خوبی سمجھے "کیا تو اچھا کرتا ہے جو غصہ ہوتا ہے" یہ سوال قدیم زمانے میں ایک عبرانی نبی سے ہوا تھا اور اُنھوں نے جواب دیا کہ "ہاں! میں اچھا کرتا ہوں" بظاہر یہی طبیعت جو جونیس کی تھی۔ اور اسی سبب کی طرف ہم اس وحشیانہ سنگ دلی کو منسوب کرتے ہیں جس نے اُس کے چند خطوط کو بدنام کر دیا ہے۔ کوئی آدمی ایسا بے رحم نہیں ہے جیسا وہ شخص جو سخت دھوکے میں پڑ کے اپنی بدمزاجی کو اپنے فرائض سے تصور کرے۔ ہم کو یقین ہے کہ یہ سب بلا تغیر قلب فرانسس کی طبیعت کے بیان میں کہا جا سکتا ہے۔ مسٹر میری ویل[5] اس عبارت کو نقل کر کے اپنی تحریر میں درج کرتا ہے اور یہ اضافہ کرتا ہے کہ "اس بڑے نقص کے ساتھ ہی وہ متکبر اور نامہربان طبیعت کا شخص تھا" بہرصورت میں سمجھتا ہوں کہ اس قصے کے پڑھنے سے اُس کے ایک اہم مقام سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ فرانسس وحشیانہ سنگ دلی و دائمی کینہ وری کے عیوب کے علاوہ

---

[5] حیات فرانسس

چھوٹا۔ بے وفا اور بدنام کنندہ بھی تھا۔
کونسل کے دوسرے ارکان کے ذکر کی کچھ تھوڑی سی اور ضرورت ہے جنرل کلاورنگ[1] کا اثر پارلیمنٹ میں بہت تھا۔ مگر اس میں ذاتی صفات بہت نہ تھے وہ انتہا درجے کا جلد باز۔ سخت اور پلے سرے کا لڑاکا تھا۔ انگلستان سے روانہ ہونے کے پیشتر وہ ڈیوک آف ریچمنڈ سے لڑنے پر تیار ہوگیا تھا۔ ہندوستان میں پہنچنے کے چند ماہ بعد[2] یہ اپنے ہم عہدہ بارول سے درحقیقت لڑلیا۔ نند کمار کے بارے میں بحث کے وقت ایک مرتبہ ایسا معلوم ہوا کہ[3] ہیسٹنگز سے مدرسے کے لڑکوں کی طرح لڑ پڑے گا نہ کہ ڈوئل لڑنے والوں کی طرح مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا طریقہ اُن تمام امور میں جواب بیان کیے جانے والے ہیں، ایک جلد باز اور تند خو شخص کا سا تھا جس میں کچھ اصلی استعداد نہ ہو۔ مانسن[4] کا حال تو اور بھی کم قابل بیان ہے؛

[1] برک جب رشوت کا مقدمہ ہیسٹنگز کی نسبت پیش کرنے لگا تو شروع شروع میں اُس نے اُس کے چال چلن کی مدح بہت موٹے موٹے الفاظ سے کی (اسپیچس جلد ۲ صفحہ ۶۶)

[2] اس بارے میں ایک خط (سر بارول) کا بنام اُس کی بہن کے مورخہ ۱۷ مئی ۱۷۷۵ء موجود ہے۔ اس واقعے کی کیفیت جو اُس نے لکھی اُس میں درج ہے اور یہ خط باب ہفدہم میں ملے گا۔

[3] آگے صفحات ۶۲ و ۶۳ ملاحظہ ہوں (کانسل منٹس) میں ایک اس کے اور جھگڑے کی عجیب نقل موجود ہے کہ کوئی شخص ساکن سیرام پور تھا اس کے ساتھ اُس نے لڑنے سے انکار کیا یہ کہہ کے کہ یہ بھلا آدمی نہیں ہے بلکہ جاسوس ہے۔

[4] (امپی) نے جو ایک خط (لارڈ الفرڈ) کو جنوری ۱۷۷۸ء میں کلکتے کے وکلا و بیرسٹر وں اور ان کے مرتبے اور توقعات کے بارے میں لکھا اُس میں یہ بیان کرتا ہے کہ مسٹر ایک بھلے آدمی نے جس کا نام فرر ہے انھی سے بڑی دولت حاصل کرلی ہے اور حاصل کرنے کا موقع یہ ملا کہ اس کے یہاں پہنچنے کے ساتھ ہی اس کے نصیب سے چند واقعے پیش آئے اور اس کی (یہاں ناقابل خواندگی) اور اُس کی ترقی (سر جی کلاورنگ) اور (مسٹر منسن) نے چاہی۔ اس کامیابی سے اس کی سرگرمی سست ہوگئی۔ قابلیت تو اس میں بہت کام کرنے کی ہے مگر عدالت میں آنا گویا چھوڑ دیا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ اُس کا قصد اس ملک میں بہت رہنے کا نہیں ہے (خطوط امپی) میں نے چاروں (اِنس آف کورٹ) میں تلاش کرائی مگر اُس کے بیرسٹر ہونے کی سند نہ پائی۔ البتہ یہ وکالت پیشہ خاندان میں سے تھا کہ میرے دوستوں (مسٹر اس فرر) اور دونوں نامبردار دو بھائیوں (مسٹر ڈبلیو جے فرر) اور (اف ڈبلیو فرر) کے دادا کا یہ بھائی تھا۔

مگر میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ یہ مسٹر فررر کو اپنا معتمد بنا کر لے گیا، جو اس کی سعی سے صدر عدالت کا وکیل مقرر ہو گیا۔ مسٹر فررر بڑی لیاقت کا آدمی تھا اور اپنے پیشے سے خوب واقف تھا۔ اس نے عدالت میں نند کمار کی طرف سے پیروی کی اور مقدمہ چلانے والی مجلس کے سامنے گواہی دی جس کا میں اکثر مقامات پر حوالہ دوں گا۔ اس نے چار سال کی مختلف مدت میں بڑی دولت حاصل کی بعد ازاں انگلستان واپس گیا اور آخر کار پارلیمنٹ میں شریک ہو گیا۔

باقی کونسل کے رکن بارول میں بڑی لیاقت تھی کم از کم اس کے چند خطوط سے میری یہ رائے قائم ہوئی ہے۔ اُس نے بے انتہا دولت حاصل کی اور اسی امر سے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے منصبی کام میں بے لوث نہ تھا۔ اُس کے شخصی عادات پر بھی شبہہ کیا گیا ہے۔ اس کے خطوط زیادہ تر تجارتی معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک عجیب نکتہ ہے۔ یہ اپنی بہن کو سمجھاتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ ہندوستانیوں کے نام سے یہ معاملات کر کے میں نے اُس حکم کی تعمیل کی کہ کمپنی کے ملازمین اس طرح کے معاملات سے تعلق پیدا نہ کریں۔ وہ کہتا ہے کہ درحقیقت یہی اُس حکم کے مطلب کی تعمیل ہے۔ اس لیے کہ اس حکم سے مقصود یہ تھا کہ انگریز تاجر کو ظلم کرنے سے روکا جائے چونکہ "کلکتے" کے باہر اس پر کسی طرح کی قانونی روک نہیں رہتی تھی برخلاف ہندوستانیوں کے جن کے نام سے اُس نے معاملہ کیا۔ یہ عذر لنگ ہے مگر عجیب ہے۔ میں نے اس کتاب[1] کے آخر میں ایک جداگانہ باب میں اس کے چند خطوط چھپوائے ہیں اس وجہ سے کہ ان کا مضمون خود مفید ہے اور اس سبب سے کہ اُن سے اس شخص کی رائے چند اُن امور کے بارے میں معلوم ہوتی ہے جن کا تعلق تاریخ سے ہے۔ بس اس قدر ہیسٹنگز اور اُس کے مشیر کار

---

[1] اس کی بداعمالی کی بابت (دایکوز آف اولڈ کلکتہ) کے ۱۳۱ صفحے کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ اُس کی آوارگی کے بارے میں ۲۰۵ صفحے کا حاشیہ ملاحظہ ہو۔ اس حاشیے میں ایک جگہ ایسی عبارت کی نقل ہے جس سے بنظر تحقیق تشریح کیے جانے پر ایسی ہی برائی کی نسبت ہیسٹنگز کے چال چلن کی طرف کم از کم اُس کے ابتدائی عمر کے چال چلن کی طرف نکلتی ہے مگر میں سمجھتا ہوں ضمیر میں ضرور غلطی ہوئی ہوگی اور (لارڈ کالدیو) کا درحقیقت مطلب (بارول) نہ کہ ہیسٹنگز کی تذلیل کرنا تھا۔

اُن کی بابت کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اب میں ایسے ہی اختصار کے ساتھ صدر عدالت کے ججوں کا تذکرہ کرنا چاہتا ہوں سر ایلیجا امپی میر مجلس اور چیمبرس لیمسٹر اور ہائیڈ تین ارکان تھے۔

سر ایلیجا امپی[۵۱] ہیمر اسمتھ میں ۱۳ جون ۱۷۳۲ء کو پیدا ہوا۔ ایک دولتمند تاجر کا یہ تیسرا بیٹا تھا۔ ۱۷۳۹ء میں وسٹ منسٹر[۵۲] بھیجا گیا جہاں[۵۳] ۱۷۵۱ء تک رہا۔ دسمبر ۱۷۵۱ء میں کیمبرج ٹرنٹی کالج میں گیا اور اسی زمانے میں لنکونس ان میں بطور ایک طالب علم کے داخل ہوا۔ ۱۷۵۶ء میں اعلیٰ جماعت اول میں دوسرا اور چانسلر کے امتحان میں بھی دوسرا نکلا۔ ۱۷۵۶ء میں بیرسٹر بنا اور ۱۷۵۷ء میں ٹرنٹی کالج کا فیلو منتخب ہوا۔ یہ انتخاب ایسا ہوا کہ چاہیے تھا۔ لارڈ مکالے اس کا لحاظ رکھتا۔ اس لیے کہ کوئی ستر برس بعد یہ خود بھی اس اعزاز سے مشرف ہوا تھا۔ وسٹرسرکٹ (مغربی احاطہ) میں امپی نے وکالت کی اور بقول اس کے بیٹے کے کامیابی کے ساتھ۔ ایڈولفس کہتا ہے کہ یہ ایک اُن کونسلیوں میں تھا جن کے ذریعے سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ۱۷۷۲ء میں ایک قانون کے مسودے کی مخالفت میں گفتگو کی جو کمپنی کو ہندوستان میں ناظروں کے بھیجنے سے روکتا تھا۔

جب حسب منشا ایکٹ ۱۳ جلوس جارج سوم فصل ۶۳ (سوپریم کورٹ) اعلیٰ عدالت کلکتے میں قائم ہوئی تو اس شخص کو جیسا اُس کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے لارڈ تھرلو نے جو ۱۷۷۸ء میں چانسلر تھا۔ تھرلو کی سفارش سے جو اُس زمانے میں صدر وکیل سرکار تھا مقرر کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے تئیں تھرلو کا ایسا احسانمند سمجھتا تھا کہ سات برس تک جب اُس کو موقع ملا تھرلو کو خط لکھا گیا حالانکہ تھرلو نے اس مدت مدید میں اُن خطوں میں سے ایک کا بھی جواب نہیں دیا۔

امپی تین اور عدالت عظمیٰ کے ججوں کے ساتھ انگلستان سے ہندوستان کو

---

۵۱ یادگار (Memoir) صفحہ ۲۔

۵۲ " " صفحہ ۶ و ۱۳

۵۳ " " صفحہ ۹ (مسٹر امپی) اپنے علمی خطاب کو کہتا ہے کہ (جونیئر رنگلر) کا تھا۔ یہ الفاظ کیمبرج کے پڑھے ہوئے شخص کے کان میں عجیب وحشیانہ معلوم ہوتے ہیں۔

اپریل ۱۷۷۴ء میں روانہ ہوا اور ۱۹ اکتوبر کو کلکتے پہنچا۔

اگر امپی کا حال مکالے کا لکھا ہوا باور کیا جائے تو یہ شخص ضرور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ نفرت انگیز اور ذلیل ہوگا کہ نہایت مکروہ خطاؤں کا مرتکب ہوتا تھا جن کا باعث یا تو کوئی نہایت رکیک مقصد ہو یا کچھ بھی نہ ہو۔ اس لیے کہ اگر یہ رائے صحیح ہے تو صرف بے فائدہ ہیسٹنگز کے خوش کرنے کے لیے اُس نے نہایت لعنت کے قابل قتل عمد کر کے یعنی جج ہو کر قانونی صورت پر خون کر کے کام شروع کیا اور بلا وجہ ظاہر بنگالے بھر میں ظلم اور جبر کی رسم جاری کرنے لگا اور چاہا کہ اپنے ساتھی ججوں سے مل کے تمام اُس بڑے ملک کی جو فورٹ ولیم کے احاطے کے اندر تھا اعلیٰ حکومت غصب کر لے مگر پینے انتہا رشوت لے کے اپنے اس مکروہ ارادے سے دست بردار ہوا اور جن جرائم کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُن کا ارتکاب اودھ میں ہیسٹنگز کے حکم سے ہوا تھا اُن میں یہ ممد و معاون صرف اس وجہ سے ہوا کہ کوئی چیز بیان سے باہر دل کو فریفتہ کرنے والی (ہم ضرور سمجھیں گے) کہ رسوائی کی خاص عفونت کے ساتھ موجود تھی جس کا حاصل کرنا لکھنؤ میں منظور تھا۔ المختصر یہ شخص ایک بھتنا انسان کی شکل میں تھا اور بھتنا بھی کیسا کہ بہت ذلیل۔

جو اشخاص کہ زندگی کے ممتاز مراتب پر فائز ہیں اور اُن کا مجھ کو ذاتی تجربہ ہوا ہے ان میں میں نے کوئی عفریت صورت انسان نہیں پایا اور نہ ویسے دو رنگے عجیب الخلقت لوگوں میں سے کوئی مجھ کو ملا کہ مثل گڈریے کی کملی کے آدھی سیاہ آدھی سفید ہوں جن کا ذکر مکالے کی تاریخوں میں بکثرت مندرج ہے اور یہ اُن نہایت دل خوش کن کتابوں کے عیوب میں سے ایک بڑا نقص ہے۔ امپی کے حال پر روشنی ڈالنے والی چیزوں میں سے جہاں تک مجھ کو دستیاب ہوئیں ہر ایک کو میں نے پڑھا ہے اور مجھ پر ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے ہم نشینوں کی نسبت جزوی یا کلی حیثیت سے نہ بہت زیادہ سفید تھا اور نہ بہت زیادہ سیاہ۔ بلکہ جیسے اور بہت جج تھے جن کا مجھ کو علم ہے ویسا ہی یہ بھی تھا۔ خاصکر دلچسپی کے قابل نہ تھا اور ہر طور پر بہ نسبت ہیسٹنگز کے بہت چھوٹا آدمی تھا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے قانون کی عمدہ تعلیم اور عام طرز کی تعلیم بھی پائی تھی۔ اُس کا زور طبع اور دلیری قابل دید تھی اور بہت بڑی قابلیت کچھ عام طور کی رکھتا تھا۔ اس کے تمام خطوط اور خانگی کاغذات میں نے سب پڑھ ڈالے ہیں اور ان میں میں نے کہیں نشان بھی

رشوت خوری کا نہیں پایا۔ اگرچہ ذاتی منفعت کی فکر اس کو بہت سخت اور بالکل بمقتضائے طبع تھی تاہم معلوم ہوتا ہے کہ عام بہبودی کے خیال میں بھی اس نے بڑا حصہ لیا تھا۔ یہ شخص ایک جوشیلا دل سوز دوستوں کا گرویدہ شخص تھا مگر ذرا بھی ایسا نہ تھا کہ کسی کے قابو میں ہو یا کسی کی فرماں برداری کرے اور ہیسٹنگز کی تو بیشک نہیں جس کے ساتھ اُس کا ایک دفعہ سخت جھگڑا بھی ہوا تھا۔ کوئی خاص کر کے بڑی یا اچھی بات تو اس میں نہ تھی مگر اس طرح میں اُس کے عام اوضاع و اطوار میں کوئی برائی یا خوبی نہیں دیکھتا ہوں جس کی وجہ سے میں اُن دہشت ناک جرائم کا جن کی نسبت اُس کی طرف کی گئی ہے اُس کو مرتکب ہونا باور کروں جس طرح میں خود اپنے ہم جنسیت عہدہ داروں میں سے کسی پر ایسے افعال شنیع کے شبہے کا کوئی سبب نہیں پاتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مختلف معاملات میں جو کارروائی اُس نے کی اور جس پر اعتراض ہوئے اگر وہ پورے غور سے دیکھی جائے تو ظاہر ہوگا کہ اگر اس کی کل کارروائی درست نہ ٹھیرے تب بھی کم از کم اُن بڑے الزامات سے جن کی تہمت اُس پر مکالے نے لگائی ہے اُس کو بعزت تمام بری کرنا چاہیے۔ اپنے قوی دشمنوں پر فتح پانے کے بعد اُس کی زندگی کا جو کچھ بیان اُس کے بیٹے نے کیا ہے وہ دل خوش کُن ہے۔ اُس پر تہمت لگانے کی ناکام کوشش ہونے کے بعد یہ اکیس برس زندہ رہا اور ۷۷ برس کے سن میں یکم اکتوبر ۱۸۰۹ء کو انتقال کیا۔ اس مدت میں اُس کی معاشرت ایسی تھی جیسے ایک کامل تربیت یافتہ آدمی کی ہوتی ہے۔ اس کے بیٹے کو اس سے بظاہر ایسی گہری اور سچی محبت تھی جس سے دونوں کی بہت تعریف نکلتی ہے۔

تین چھوٹے ججوں کے حال میں چند ہی الفاظ کافی ہوں گے۔ ان سب میں چیمبرس نہایت ممتاز تھا وہ کلب کا رکن اور ڈاکٹر جانسن کا دوست اور آکسفورڈ میں قانون کا وینیرین پروفیسر تھا۔ وہ امپی کا قائم مقام ہوا اور معلوم ہوتا ہے کہ جب کونسل اور عدالت کے درمیان ابتدائی سوالات ہوتے تھے تو فرانسس اس کو کونسل کا طرفدار سمجھتا تھا مگر بے وفائی یا بے دلی کے ساتھ۔ اس ٹکڑے میں جسے میں نے اوپر نقل کیا ہے[1]۔ فرانسس توڑ مروڑ کر کہتا ہے کہ چیمبرس ان کے عام ارادوں اور فیصلوں میں خاص کر فوگ اور

[1] میری ویل: "فرانسس" جلد دوم صفحہ ۵۷۔

قتل نندکمار کے فیصلے میں اس کا ہم کو اس طرح چھوڑ دینا اور پھر بظاہر ناخوشی سے ہم کو مجرم قرار دینا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی دوست اپنے قصور کا اعتراف کرتا ہو اور اس امر نے ہم کو شاید اوروں کی کھلی ہوئی دشمنی سے زیادہ ضرر پہنچایا۔ یورپ واپس جانے کے بعد فرانسس نے چیمبرس سے مخاصمانہ خط و کتابت رکھی۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ چند موقعوں پر چیمبرس نے سستی سے کام کیا اور اس امر کو گلبرٹ اور فاکس[۱] دونوں نے مانا ہے اور جبکہ امپی کے الزام کا مباحثہ ہو رہا تھا اُسے بیان کیا ہے۔

لیمیسٹر کی نسبت مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنگ دل متکبر برافروختہ مزاج تھا اور ہائیڈ کی تعریف میں کچھ ذرا سا کہا جا سکتا ہے۔ امپی اپنے ان خطوط میں سے جو تھرلو کے نام تھے۔ ایک خط[۲] میں لیمیسٹر اور ہائیڈ کی سخت شکایت کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ انھوں نے عدالت کے اُس حکم کی بڑے زور سے مزاحمت کی جس کا منشا یہ تھا کہ عدالت عالیہ مالگزاری کی تحصیل میں دخل دینے سے رکے۔ اس خط میں یہ عجیب عبارت درج ہے کہ "جس اصول پر اس حکم کی بنا ہے اُس میں ذرا بھی شک نہیں کر سکتا ہوں یعنی کمپنی کو پورا حق ہے کہ مالگزاری کے بقایا کو اپنے ہی افسروں کے ذریعے سے اپنی ہی کچہریوں میں وصول کیا کرے اس حکم کی مخالفت اس خیال سے ہے کہ باقیات صرف صدر عدالت میں وصول کے قابل ہیں"

---

۱ کلکتے کے ایک مسخرہ اخبار "ہیکیس گزٹ" نے اس شخص کو سرونٹ ریلائٹ کا خطاب دیا تھا امپی کے خطوط میں سے ایک خط میں ہکی کا حال مذکور ہے۔ امپی سے اور اُس سے پہلے جان پہچان سفری دورہ (وسٹرن سرکٹ) پر ہوئی کہ یہ سرجنٹ ڈیوی کا منشی تھا۔ ڈیوی اس وقت دورہ کرنے والے حکام کے سرداروں میں سے ضرور ہوگا۔ اور اپنے زمانے میں ایک مشہور آدمی تھا۔ ۱۷۷۰ء میں جیشی سمرسٹ کے بڑے مقدمے میں یہ سرداری ڈنگ کا حاکم رہا [۲۰ اسٹیٹ ٹرائلیس ۷۶] اور دوسرے بڑے مقدمات بھی کیے۔ ہکی کلکتے میں ازحد مشہور تھا۔

(اکوس آف اولڈ کلکتہ (Echoes of old calcutta) کے صفحات ۱۵۵-۱۹۲ ملاحظہ ہوں۔

۲ خط امپی بنام تھرلو۔ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۷۷۶ء [مکاتیات امپی]۔

یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم انسانی قوت کے ساتھ اس طریقے پر جس پر ہم کو چلنا ضروری ہے ان باقیات کے سو میں سے ایک حصے کا بھی تصفیہ کر سکیں۔ پس گویا سوال یہ ہوا کہ آیا مالگزاری وصول کی جائے یا نہ کی جائے، میں یہ نہیں کہتا کہ حال کا طریقہ ناقابل اعتراض ہے۔ موجودہ خرابیوں میں جن کی اصلاح میں چاہتا ہوں کہ ہقنن کریں میسٹر کے عادات و اطوار کا تو میں کچھ حساب نہیں دے سکتا اور ہائڈ کے بارے میں مجھے اس کی اگلی بیماری* کے پھر ہو جانے کا بہت خوف ہے مگر یہ ایسا نازک امر ہے جس کا تذکرہ نہ کرنا چاہیے۔ یہ شخص ہمہ تن لیمیسٹر کے کاموں میں ہے جو شاید سمجھتا ہے کہ لارڈ سنڈوچ کو جس کو یہ اپنا مربی سمجھتا ہے کمپنی کی مخالفت کرنے سے خوش کرے گا۔ تم نے مجھے ہائڈ کی بابت جو لکھا اس کا خیال مجھ کو بھی اکثر آتا ہے۔ یہ شخص ایماندار ہے مگر بہت بنا ٹھنا رہتا ہے۔ اس کی زبان رکتی ہی نہیں اور اس میں فخر اور خود نمائی اتنی ہے کہ اتنی میں نے مشرق کے لوگوں میں بھی نہیں دیکھی۔"

ڈننگ [۵۱] کے نام کے خط میں امپی کوئی ایک برس بعد لکھتا ہے کہ روزمرہ کی آزمائش سے ہائڈ کے بارے میں تمھاری پیشین گوئی کی مجھے زیادہ سے زیادہ تصدیق ہوتی جاتی ہے۔ لیمیسٹر [۵۲] از حد جوشیلا ہے۔ ان دونوں نے اپنے تئیں میرے پورے مقابلے پر ہر امر میں کھڑا کر رکھا ہے۔ ہائڈ تو اجلاس پر گالیاں دیتا ہے مگر میں نے کبھی برافروختہ ہو کر جواب نہیں دیا۔ اس کے برعکس چیمبرس مجھ کو مدد دیتا ہے اور میرے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے۔ ہائڈ اور لیمیسٹر کی مجھ سے بدمزگی کا سبب صرف یہ ہے کہ ان کا میں اس رائے میں شریک نہیں ہوں کہ مالگزاری کی تحصیل کمپنی کے افسروں کے ذریعے سے موقوف کی جائے۔"

یہ خطوط معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ہائڈ اپنے حواس میں

---

* جنون۔ مترجم۔

۵۱ خط امپی بنام ڈننگ، مورخہ ۳۰ اگست ۱۷۷۵ء [مکاتبات امپی]۔

۵۲ یہاں الفاظ اسند اسکریلس اور اسند اسکریلس آن دی بینچ نکال ڈالے گئے ہیں (برٹش میوزیم) میں جو یہ خطوط ہیں تو وہ ان خطوط کے مسودات ہیں جن کو امپی نے محفوظ رکھا ہے۔

نہ تھا اور ان سے امپی کے اطوار و کردار کا بہت بڑا پتا چلتا ہے اس لیے کہ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جیسا کونسل میں ویسا ہی عدالت میں تفرقہ تھا اور یہ کہ امپی کسی طرح عدالت میں اُس مرتبے پر نہ تھا جس کی نسبت اُس کے دشمنوں نے اُس کی طرف بعد کو کی۔ اس بات کا ایک امر اہم ہونا بعد ازیں ظاہر ہوگا۔

نندکمار اُن اشخاص میں آخر ہے جن کا تذکرہ میں کروں گا۔ اس کی کارگذاری کے اور اس کے اخلاق کے جو امور بہت پتا بتانے والے ہیں وہ کافی طور سے مشہور ہیں۔ ۱۷۵۶ء میں ہوگلی کا حاکم تھا جبکہ سراج الدولہ نے کلکتے کو لیا۔ بعد ازاں کمپنی نے اس کو بجائے ہیسٹنگز کے بردوان و ندیہ و ہوگلی کا کلکٹر مقرر کیا[۵۱]۔ ۱۷۶۵ء میں اُس نے نائب صوبہ یعنی نائب نواب بنگالہ کا عہدہ ماتحت نجم الدولہ کے پایا جس کو کمپنی نے نام کے نواب میر قاسم کو نکال کے مقرر کیا تھا۔ خود نواب کے کہنے سے یہ تقرر ہوا تھا مگر نندکمار کے عادات و اطوار ایسے بُرے تھے کہ تھوڑے دن بعد اُس کو اس عہدے سے کونسل نے برطرف کر دیا۔ اور اس کی جگہ محمد رضا خاں مقرر ہوا۔ اس کے بعد چند سال تک وہ کیا کرتا رہا اس کی تفصیل ظاہر نہیں ہوتی البتہ ہیسٹنگز ایک دقیق مراسلے میں کمپنی کے ڈائرکٹروں کو ستمبر[۵۲] ۱۷۷۲ء میں لکھتا ہے کہ ”۱۷۵۹ء سے لے کر ۱۷۶۴ء تک جبکہ میں بنگالے سے روانہ ہوا اس آدمی کے اغراض و منصوبات کے مقابلہ کرنے میں برابر میں مصروف رہا چونکہ میں نے سمجھ لیا تھا کہ یہ شخص میرے مالکوں کی بہبودی کے مخالف ہے اور اس جھگڑے کے دوران میں میں نے اس کی بدخواہی کی علامتیں ایسی کافی پائیں کہ اگر میں غیظ و غضب کو اُن فرائض پر غالب ہونے دیتا جو کمپنی کے مجھ پر واجب ہیں تو میں اس شخص کا دائمی دشمن ہو جاتا“[۵۳]

جب ہیسٹنگز ۱۷۷۲ء میں صدر مقرر ہوا تو کمپنی نے نائبان صوبہ کی معزولی کا ارادہ

---

۵۱ (ل) جلد سوم صفحہ ۱۹۴ - (گلیگ) کی جلد اول صفحات ۶۲ - ۶۹ میں ہیسٹنگز اور کلائیو کی مراسلت نندکمار کے تقرر کے بارے میں درج ہے۔

۵۲ (ل) جلد سوم صفحہ ۲۵۳۔

۵۳ گلیگ جلد اول صفحہ ۲۵۲۔

دیوانی کرنے کا حتمی فیصلہ کر کے ہیسٹنگز کے پاس[1] حکم بھیجا کہ محمد رضا خاں کو گرفتار کر کے جو اُس نے اپنے عہد حکومت میں بدعنوانیاں کی ہیں اُن کی بابت اس پر مقدمہ دائر کرے۔ ہیسٹنگز[2] کو یہ بھی حکم ملا تھا کہ اس مطلب کے لیے نندکمار سے کام لے اور اگر اس سے کار براری ہو تو اُس کو انعام دے مگر کوئی عہدہ یا اختیار اس کے تفویض نہ کرے۔ نندکمار نے اپنے عہدے پر پھر سرفراز ہونے کی امید سے محمد رضا خاں پر الزام لگانے میں ہیسٹنگز کی نہایت مدد کی مگر آخر میں اُس کو ناامیدی ہوئی اس لیے کہ محمد رضا خاں بری ٹھیرا اور اُس کا عہدہ موقوف ہوا تاہم نندکمار کو کارگزاری کا صلہ ملا کہ اُس کا بیٹا راجہ گرداس اس کام کے لیے صوبہ دار کی خانگی دیوانی کے عہدے پر مقرر ہوا۔

[1] ان کا مراسلہ مورخہ ۲۸ اگست ۱۷۷۱ء ملاحظہ ہو۔ [گلیگ جلد اول صفحہ ۲۲۱]۔

[2] اس حکم کی عبارت حسب ذیل ہے: ہم بے اس امر کے تم سے کہے صبر نہیں آتا کہ جو نندکمار اس نائب کے انتظام کے بارے میں خبر دے سکے اُس کو تم کام میں لانا۔ درحالیکہ اس نائب سے نندکمار کا حسد کرنا معلوم ہے تو اُس کی کارروائیوں میں سے جو کچھ اس کے علم میں ہے بے تامل سب بتا دے گا اور ہم کو یقین ہے کہ اس نائب کے کردار میں سے کوئی جزو جو قابل غور ہو اُس کے ہوشیار حاسد و رقیب کی غائر نظر سے بچ نہ رہا ہوگا۔ لہذا ہم کو شک نہیں کہ محمد رضا خاں کے انتظام کی تفتیش میں نندکمار کی قابلیت و میلان طبع سے کامیابی کے ساتھ کام لیا جا سکے گا اور کوئی خیانت یا فریب یا تصرف بیجا جو اُس نے بحیثیت نائب دیوانی یا پے در پے صوبہ داروں کے ماتحت رہ کے لیا ہوگا ظاہر ہو جائے گا۔ اور درحالیکہ ہم کو یقین ہے کہ نندکمار کی زیرکی سے تم حسب ضرورت کام لوگے تاہم تمھارے حزم و ہوشیاری پر ہم کو ایسا اعتماد ہے کہ ہم نہیں ڈرتے اگر کوئی پوشیدہ تحریک یا تدبیر کی جائے جس سے نندکمار اُس شخص کی بد انتظامی منکشف کرنے پر آمادہ کیا جائے جس کا اقتدار باعث اُس کے حسد کا ہوا ہے اور جس کا عہدہ لے لینا اُس کو مدنظر ہے اس لیے کہ ہم یہ اطمینان کامل سمجھتے ہیں کہ تم اُس کی طبیعت اور فطرت سے ایسے خوب واقف ہو کہ تم اُس کو ایسا کوئی با اقتدار عہدہ نہ دو گے جس سے اُس کو اپنی ترقی کا موقع ملے یا جس سے کمپنی کا ضرر متصور ہو۔ اگرچہ ہم نے ضروری سمجھ کے یہ تم سے کہہ دیا ہے کہ نندکمار کے ہاتھ میں حکومت و اقتدار دینا ہم کو گوارا نہیں ہے تاہم اگر اُس کی مخبری اور مدد سے محمد رضا خاں کے کردار کی تفتیش میں تمھارا کچھ کام نکلے تو جس قدر اس کی محنت ہو جہاں تک اس کی خدمت سزاوار ہو اُس کی تم تقویت کرنا اور صلہ دینا (گلیگ جلد صفحہ ۲۲۲-۲۲۳)۔

یہ عہدہ ایک شعبہ تھا اُس عہدے[۱] کا جس پر محمد رضا خاں فائز ہوا تھا اور دوسرا شعبہ جو اس نواب کی حفاظت ذات کا تھا منی بیگم بیوۂ میر جعفر کو دیا گیا۔ آخر الذکر تقررات کے متعلق نندکمار نے ہیسٹنگز پر رشوت کا الزام لگایا تھا۔

---

[۱] ان عہدوں کا سمجھنا بالکل چیستان ہے۔ میری سمجھ میں جو ان کی ترتیب و تفصیل آتی ہے نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی۔ لحاظ رہے کہ نائب اور نیاب یا نواب ایک ہی لفظ ہے بمعنی عوض کے۔ نواب جس کا انگریزی میں املا نباب ہے تعظیمی جمع نائب کی ہے اور فرق ایسا ہے جیسا فرق تو اور تم میں۔

درجہ اول سلطان۔

درجہ دوم۔ صوبہ دار بنگالہ جس کے عہدے میں داخل تھی۔

(ا) دیوانی یعنی انتظام خراج و عدل گستری مدنی۔

(ب) نظامت یعنی حکومت فوجی و عدالت تعزیری۔

بنگالے میں یہ دونوں خدمتیں ایک شخص کے تفویض تھیں اور سلطنت مغلیہ کے اور صوبوں میں جدا جدا شخص ہوتے تھے۔ فروری ۱۷۶۵ء میں نجم الدولہ نے جو نام کو صوبہ دار تھا کمپنی کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا جس کی رو سے کمپنی کو اُس کے اختیارات کی تعمیل کرنے کا حق حاصل ہوا۔ اگست ۱۷۶۵ء میں شاہ عالم بادشاہ نے دیوانی عنایت کی۔ اس طرح کمپنی نے دیوانی بادشاہ سے اور نظامت صوبہ دار سے لی۔ اور ان امتیازات کی بنا پر۔

درجۂ سوم۔ نائب صوبہ دار بنگالہ (باستثنائے بہار) مقرر کیا۔ اس کے عہدہ میں داخل تھی۔

(ا) کمپنی کی طرف سے نیابت دیوانی۔

(ب) صوبہ دار بنگالہ کی طرف سے نیابت ناظم بنگالہ۔ نائب ناظم کے عہدے میں شامل تھی۔

(ا) نظامت یعنی تعزیری عدل گستری۔

(ب) ۱۔ نواب کی ذات کی حفاظت۔ ۲۔ جو رقم اُس کے اور اُس کی سرکار کے مد خرچ کے لیے مقرر تھی اس کے مصارف کی نگہداشت۔ جب محمد رضا خاں نائب صوبہ دار کے عہدے پر نہ رہا تو اُس کی خدمتوں میں سے اس قدر کام جتنا نائب دیوان سے متعلق تھا بنگال کے فرنگی افسروں کے تفویض ہوا۔ اور جتنا کام خاص نظامت کے متعلق تھا کچھ مدت بعد پھر اُس کو مل گیا اور صوبہ دار کی ذات کی حفاظت منی بیگم کو اور مصارف کی نگہداشت راجہ گرداس کے حوالے ہوئی۔

نندکمار کے اخلاق و اطوار کو مکالے نے ایک ایسی بلاغت کی عبارت میں بیان کیا ہے جس کی نسبت میں سمجھتا ہوں کہ اس کی قوت بیانی اُس قوت امتیازی پر جو اُس نے اور لوگوں کے چال چلن کے بیانات میں دکھائی ہے زیادہ غالب آگئی ہے۔ نندکمار کے اخلاق و اطوار کافی طور پر صاف نمایاں ہیں۔ اس میں شک ہو سکتا ہے کہ آیا اس سے زیادہ اخلاقی خرابیوں میں بھی کسی انسان نے اپنی زندگی بسر کی ہو۔ انسان کی تواریخ کے نہایت کالے نقشوں میں سے ایک نقشے کو سلطنت مغلیہ کے اضمحلال کا زمانہ دکھایا ہے۔ بے حیا وحشیانہ تعدی، بے فیصلے کے خوں ریز لڑائی، بے انتہا سازشیں اور دغا بازیاں۔ یورپ کی بڑی لڑائیوں میں ہمیشہ ایک چیز ایسی رہی ہے جو کچھ نہ کچھ ہمت اکسانے والی ہوتی ہے اور جس کے لیے لڑنا شرافت کا نشان ہے جیسے دین یا طرز حکومت یا جدید قوموں کی ترقی یا زبردست سیاسی ترکیب مگر ہندوستان کی لڑائیوں میں اٹھارھویں صدی کے بہت بڑے حصے میں ہر شے ذلیل و رکیک تھی۔ کوئی ایسا سردار بھی نہ تھا جس کے ساتھ کسی قسم کی ذاتی وفاداری کا خیال کوئی دل میں لاتا مغل، مرہٹے، افغان، راجپوت جو پشاور سے لے کے بمبئی تک ایک دوسرے کو چیر پھاڑ رہے تھے اور حوصلہ مند مسلمان جیسے حیدر اور اُس کا بیٹا ٹیپو جنھوں نے جاں بازوں کے غولوں کی مدد سے دکھن میں

ــــ اس کے اخلاقی خصائل کا تصور اُن لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنا مشکل ہے جنھوں نے آدمیوں کی ویسی ہی طبیعتیں دیکھی ہیں جیسی ہمارے جزیرے میں ہوتی ہیں۔ جو نسبت اطالوی کو انگریز سے اور ہندو کو اطالوی سے اور بنگالی کو اور ہندوؤں سے ہے وہی نسبت نندکمار کو بنگالیوں سے تھی اور بعد اس کے وہ مشہور مذمت بنگالیوں کی ہے۔ اس بے انصافی کے مبالغہ در مبالغہ بیانوں میں سے ایک کے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ لارڈ مکالے کا پہلا اعتراض بنگالیوں پر یہ ہے کہ "بنگالیوں کے اعضا کی بناوٹ اس حد تک بودی ہے کہ عورتوں کی سی ہوتی ہے" بنا بریں نندکمار کو چاہیے تھا کہ بمشکل بیٹھ کے کھڑا یا لیٹ کے بیٹھ سکتا ہو۔ حالانکہ (سر گلبرٹ الیٹ) نے بیان کیا ہے کہ "ڈیل ڈول میں بلند و بالا اور شاندار تھا۔ تنومند مگر خوشنما [پارلیمنٹ ہسٹری ۲۴۔ ۴۳۸] اور بارول کا بیان ہے کہ اُس کے بدن کی ساخت بہت مضبوط تھی"

ریاستیں بھی قائم کرلی تھیں یہ سب ایک دوسرے سے صرف چالاکی مکاری اور خونخواری کے درجے میں تفاوت رکھتے تھے ورنہ سب مکار و خونخوار تھے اور کوئی ان میں سے ان قزاقوں سے جو بڑے پیمانے پر ہوتے کچھ بہتر نہ تھا جو اُن ڈاکوؤں اور ٹھگوں کے آباو اجداد تھے جن کا استیصال خود ہمارے زمانے میں ہوا سلطنت کے تمام صوبوں میں کوئی ایسی خراب حالت میں نہ تھا جیسے بنگالہ اور اُس بدنصیب صوبے کے نہایت خراب اور بدترین حصے میں نندکمار تقریباً ساٹھ برس کے سن تک رہا۔ ایسی حالت میں جو آگے بڑھنے والا، چالاک، سربرآوردہ مقصدور ہوسکتا ہے وہ ویسا ہی ہوگا جیسا کہ نندکمار درحقیقت تھا۔ سراسر جھوٹا اور سوائے تکبر و تنفر و انتقام کے تمام احساسات سے عاری۔ تاہم اس کا ایک وصف جو اُس کے سخت دشمن نے بھی بیان کیا ہے کہہ دینا فرض ہے۔ سیرالمتاخرین کا مصنف کہتا ہے[1] "وہ آدمی طبیعت کا شریر، مزاج کا مغرور اور پرلے درجے کا حاسد تھا اور انسانوں میں اکثر لوگوں سے ناراض رہتا تھا اگرچہ اُس نے دو تین شخصوں پر مہربانی کی تھی اور دوستی میں پکا تھا۔"

نندکمار کی ایک قسم کی سوانح عمری بارول کے اُن خطوط میں سے ایک خط میں ہے جن کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بہن کے نام اکثر لکھا کرتا تھا۔ اس میں جو مضامین مندرج ہیں اُن کی صحت کا فیصلہ میں نہیں کرسکتا ہوں۔ مگر یہ خط ایسا تعجب خیز ہے کہ میں اُس کو جیسا کچھ ہے کسی آئندہ فصل میں نقل کردوں گا۔

اس طرح کے یہ اشخاص تھے جن کا حال مجھ کو بیان کرنا ہوگا۔ اُس زمانے میں جس زمانے کے واقعات کا ذکر اب کرنا ہے ان لوگوں کے آپس میں کیا تعلقات تھے ایسے مشہور و معروف ہیں اور مکالے نے اُن کو ایسی اچھی طرح لکھا ہے کہ اُس کے رسالے سے ایک تھوڑا سا انتخاب کرلینا میرے مطلب کے لیے کافی ہوگا۔ مگر یہ ضرور یاد رہے کہ اس میں اُس کی رائے نہ کہ میری رائے بیان ہوئی ہے۔ میں جو اُس کو

[1] اسلامی تاریخ، تنزل سلطنت مغلیہ (History of the fall of the Moghal Empire)
یہ عجیب کتاب ہے (جلد ۲ صفحہ ۴۶۵)۔

نقل کرتا ہوں تو صرف اُس کے بے مثل ایجاز اور زور کی وجہ سے۔ میں نے اُن اصلی اسناد کو جن کی بنا پر یہ امور مذکور ہوئے ہیں خاص طور پر مطالعہ نہیں کیا ہے۔ دل میں یہ ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ وہ یہ کونسل انگلستان سے مسلح ہو[۵۱] کے اس زعم میں آئی تھی کہ کمپنی کی حکومت اور خاصکر ہیسٹنگز سے خوب دشمنی رکھے اور کسی طرح میل نہ کرے۔ اسی جوش میں یہ لوگ جہاز سے اترے اور اُترنے سے چھ دن کے بعد اُنھوں نے ہیسٹنگز کے ہاتھ سے حکومت چھین لی اور اُس نے جو آخر میں نواب وزیر کے ساتھ معاملات کیے تھے اُن کو بیشک[۵۲] منصفانہ طور پر جرم قرار دیا اور انگریزی کارپرداز مڈلٹن کو اودھ سے واپس بلایا اور ایک اپنے شخص برسٹلو کو کارپرداز بنا کر وہاں بھیجا اور اس تمن کو جس نے روہیلوں کو فتح کیا تھا کمپنی کی قلمرو میں واپسی کا حکم دیا اور اس لڑائی کے اسلوب کی بابت سخت تحقیقات کرنے کا محکمہ مقرر کیا۔ پھر باوجود گورنر جنرل کی مزاحمت اور بحث کے اُنھوں نے اپنے نئے اختیارات کو ماتحت کے احاطوں پر نہایت بے سمجھے بوجھے طریقے سے برتنا شروع کیا اور بمبئی کے تمام امور کو درہم برہم کرنے لگے۔ مرہٹوں کی اندرونی حکومت کے جھگڑوں میں دست اندازی اس طرح کی ملی ہوئی تندی اور کم زوری سے کی کہ جس کو کوئی باور نہیں کر سکتا۔ اسی زمانے میں وہ بنگالے کے داخلی انتقام پر آپڑے اور تحصیل و عدالت کے کل طریقے پر حملہ کیا۔ یہ طریقہ بلاشک ناقص تو تھا مگر غالباً ایسا برا نہ تھا کہ انگلستان سے تازہ وارد اشخاص اپنی لیاقت سے اُس کی اصلاح کرتے۔ اُن کی ترمیم کرنے کا اثر یہ[۵۳] ہوا کہ حفاظت جان و مال بالکل جاتی رہی اور خود کلکتے کے نواح میں لٹیروں کے غول لوٹتے اور خوں ریزی کرتے تھے اور اُن کو سزا نہ ملتی تھی۔ ہیسٹنگز ایوان گورنری میں رہا کیا اور عہدۂ گورنر جنرلی کی تنخواہ لیا کیا۔ اور معمولی کاموں کی سربراہی میں کونسل کی مجلس کو ہدایت بھی کرتا تھا اس لیے کہ اُس کے مخالفوں کو ماننا پڑا تھا کہ جس امر سے یہ

۵۱ سوانح عمری فرانسس مصنفہ میرایول۔

۵۲ یہ رائے مکالے کی ہے، میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

۵۳ اس سبب کی صحت میں مجھ کو شک ہے۔ (لارڈ مکالے) کوئی سند نہیں بیان کر سکتا اور میں نہیں جانتا وہ کہاں سے یہ لاتا ہے۔

جاہل تھے اُس سے وہ بہت خوب واقف تھا اور جو مسئلے اُن کے لیے لاینحل معمہ ہوتے اُن کے فیصلے میں ہیسٹنگز میں قطعی و عاجلانہ دونوں خوبیاں پائی جاتیں۔ مگر حکومت کے اعلیٰ اختیارات اور نہایت قابل قدر سرپرستی کی قوت اس سے نکل گئی تھی۔

ہندوستانیوں نے یہ بات تھوڑے ہی عرصے میں دریافت کرلی اور اُس شخص کو از کار رفتہ تصور کرکے اپنے طور سے اس پر حملہ کیا۔ ہمارے پڑھنے والوں میں سے کچھ لوگوں نے شاید ہندوستان میں دیکھا ہوگا کہ کوؤں کے پرے نے ماندے گدھ کو ٹھنگیا ٹھنگیا کے مار ڈالا۔ یہ کچھ بری مثال اس واقعے کی نہیں جو اس مُلک میں ہوتا ہے جب کبھی کسی ایسے شخص سے قسمت برگشتہ ہوجاتی ہے۔ جو پہلے بڑا آدمی تھا اور جس سے لوگ دہشت کھاتے تھے ایک دم میں سب خوشامدی جو اُس کے لیے جھوٹ بولنے اور جعل سازی اور قلعتبانی اور زہر خورانی پر ابھی تیار تھے بھاگ گئے اور اُس کے فتحمند دشمنوں سے فیض حاصل کرنے کے لیے اُس پر تہمت لگانے لگے۔ کوئی ہندوستان کی حکومت ذرا اُتنا ہی لوگوں کو معلوم ہونے دے کہ فلاں آدمی کی وہ تباہی چاہتی ہے تو چوبیس گھنٹے میں اُس کو بھاری الزامات اور اُن کے ساتھ مکمل و مفصل مواد شہادت کے مل جائیں گے کہ جو شخص مشرق کے لوگوں کی دروغ گوئی سے واقف نہیں ہے اُن کو واقعی و حتمی سمجھے گا.........

ہیسٹنگز اب ایک لاچار آدمی سمجھا جاتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بنگالے کے ہر ایک آدمی کی قسمت بنانے اور بگاڑنے کا اختیار اُس کے پاس سے نکل کے نئی کونسل والوں کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ فوراً گورنر جنرل پر الزامات کی بوچھار ہونے لگی۔ ان الزامات کو کونسل کی جماعت کثیر نے بہت غنیمت سمجھا مگر انصاف تو یہ ہے کہ ان صاحبوں کی عزت کہیں اس سے بالاتر تھی کہ غلط الزامات کی طرف داری کرتے ہاں ان کو مشرق کے لوگوں سے ایسی کافی واقفیت ہوگئی تھی کہ جانتے کہ دُنیا کے اُس حصے میں صاحب اقتدار کی ذراسی بھی جرأت دلانے سے ایک ہفتے کے اندر اتنے لوگوں سے زیادہ اوٹیس اور بدلو اور دیگر فیلڈ کے سے جمع ہو جائیں گے جتنے وسٹ منسٹر ہال میں سو برس کے اندر دکھائی دیں۔

اس طرح میں نے اس کتاب کے موضوع کی تمہید پیش کر دی اور جن سربرآوردہ لوگوں کے افعال کا بیان اس میں ہوگا اُن کا تذکرہ کر دیا۔ اب میں آیندہ فصلوں میں اُن واقعات کی بہ تفصیل تحقیقات کرنی چاہتا ہوں جن کی بنا پر اصل الزامات امپی پر اور بواسطہ کم از کم دو امر میں ہیسٹنگز پر بھی لگائے گئے۔

باب چہارم

نندکمار کا ہیسٹنگز پر الزام

میں نے گزشتہ باب میں نندکمار کے کردار کا تذکرہ کرتے ہوئے اُن امور کو بیان کیا ہے جو اُس میں اور ہیسٹنگز میں تعلق کا باعث ہوئے اور جن سے بلاشبہ اُس کے دل میں ہیسٹنگز کی طرف سے سخت نفرت پیدا ہوئی اور اس عداوت کے مقابلے میں ہیسٹنگز نے بھی عداوت کی ہوگی، اور میں اس کی بھی نقل کر چکا ہوں جو مسکالے نے بیان کیا ہے کہ ابتدائی تقرر کے بعد کونسل میں جھگڑے ہوئے۔ ان جھگڑوں کے زمانے میں نندکمار کے دل میں غالباً یہ آیا ہوگا کہ یہ اچھا موقع ہے کہ نہ صرف ہیسٹنگز سے اپنا بدلہ لے بلکہ جو طریقہ محمد رضا خاں کے بارے میں اختیار کیا گیا تھا اس کو بھی بدل دے۔ اور جو عہدہ اُس کے رقیب سے سلب ہوا تھا وہ یا کم از کم اُس کا جزو خود لے لے۔ مارچ ۱۷۷۴ء میں محمد رضا خاں کو ہیسٹنگز نے عملاً بری کیا تھا۔ ہیسٹنگز[۵۱] نے عملاً اس حیثیت سے کہ اگر

---

۵۱ محمد رضا خاں کی کارپردازی کی تحقیقات تمام ہو گئے (کورٹ آف ڈائرکٹرس (مجلس نظما) کے فائنلے میں فیصلے کے واسطے مرسل ہے غالباً عام الزامات سے اس کی برأت کا حکم ہو جائے گا۔ بالفعل ہم اس کو رہا کرتے ہیں۔" ہیسٹنگز بنام سلیون مورخہ ۲۰ مارچ ۱۷۷۴ء (گلیگ، جلد ۱ صفحہ ۴۲۹) ڈائرکٹروں کا مراسلہ (مل جلد ۳ صفحہ ۵۵۴ میں ملاحظہ ہو۔)

تحقیقات ختم اور عرضداشت مدعیٰ علیہ کے حق میں مفید ڈائرکٹروں کی خدمت میں روانہ ہو چکی تھی مگر ان صاحبوں کا آخری حکم ۲ مارچ ۱۷۷۵ء کے بعد صادر ہوا اور ہندوستان میں نند کمار پر جعلسازی کا جرم ثابت ہونے کے قبل نہ پہنچ سکا ہوگا۔ لہذا نند کمار کو ایک خاص اور قوی محرک ملا کہ کونسل کے جھگڑے کے موقع سے ہیسٹنگز کے تباہ کرنے میں کام لے جیسا کچھ ہوا ہو مگر طریقہ جو اُس نے اختیار کیا تھا خوب متحقق ہو گیا ہے اور بنگال سیکرٹ کنسلٹیشن میں ذرا ذرا مفصل درج ہے۔

۱۱ مارچ ۱۷۷۵ء کو فرانسس نے بورڈ میں خبر دی کہ اُس کے پاس اُس دن نند کمار ملاقات کو آیا تھا اور بروقت ملاقات ایک خط بنام گورنر جنرل و کونسل اُس نے اُسے دیا اور التماس کیا کہ بحیثیت رکن کونسل اُس کا فرض تھا کہ اس خط کو بورڈ میں پیش کردے۔ بنا بر ان فرانسس نے اُس کو پیش کیا اور مضمون سے لاعلمی ظاہر کی۔

اس خط میں کمپنی سے نند کمار کے تعلقات کا گزشتہ قصہ مذکور تھا۔ اُس نے لکھا تھا کہ پٹنے کے کشت و خون کے بعد اُس نے میر جعفر کو میر قاسم سے لڑنے پر آمادہ کیا۔ میر قاسم اور شجاع الدولہ کے بکسر میں شکست کھانے کے بعد اُس نے بنگالے کی مالگزاری وصول اور صرف کی۔ چند رشوت خوار انگریزوں نے اپنے ذاتی اغراض کی وجہ سے اُس کو اُس کے عہدے سے معزول کیا اور اُس کی جگہ پر محمد رضا خاں سات برس تک رہا اور ہر طرح کی تعدی اور خرابی کرتا رہا حالانکہ اُس پر کبھی کوئی الزام نہیں آیا۔ ہیسٹنگز جب گورنر مقرر ہوا تو اُس نے محمد رضا خاں اور شتاب رائے پر نالش کرنے میں اُس کی مدد کی اور دکھایا کہ محمد رضا خاں نے تین کرور پانچ لاکھ اور تقریباً ۲۷۰۰۰ روپے (۳۰۵۲۰۰ پونڈ سے زیادہ) اور شتاب رائے نے ۹۰ لاکھ (۹۰۰۰۰۰ پونڈ) غبن کیے ہیں اس بنا پر مقدمہ ان پر قائم کیا گیا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نے اُس کو اور ہیسٹنگز کو بہت کچھ رشوت دینے کو کہا کہ مقدمہ اُٹھا لیا جائے۔ محمد رضا خاں نے ہیسٹنگز کو دس لاکھ (۱۰۰۰۰۰ پونڈ) اور اُس کو یعنی نند کمار کو دو لاکھ (۲۰۰۰۰ پونڈ) اور شتاب رائے نے ہیسٹنگز کو چار لاکھ (۴۰۰۰۰ پونڈ) اور نند کمار کو ایک لاکھ (۱۰۰۰۰ پونڈ) پیش کیے تھے۔ اس سب پیشکش کی خبر اُس نے ہیسٹنگز کو دی اُس نے قبول نہیں کیا مگر تھوڑے دن بعد مقدمہ ملتوی ہو گیا۔ کیوں اس کو کونسل دریافت کرے

معلوم ہو جائے گا۔

ہیسٹنگز کی اور کارروائیوں کو مشتبہ بیان کرنے کے بعد نند کمار لکھتا ہے کہ "یہاں تک تو میں نے عام الفاظ میں لکھا اب اجازت چاہتا ہوں کہ واقعات کو خاص اور مفصل طور پر ذکر کروں"۔ بعد ازیں بیان کیا کہ اس نے کلکتے میں ۱۱۷۹ بنگلہ (۱۷۷۲ء) میں چار دفعہ کر کے ہیسٹنگز کے دو نوکر جگناتھ اور بال کشن کو ہیسٹنگز کے دینے کے لیے آٹھ توڑے اشرفیوں کے جن کے ۱۰۵،۱۴۰ روپے ہوتے تھے بطور پیشکش کے حوالے کیے تاکہ اس کا بیٹا گرداس نیابت پر یعنی اس خطابی صوبہ دار کے خاندان کے خزانچی کے عہدے پر مامور ہو جائے اور منی بیگم میر جعفر کی بیوہ صوبہ دار کی ذات کی حفاظت کا عہدہ پائے کہ یہ دونوں خدمتیں سابق میں محمد رضا خاں کے پاس تھیں۔ اس نے یہ بھی بیان کیا کہ اسی غرض سے منی بیگم نے ہیسٹنگز کو مرشد آباد میں ایک لاکھ روپے دیے تھے اور اس کے بیٹے گرداس کو اس نے لکھ بھیجا تھا کہ وہ ہیسٹنگز کو ڈیڑھ لاکھ روپے دینا چاہتی تھی اور گرداس نند کمار کی معرفت ضرور دریافت کرے کہ ہیسٹنگز اس رقم کو کس طور پر لینا چاہتا تھا۔ نند کمار نے (جیسا کہ خود اس کا بیان ہے) اس امر کی خبر ہیسٹنگز کو دی تو ہیسٹنگز نے کہا کہ اس کا تعلق قاسم بازار سے تھا اور چاہتا تھا کہ یہ رقم اس کے حساب میں نرسنگھ کو جو وہاں رہتا ہے دے دی جائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔

کل رقمیں جن کے ہیسٹنگز کو دیے جانے کا دعویٰ نند کمار نے کیا تھا یہ تھیں

اشرفیاں جو نند کمار کے نوکروں نے ہیسٹنگز کے نوکروں کو دیں۔		۱۰۵،۱۴۰ روپے
منی بیگم نے مرشد آباد میں دیے	۱۰۰۰۰۰	
” قاسم بازار میں دیے	۱۵۰۰۰۰	۲۵۰۰۰۰
		۳۵۴۱۰۵

اس خط میں ایک عبارت درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نند کمار ہیسٹنگز پر حملہ کرنے کے وجوہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ یہ عبارت اس خط کے درمیان میں واقع ہے اور واقعات کے زمانی سلسلے کو توڑ کر کچھ مطلب خبط کر دیتی ہے۔ اس میں یہ بیان ہے کہ جب کونسل والے پہنچے تو ہیسٹنگز نے ان سے ایک دفعہ نند کمار کی ملاقات کرا دینے سے

انکار کیا (اگرچہ بعد کو مسٹر الگزنڈر الیٹ کے کہنے سے اس کی ملاقات کرا دی) پھر اُس کو الزام دیا کہ "تو نے میرے دشمنوں کے ساتھ دوستی پیدا کی ہے" اور آخر میں دھمکی دی کہ "جس میں میرا نفع ہے اُس طریقے پر میں چلوں گا چاہے اس میں تیرا ضرر بھی ہو یاد رہے"۔ خود نندکمار کے بیان کے موافق یہ ہے کہ اُس نے جو ہیسٹنگز کی باتوں کا تحمل کیا تو یہ سمجھ کے کہ اُس نے غصے کے جوش میں ایسا کہا تھا" اور درحقیقت اُس کا قطعی ارادہ مجھے تباہ کرنے کا نہ تھا، مگر آخر میں اطمینان ہو گیا کہ معاملہ اس کے برعکس تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ ہیسٹنگز نے اُس کے دشمنوں جگت چند اور موہن پرشاد سے ملاقات کی اور موہن پرشاد کے بارے میں یوں کہتا ہے کہ "موہن پرشاد جس کے پاجی پن اور جھوٹی سازشوں سے سارے شہر کے انگریز اور ہندوستانی واقف ہیں اور جو میرا قدیم دشمن ہے اور جس کو سابق میں گورنر نے اپنے گھر سے نکال دیا تھا اور پھر آنے کو منع کیا تھا اُس کو اب پھر اپنے یہاں بلاتا ہے اور اُس کو پان دیتا ہے اور حمایت کرنے کا یقین دلاتا ہے" گورنر موہن پرشاد کو اپنے ذاتی مشورے میں داخل کرتا ہے جو شہر کے اندر اور باغ میں بھی ہوا کرتا ہے .... بحیثیت رتبے کے یا بحیثیت وفاداری کے ان لوگوں کو کیا استحقاق ہے جو گورنر سے ایسا گہرا تعلق پیدا کریں۔ میری دشمنی اور بدخواہی کے سوا اور کہاں سے یہ استحقاق انھیں حاصل ہوا۔ اس مُلک میں مجھ کو کسی طرح کی قدرت نہیں۔ ہیسٹنگز صاحب ہم سب پر غالب ہیں۔ ایسے دشمن کی علانیہ عداوت کے مقابلے میں بس خدا ہی میرا حامی ہے۔ میں اپنی عزت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں اور جو اظہار رات میں اب کرنے کو ہوں اُن سے کیا فرق میری عزت میں آئے گا اُس سے میں ناواقف نہیں ہوں مگر میرے سکوت میں بھی ایک خاص ذلت کا سامنا ہے اور اس لیے میرے لیے کوئی چارۂ کار نہیں"۔ جو خاص بات اس فقرے میں ہے وہ یہ ہے کہ موہن پرشاد جعل کے مقدمے میں نندکمار پر نالشی ہوا تھا اور قابل ملاحظہ یہ امر ہے کہ ہیسٹنگز نے بقول نندکمار موہن پرشاد پر مہربانی کی تو نندکمار نے اُس کو قطعی سبب اس امر کا قرار دیا کہ ہیسٹنگز کی پردہ دری کرے۔ مگر اس کا پورا مطلب اور جو نتائج اس سے نکلتے ہیں وہ اُن امور سے زیادہ تر واضح ہوں گے جن کا ذکر آیندہ باب میں آئے گا۔ جب یہ کاغذ دفتر شوریٰ میں باقاعدہ داخل ہو گیا تو ہیسٹنگز نے

کیفیت ذیل تحریر کی اور اس تحریر میں تہذیب اخلاق و وقار ایسا رکھا گیا ہے جیسا ڈول لڑنے والے لڑائی میں رکھتے ہیں۔ گورنر جنرل لکھتا ہے "چونکہ فرانسس صاحب نے براہ کرم مجلس کو مطلع فرمایا کہ وہ نند کمار کی مجلس میں پیش کیے ہوئے خط کے مضمون سے واقف نہیں تھے لہٰذا گورنر جنرل کہتا ہے کہ یہ اظہار عدم واقفیت زیادہ سخت تعجب کا موجب ہے۔ اور وہ اس امر کے دریافت کرنے کی اجازت چاہتا ہے کہ آیا فرانسس صاحب قبل ازیں نند کمار کے اس ارادے سے واقف تھے یا نہیں کہ وہ اس طرح کے الزامات مجلس میں پیش کرے گا"۔ فرانسس نے بھی اسی طرح بہ ادب جواب دیا کہ "محض اشتیاق کے سبب سے جو سوال ہوا اُس کا جواب دینا اپنے اوپر لازم نہیں سمجھتا۔ مگر میں بخوشی گورنر جنرل کو مطلع کرتا ہوں کہ اگرچہ اس کاغذ کے مضمون سے جس کو اب میں نے مجلس کے حوالے کر دیا ہے اُس وقت تک بالکل آگاہی نہیں رکھتا تھا جب تک کہ میں نے اُس کو پڑھتے نہیں سنا تاہم مجھ کو عام طور پر یہ خیال ہوا تھا کہ اس میں کچھ الزامات صاحب موصوف کی نسبت ہوں گے"۔

دو دن بعد یعنی ۱۳ر مارچ کو[۵۱] ایک اور خط نند کمار کا پہنچا جس میں سابق کے خط کے ذکر اور تصدیق کے بعد اُس نے بیان کیا کہ "جو میں عرض کر چکا ہوں اُس کی تائید میں میرے پاس نہایت قوی تحریری دلائل پیش کرنے کو موجود ہیں اور اپنی عزت باقی رکھنے کے لیے میں چاہتا ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے سامنے آنے کی اجازت دیجیے تاکہ میں مسلم الثبوت شہادت سے اس واقعے کو ثابت کر دوں"۔

مانسن نے نند کمار کو مجلس کے سامنے بلانے کی تحریک کی جس پر ہیسٹنگز نے برسر اجلاس اپنی خاص رائے تحریر کی جو تقریباً اتنی طویل تھی جتنا ٹائمس اخبار کا بڑا مضمون ہوتا ہے۔ اس تحریر کے آخر میں ہیسٹنگز نے افسوس ظاہر کیا کہ مجھ کو ضروری معلوم ہوا کہ اپنی رائے ایسے اہم امر کی بابت پہلے سے سوچے بغیر مجلس کے سامنے لکھ کے اپنی خاص تحریر کے طور پر حوالے کر دوں۔ اس تحریر کے لیے[۵۲] مجھ کو مہلت اور تنہائی چاہیے تھی

---

۵۱ بنگال کونسل ٹیشن، سلسلۂ الف جلد ۲۰ صفحہ ۱۴۷۵۔

۵۲ ترکیب نحوی کے ڈھیلے ہونے سے لکھنے والے کی جلد بازی ظاہر ہوتی ہے۔

تاکہ اس قدر احتیاط و صحت کے ساتھ بیان کرتا جس قدر اس امر کی تحریر کے لیے درکار ہے۔ .... مجھ کو اختیار باقی رہے گا کہ جس طرح اور جس صورت پر بعد ازیں میں مناسب سمجھوں اپنی رائے میں اضافہ کروں۔"

اس سے اور دوسرے وجوہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس کا معمول تھا کہ ارکان اجلاس پر بیٹھ کے اہم موقعوں پر سنجیدہ طور کے رسالے لکھا کرتے تھے۔ تحریر مذکور کا ڈیڑھ گھنٹے سے کم میں کسی شخص سے لکھا جا سکنا میرے نزدیک نہیں ہو سکتا ہے اور جب تک ہیسٹنگز لکھتا اور محرر نقل کرتا رہا ہوگا (کیونکہ تحریر خود اس کے ہاتھ کی نہیں ہے) تو دوسرے ارکان لامحالہ چپ بیٹھے رہے ہوں گے۔ بہر حال جیسا کچھ ہوا ہو اس تحریر کا مطلب ایسا ہی قابل غور ہے جیسے اس کی شکل ظاہری۔ سر گلبرٹ الیٹ اور برک نے بہت دنوں بعد اس تحریر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس میں ادراک جرم کی ہر ایک نشانی موجود ہے۔ بیشک اس میں بڑے جوش کی نشانیاں ہیں اور میں اگرچہ اتنا نہیں کہتا جتنا سر گلبرٹ اور برک نے کہا ہے کہ یہ تحریر بے لوث نہیں ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس سے اتنا مطلب نکلتا ہے کہ کوئی امر کیفیت طلب تھا۔ اس تحریر کی ابتدا میں صاف، زور دار اور بالکل طبعی طور پر غیظ و غضب کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس میں ایک مصمم ارادے کا بھی ذکر ہے جس کی ہر طور پر پابندی ہوئی۔ "قبل اس کے کہ یہ سوال پیش ہو میں کہے دیتا ہوں کہ نند کمار کا مدعی بن کر مجلس کے سامنے آنا میں ہرگز گوارا نہ کروں گا" جو وقار اور امتیاز اس جماعت کے نظم و نسق کے رکن اول کو حاصل ہے اسے میں جانتا ہوں۔ میں اس مجلس میں ایک مجرم کی حیثیت سے نہ بیٹھوں گا اور نہ اس مجلس کے ارکان کا اپنے اوپر حاکم و جج ہونا میں مانتا ہوں۔ میں اس موقع پر یہ کہہ دینے پر مجبور ہوں کہ میری نظر میں جنرل کلاورنگ اور کرنل مانسن اور مسٹر فرانسس میرے مدعی ہیں۔ اور یہ بھی وہ لکھتا ہے کہ "میں اس امر کو ٹھیک قانونی طور سے تو ثابت نہیں کر سکتا" مگر قرار واقعی صورت میں اس کا اس کو یقین تھا۔ انھوں نے نند کمار وغیرہ کو صرف ایک ذریعہ قرار دیا تھا فرانسس کو کوئی حق نہ تھا کہ نند کمار کا خط لے کر رکھتا۔ نند کمار نے جو اس سے ایسا چاہا تو وہ "بڑی گستاخی و بے ادبی کا مرتکب ہوا" فرانسس جانتا تھا کہ اس میں ہیسٹنگز پر الزام درج ہے۔ اگر یہ الزام دروغ[۱] ہوتا تو

[۱] اس عبارت کا انداز خاص طور کا ہے اس سے درپردہ اس بات کا قبول کرنا نکلتا ہے کہ یہ الزام

وہ ازالۂ حیثیت عرفی ہوتا۔ دروغ ہونے کا احتمال تو تھا چاہے فرانسس اس کے خلاف کچھ
سمجھا ہو۔ پس اس صورت میں اُس نے مجلس کے سامنے ایک ازالۂ حیثیت عرفی کے
پیش کرنے کا خطرہ اپنے اوپر لیا۔ وہ یعنی ہیسٹنگز جانتا تھا کہ نندکمار کے کیا ارادے
تھے " مجھ کو ایک کاغذ دکھایا گیا تھا جس میں میرے اوپر بہت سے الزامات درج تھے
اور میں نے سنا تھا کہ اس کاغذ کو نندکمار، کرنل مانسن کے پاس لے گیا اور چند
گھنٹے تک مانسن کے ساتھ تنہائی میں اُن الزامات کی حقیقت خود
اُس سے بیان کرتا رہا" ہیسٹنگز خود نہیں کہتا کہ " اُن الزامات کی حقیقت میں
میں کچھ فرق آتا اگر ان کو بلا واسطہ میرے کھلے ہوئے مدعی پیش کرتے یا وہ کسی کی سرپرستی
سے مجلس کے سامنے آتا۔ میرے دل میں جو خیال ہے اُس کی تصدیق کے لیے اتنا
کافی ہے کہ یہ اصحاب ان الزاموں کے قائم کرنے میں شریک ہیں اور چاہتے ہیں کہ
ان کا فیصلہ بھی خود ہی کریں " اپنے اطمینان کے موافق ثابت کر کے کہ مجلس اور ارکان
درحقیقت اُس کے الزام لگانے والے تھے وہ یوں بیان کرتا ہے " اے صاحبو!
سرکردۂ حکومت اور تمہارا افسر اعلیٰ ہو کے جس کو خود مجلس وضع قوانین نے مقرر
کیا ہو آیا مجھے مجلس میں بیٹھنا چاہیئے کہ ایک کمینے کے سامنے جواب دہی کروں جس کو
تم سب جانتے ہو کہ نوع انسانی کے ذلیل ترین لوگوں میں سے ہے۔ میں جانتا ہوں کہ
مجھ کو اس کے نام لینے کی ضرورت نہیں ہے مگر یہ نندکمار ہے۔ کیا مجھ کو چاہیئے کہ میں
یہاں بیٹھ کے وہ الزامات سنوں جو اُس کے سکھائے پڑھائے ہوئے ذلیل لوگ جمع ہو کے میرے چال چلن پر
لگائیں اور میرے خلاف اظہار دیں۔ یہ میں ہرگز نہ کروں گا۔ آپ لوگوں کا اگر جی چاہے تو آپ ایک اپنی کمیٹی بناکر
جس طرح آپ کو مناسب معلوم ہو ان امور کی تنقیح فرمائیے مگر میں یہ کہے دیتا ہوں کہ میں نندکمار سے اس مجلس میں
نہ ملوں گا اور نہ نندکمار کا اظہار اس مجلس میں لینے دوں گا اور اس امر کے کرنے کا نہ آپ کو استحقاق ہے
اور نہ اس پر اصرار کرنے سے کوئی اور مطلب نکلے گا سوائے اس کے کہ میری ذلت و ہتک ہو" مانسن نے اس شخص کا
نام پوچھا جس نے اُس کے پاس نندکمار کے آنے کی خبر ہیسٹنگز کو دی تھی ہیسٹنگز نے اُس کے بتانے سے انکار کیا کیونکہ نام
بتانے سے یہ خوف تھا کہ اکثر ارکان مخبر سے انتقام لیں۔ مگر ہیسٹنگز نے اتنا اور بھی

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ گرچہ ہو سکتا تھا تاہم صحیح تھا۔ گر لکھنے والے کا یہ مقصود نہیں ہو سکتا اس کو پڑھ کر مجھے
ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک استدلال ہے جو مبنی ہے اس امر پر کہ استدلال کی خاطر یہ مان لیا جائے کہ الزام صحیح تھا۔

کہہ دیا کہ بارول کو بھی ایسی ہی خبر ملی تھی۔ اس بات کی بارول نے تصدیق کی ہیسٹنگز نے ایک کاغذ نکالا اور کہا کہ یہ اس کاغذ کی نقل تھی جس کو نندکمار نے مانسن کو دکھایا تھا۔ بارول نے کہا کہ اس کے پاس بھی ایک نقل اس نوشتے کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہی کاغذ ہے جو اُس دن کی کارروائی میں شامل ہے۔ اس کاغذ کا اصل مضمون وہی ہے جو اس کاغذ کے ایک حصے کا ہے جو بعد کو الزامات متعلقہ محمد رضا خاں و شتاب رائے میں وصول ہوئے مگر اس میں کچھ ذکر اُن رقوم کا نہیں ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خود نندکمار نے ہیسٹنگز کو دیں اور نہ اُن ڈھائی لاکھ کا ذکر ہے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ منی بیگم نے دیے۔

مانسن نے کہا کہ میری نندکمار سے بات چیت ہونے کے متعلق گورنر کو میں نے اطلاع دی۔ چونکہ گورنر اس کو بتانا نہیں چاہتے اس لیے میں بھی زیادہ کہنا نہیں چاہتا۔ مگر اتنا کہے دیتا ہوں کہ مسٹر بارول اور گورنر کو بالکل غلط خبر ملی ہے۔ اس واسطے کہ کوئی کاغذ فارسی میں یا کسی ملکی زبان میں جس میں میری دانست میں گورنر جنرل پر الزام مندرج ہوں میں نے نہ کبھی سنا اور نہ دیکھا۔" اس بیان میں چونکہ انکار نہیں ہے لہذا نندکمار سے گفتگو ہونے کا اعتراف ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ مانسن نے ایک کاغذ انگریزی میں دیکھا یا سنا۔

بعد ازیں مانسن نے جو نندکمار کی طلبی کے بارے میں تحریک کی تھی قبول ہوئی

ہ سلسلہ A T جلد ۲۷ صفحہ ۱۴۸۸۔ مکالے سے یہاں پر ایک غلطی ہوئی وہ کہتا ہے دوسرے اجلاس یعنی ۱۳ مارچ کے اجلاس میں ایک اور تحریر نندکمار کی پیش ہوئی اور اضافہ کرتا ہے کہ جب نندکمار سامنے طلب ہوا تو فقط سابق کے الزامات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ حسب طریقہ اہل مشرق ایک ضمیمہ بھی پیش کیا۔ مسٹر بوریج نے اس پر غور کیا اور کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔ ہاں یہ صحیح نہیں مگر مسٹر بوریج اس کی توضیح نہیں کرتا۔ نندکمار نے مجلس میں مقدمہ پیش کرنے سے پیشتر لوگوں کے پاس ہیسٹنگز پر الزامات لکھ بھیجے تھے۔ اور اس کاغذ میں جس کو اُس نے فرانسس کو دیا بڑا ضمیمہ لگایا تھا علاوہ اُن الزامات کے جو اُس نے سب کے پاس لکھ بھیجے تھے مگر جو الزامات اُس نے فرانسس کو لکھ دیے وہ آخر سے برقرار رکھے اور ان میں کوئی اضافہ نہیں کیا کونسل میٹنگ میں کاغذ مذکور کو شامل کیے کے ابتدا میں کچھ نہیں ہوسکا مگر بظاہر اس کی توضیح ہی ہے۔

مگر بارول نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ یہ مجلس کس طرح مجاز ہے کہ گورنر کو اپنے سامنے جواب دہی کے لیے بطور مجرم کے اور نندکمار کو بطور نالشی کے کھڑا کرے اور بتایا کہ ٹھیک طریقہ یہ تھا کہ عدالت عظمیٰ میں نالش کی جائے۔ مانسن اور کلاورنگ دونوں نے ہیسٹنگز کے چال چلن کے خیال سے اُس کا اور نندکمار کا مقابلہ ہونے کی رائے دی۔ مانسن کی تحریک قبول ہونے کے وقت کا یہ ماجرا ہے۔

گورنر جنرل۔ میں اب اس مجلس کو برخاست کرتا ہوں، اور میری غیبت میں مجلس جو کچھ کرے اُس کی نسبت میں کہے دیتا ہوں کہ ناجائز اور بیجا ہے۔

مسٹر فرانسس۔ میں گورنر جنرل سے یہ دریافت کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ آیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ آپ کرسی چھوڑ دینا چاہتے ہیں؟

گورنر جنرل۔ میں آپ کے سوال کا جواب نہ دوں گا اس واسطے کہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال مبہم ہے "میں اس مجلس کو چھوڑتا ہوں" اس کے بعد دستخط ہیں ہیسٹنگز کے اس دستخط میں اور ہیسٹنگز کے معمولی دستخطوں میں بہت فرق ہے۔ اس کے حرف اُکھڑے ہوئے ہیں اور بہت سیاہ ہیں جیسے جوش کی حالت میں لکھے گئے ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجلس کے اجلاس کے وقت ہی یہ تقریریں درج ہوئی تھیں۔

ہیسٹنگز کی روانگی کے بعد بارول بھی اپنی رائے لکھ کے کہ مجلس برخاست کی جائے چلا گیا۔ باقی جو اکثر ارکان رہے اُنھوں نے کلاورنگ کو صدر بنایا اور نندکمار کو بلا کے حکم دیا کہ گورنر جنرل پر جو الزامات اُس نے لگائے تھے اُن کی تائید میں جو کچھ اُس کو کہنا ہو مجلس کے سامنے بیان کرے۔ اُس نے جواب دیا "میں ایسا آدمی نہیں جو خواہ مخواہ شکایتیں کروں مگر جب میں نے دیکھا کہ گورنر جنرل نے میری عزت میں جو مثل جان کے مجھ کو پیاری ہے فرق ڈالا کہ جگت چند اور موہن پرشاد جیسے ادنیٰ درجے کے شخصوں کو اپنے سامنے آنے دیا اور مجھ کو نہ آنے دیا تو میں نے اپنے اوپر واجب سمجھا کہ جو کچھ میں نے لکھا لکھوں۔ کل امور اس خط میں جس کو میں نے داخل کیا مندرج ہیں۔ علاوہ اس کے بھی میرے پاس کاغذات موجود ہیں اگر مجلس حکم دے تو میں ان کو پیش کردوں"۔ جب ان کاغذات کے پیش کرنے کا حکم ہوا تو اُس نے ایک ترجمہ پیش کیا اور ایک خط دکھایا کہ یہ ترجمہ اس اصلی خط کا ہے جو اُس کے بیان کے بموجب

منی بیگم کے پاس سے آیا تھا۔ یہ خط ایک مغلق طویل تحریر[1] مورخہ ۲ ستمبر ۱۷۷۲ء ہے۔ اس خط کا خلاصہ حسب ذیل ہے جو ترقی وہ چاہتی تھی جب حاصل ہوگئی تو وہ سمجھی کہ اس کو ہیسٹنگز کی کچھ نذر کرنی چاہیئے اور لاکھ روپے اُس کے پیشکش کیے۔ ہیسٹنگز نے کہا کہ نندکمار نے دو لاکھ کا وعدہ کیا تھا۔ بیگم نے قیاس کیا کہ یہ دو لاکھ ان تین لاکھ کا جزو نہیں جن کے بارے میں بیگم اپنے خط میں لکھتی ہیں کہ میں نے آپ کو ایک خط لکھوا کے قاسم بیگ کے ہاتھ روانہ کیا تھا اور جن کی بابت جگت چند کے ذریعے سے آپ کے پاس کہلا بھیجا تھا "کیا کہلا بھیجا تھا اُس کو نندکمار نے بیان نہیں کیا اور نہ کوئی دوسرا خط ہی پیش کیا۔ اس خط میں یہ بھی ہے کہ بیگم کو خوف تھا کہ اگر اس کا ذکر کرتی تو جو کچھ نندکمار کی مہربانی سے اُس کے لیے ہوا تھا تمام برباد ہو جاتا۔ لہذا اُس نے گورنر سے کہہ دیا کہ اس نے نندکمار کو عام اختیار دے دیا ہے کہ جو کچھ اُس کے حق میں اچھا سمجھے کرے اور اگرچہ دو لاکھ روپیے کی محدود رقم کا وعدہ اُس نے نہیں سنا تھا تاہم نندکمار کے وعدوں کا پورا کرنا اپنے اوپر لازمی سمجھتی ہے پس وہ چاہتی ہے کہ ہیسٹنگز ایک لاکھ مرشدآباد میں قبول کرے اور دوسرے لاکھ کے لیے لکھتی ہے کہ نندکمار ہیسٹنگز کو کلکتے میں حوالے کر دے اور یہ روپیہ وہ نندکمار کو ادا کر دے گی۔ اس خط میں رازداری کی نہایت تاکید ہے اور بتایا ہے کہ وہ آیندہ ایسی ترکیب آپس میں سوچنی چاہیئے کہ جب ہم سے استفسار ہو تو ہمارے بیانات اور جوابات میں کوئی فرق نہ نکلنے پائے۔ جو کچھ میں نے یہاں لکھا ہے نہایت راز میں رکھنا چاہیئے اور صرف میرے دل سے تمھارے دل تک رہے۔ ان معاملات کے راز کا حصہ ذرہ بھی گورنر یا کونسل کے ارکان کو یا کسی اور کو معلوم نہ ہو۔ عاقلاں را اشارہ کافی ست۔"

مجلس کے ان تین ارکان نے اس کاغذ کی اصل نندکمار سے مانگی اور اُس نے ایک خط نکال کے دیا اور کہا کہ یہ اصل ہے۔

مسٹر اوروِل مددگار معتمد کو حکم ہوا کہ مہر کے حروف دیکھ کے مجلس کو بتا دے کہ

---

[1] بنگال کنسلٹیشن میں تاریخ یوں لکھی ہے یہ سوم جمادی الثانی سنہ ۱۴ جلوس یعنی جلوس شاہ عالم شہنشاہ مغلیہ میرے دوست کرنل ییول نے مجھ سے کہا کہ سوم جمادی الثانی لکھنا چاہیئے۔ مطابق ۲ ستمبر ۱۷۷۲ء۔

کیا لکھا ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ حروف فارسی ہیں اور منی بیگم کا نام لکھا ہے۔

سرجان ڈی اولے، صدر مترجم فارسی جو پہلے حاضر نہ تھا جب آیا تو بلا کے مُہر اُس کو دکھائی گئی۔ اُس نے بھی کہا کہ "منی بیگم کی ہے"۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہی لینے کے لیے یہ مجلس کیسی ناموزوں تھی۔ ڈی اولے کا بیان اور رول کے بیان سے بہت زیادہ تھا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ کنسلٹیشن کے لکھنے والے نے دونوں بیانوں کو ایک دوسرے کے برابر سمجھا۔

بعد ازیں منی بیگم کا ایک خط جو چند ہی روز قبل وصول ہوا تھا دفتر فارسی سے پیش ہوا۔ سرجان ڈی اولے کے منشی نے کہا کہ دونوں خط ایک ہاتھ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں مگر خط کی مہر (بظاہر جو خط نندکمار نے پیش کیا تھا) منی بیگم کی مہر ہے۔ اس پر مجلس نے تجویز کیا کہ خط جو راجہ نے زیادہ ڈھائی سال قبل کا لکھا ہوا ہے اور جو خط سرجان ڈی اولے نے پیش کیا صرف چند روز پیشتر کا ہے)۔ یہ اشارہ اس طرف تھا کہ شاید مختلف محرروں نے لکھے ہوں۔ اصلی مطلب جو ایسی تحریر سے نکلتا ہے قابل ملاحظہ ہے۔ یہ مجلس جس نے فصل خصومات کا عہدہ اپنے ذمے لیا تھا جیسے ہی کوئی دقت نندکمار کے مقدمے میں پیش آتی ہے تو بجائے اس کے کہ اس کی وقعت کی تحقیقات کرے جواب سمجھا دیتی ہے۔

انھوں نے نندکمار کا اظہار حسب ذیل لیا۔

س۔ کیا تمھارے پاس کوئی اور دلیل پیش کرنے کو ہے؟

ج۔ میرے پاس اور کاغذات نہیں ہیں۔

س۔ یہ اصلی خط جو تم نے پیش کیا، کیا اُس کو تم سے گورنر جنرل نے یا اُن کی طرف سے کسی اور نے طلب کیا تھا؟

ج۔ بیگم نے گورنر کے بیٹے کنٹو بابو کے واسطے سے یہ خط مجھ سے مانگا تھا۔ میں نے یہ خط کنٹو بابو کے ہاتھ میں دیا اُس نے اُسے پڑھا اور جب اصل کے دینے سے انکار سنا تو بیگم کے سنانے کے لیے نقل مانگی۔ میں نے اُس سے کہا کہ تم میرے سامنے نقل کر سکتے ہو چونکہ رات بہت ہو گئی تھی، لہٰذا اُس نے کہا کہ کسی اور دن نقل لے لوں گا۔

س - کیا پھر اُس نے نقل طلب کی - ؟
ج - پھر اُس نے طلب نہیں کی -
یہ ایک اور دلیل مجلس کے میلان طبیعت کی ہے - اس سے ظاہر ہے کہ امر مذکور کا تذکرہ نندکمار نے اُن لوگوں سے ضرور کر رکھا ہوگا ورنہ اُس کے سابق کے پیاموں یا خطوں میں کہیں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہو -

دوسرے سوالات کے جواب میں نندکمار نے بیان کیا کہ جس وقت اشرفیاں ہیسٹنگز کے خانساماں کو دی گئیں تو وہ خود حاضر تھا اور چیتن ناتھ اور نور سنگھ اور سدانند بھی اس موقع پر اُس کے ہمراہ تھے - اُس نے بیان کیا کہ یہ اشخاص سب کلکتے میں تھے سوائے نور سنگھ کے جو مرشد آباد میں تھا - آخر اس سے سوال کیا گیا کہ آیا تم کو یقین ہے کہ گورنر کے خانساماؤں نے یہ رقم گورنر کے لیے لی تھی - ؟ اُس نے جواب دیا کہ بیشک گورنر کے لیے انھوں نے لی -

مجلس نے کنٹو بابو کو حاضر ہوکے اظہار دینے کو طلب کیا مگر اُس نے جواب دیا کہ گورنر نے اُس کو حاضر ہونے سے روک دیا ہے اور کہا کہ مجلس کے مکمل ہونے پر اگر میں طلب کیا جاؤں تو حاضر ہوں گا - مجلس کی رائے ہوئی کہ یہ آدمی اس مجلس کی بڑی بے ادبی کرنے کا مجرم ہوا اور نندکمار کو رخصت کیا اور گورنر جنرل کو خبر دی کہ نندکمار ہٹ گیا آپ آئیے اور اجلاس فرمائیے - گورنر نے جواب دیا کہ یہ جو اکثر ارکان جمع ہیں میں اس اکثریت کو مجلس کا اجلاس نہیں مان سکتا اور چونکہ بارول دیہات نہیں ہیں میں آج رات کو مجلس نہیں منعقد کر سکتا ہوں مگر کل منعقد کروں گا -

اس پر مجلس والوں نے یہ تجویز کی کہ چونکہ مجلس پر ظاہر ہوا کہ ان رقوم کو جن کی تفصیل مہاراجہ نندکمار کے خط مورخہ ۸ مارچ میں ہے - (یہاں رقوم مذکور بالا مع میزان ۳۵۴۱۰۵ روپے کے درج ہے) گورنر جنرل نے وصول کیا ہے اور رقوم مذکور باستحقاق آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کا مال ہے لہٰذا تجویز ہوئی کہ یہ رقوم

ﻟﻪ یہ شخص جبل کے مقدمے میں نندکمار کا گواہ تھا -

گورنر جنرل سے کمپنی کے مصارف کے لیے داخل کروائی جائیں۔ اور یہ بھی حکم ہوا کہ مجلس کی یہ کارروائی مع تمام کاغذات کے کمپنی کے وکیل کو حوالے کر دی جائے تاکہ وہ کونسلیں کو دکھا کر رائے لے کہ ان روپیوں کے وصول کرنے کے لیے کیا کارروائی کرنی چاہیے۔

یوں نندکمار نے ہیسٹنگز پر الزام لگایا اور یوں مجلس نے اُس پر کارروائی کی۔ دو دن کی مدت میں مقدمہ پیش بھی ہوا اور فیصلہ بھی ہوا۔ نندکمار کا خط ۱۱ مارچ کو پیش ہوا۔ ۱۳ تاریخ کو مجلس نے فیصلہ کر ڈالا۔ ان الزامات کا حال بیان کرنے سے پیشتر کارروائی مذکور بالا کے متعلق کچھ کہہ دینا ضرور ہے۔

کلاورنگ اور مانسن اور فرانسس نے جو جلد بازی اور بیباکی اور زبردستی کی وہ مبالغے سے باہر ہے۔ جس شہادت پر اُنھوں نے کارروائی کی میں نے وہ پوری پوری بیان کر دی ہے۔ اس میں صرف نندکمار کی گواہی اور اُس کا اظہار جہاں تک منی بیگم کے متعلق ہے ایک سنی سنائی بات تھی جس کی تائید فقط ایک خط سے ہوتی ہے جس کی تصدیق بس نندکمار ہی نے کی ہے۔ بدعنوانیاں جو پیش رہیں اُن میں نندکمار اپنے اقرار کے موافق صرف شریک نہ تھا بلکہ معترف تھا کہ مدعی علیہ پر بدگمانی اور اُس سے انتقام لینے کا قصد اس نالش کا باعث ہوا مجلس نے جو سوالات نندکمار سے کیے وہ یا تو رکیک تھے یا ایسے تھے جن کو وہ خود تجویز کرتا حالانکہ اگر مجلس والے تامل کرتے اور جو خط کہا جاتا تھا کہ بیگم کا لکھا ہوا تھا اُس کو غور سے ملاحظہ کرتے اور اُس کو نندکمار کی تحریری دعوے سے مقابلہ کرتے تو ان کو ضرور معلوم ہوتا کہ اکثر مقامات پر تحقیقات کی سخت ضرورت تھی۔ ان خطوط میں جو بیان لکھا ہے وہ اس الزام سے جو نندکمار نے پیش کیا ہے بظاہر مخالف ہے۔ نندکمار نے کہا کہ اُس نے ہیسٹنگز کو ۱۰۴۱۰۵ کی اشرفیاں دی تھیں اور منی بیگم نے اُس کو ایک لاکھ مرشدآباد میں دیے تھے اور کنٹو بابو کے بھائی نرسنگھ ساکن قاسم بازار سے اور ڈیڑھ لاکھ دلوائے تھے اور یہ سب ۳۵۴۱۰۷ روپے ہوئے۔

خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ منی بیگم کا ارادہ دو لاکھ روپے دینے کا تھا ایک لاکھ ہیسٹنگز کو

مرشد آباد میں دینا چاہتی تھی اور دوسرے لاکھ کے بارے میں نندکمار سے درخواست کی تھی کہ ہیسٹنگز کو کلکتے میں دے دے اور یہ لاکھ روپیے نندکمار کو وہ ادا کر دیگی۔
بنابریں نندکمار سے سوال کرنا چاہیئے تھا کہ آیا منی بیگم جو چاہتی تھی وہ اُس نے کیا یا نہیں؟ اور آیا وہ ۱۰۵، ۱۴۰ روپے جو اُس نے کہے کہ کلکتے میں ہیسٹنگز کو اشرفیوں کی شکل میں دیئے وہی لاکھ روپے تھے جو منی بیگم نے دلوائے تھے۔ اگر یہ اُن کہتا تو اُس کا بیان منی بیگم کے خط کے مضمون سے بالکل مخالف تھا اس لیے کہ بنابر مضمون خط کے کل رقم جو منی بیگم نے دی یا دلوائی تعداد اس کی دو لاکھ تھی اور بنابر اس کے یہاں کی تعداد اس کی ساڑھے تین لاکھ ہوتی تھی۔ اور اگر یہ جواب میں نہیں کہتا تو دو سوال پیدا ہوتے۔ پہلا تو یہ کہ کس بنا پر ۱۰۴۱۰۵ روپے کی اشرفیاں دی گئیں۔ اور دوسرا یہ کہ اُس کے بیان میں اور بیگم کے خط میں مطابقت کیونکر ہو سکتی ہے۔ خط میں ہے کہ بیگم مرشد آباد میں ایک لاکھ دینے کو تھی اور ایک لاکھ نندکمار سے قرض لے کر کلکتے میں دینا چاہتی تھی اور دعوے میں بیان ہے کہ ایک لاکھ مرشد آباد میں اور ڈیڑھ لاکھ نرسنگھ کو قاسم بازار حوالی مرشد آباد میں دیے گئے۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ یہ سوالات کرنا چاہیئے تھے اس لیے کہ جس تحریر کو مجلس نے قبول کر لیا تھا اُس ہی کے صاف مضمون سے یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔
علاوہ بریں مجلس نے نہایت کھلی ہوئی اور عام طور کی احتیاط کا بھی خیال نہ رکھا۔ جس خط کی نسبت منی بیگم کی طرف کی گئی ہے اُس کے سچ ہونے کی تحقیق کے لیے کوئی تدبیر نہیں کی سوا اس کے کہ دو مہروں کے نقش ملائے جائیں۔ انھوں نے اتنا بھی نہ کیا کہ اس خط کو رکھ لیتے بلکہ نندکمار کو واپس کر دیا۔ جن کے ہاتھ نندکمار نے کہا کہ اشرفیاں سکے کوٹ سے دیے گئے تھے، اُن لوگوں تک کو نہیں بلایا اور نہ نندکمار سے ایک بھی سوال کیا کہ کس وقت اور کہاں یہ اشرفیاں حوالے کی گئی تھیں اور کس شخص سے اُس نے یہ بڑی رقم لی تھی اور کس کتاب میں اُس نے اس روپے کا داخلہ لکھا تھا اور یہ جو کہتا ہے کہ اس بارے میں اُس سے اور ہیسٹنگز سے گفتگو ہوئی تھی تو کب اور کہاں یا اور کھلے ہوئے امور میں سے کسی ایک کا سوال کرتے جس سے اُس کی صداقت کی جانچ ہو جاتی ہے۔ ایک شخص جس کے بلانے کی انھوں نے

تجویز کی وہ گورنر جنرل کا ملازم تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اُنھوں نے اس امر کی بابت سوال کرنا چاہا جس امر کو اُنھوں نے نند کمار سے کہلوایا تھا۔ کنٹو بابو سے جو طریقہ اُنھوں نے برتا وہ ایک مخصوص طریقہ تھا۔ ایک ہفتے بعد یہ شخص پھر طلب کیا گیا اور حاضر ہوا اور اُس کا اظہار لیا گیا۔ اُس کا اظہار صرف اس امر کے متعلق لیا گیا کہ کیوں وہ پہلے حاضر نہیں ہوا جس کی وجہ پھر اُس نے بیان کی کہ اُس کے آقا نے اُس کو منع کیا تھا تاکہ مجلس سے اُس کے اُٹھ جانے کے بعد جو اور اکثر ارکان نے اجلاس کیا اُس کو تسلیم نہ ماننا پڑے۔ اُنھوں نے اُس کی شہادت کو جو یہ ہیسٹنگز کے متعلق دے سکتا تھا ایسا بے قدر سمجھا کہ اس کی بابت ایک بھی سوال اُس سے نہیں کیا۔ کلیورنگ نے تحریک کی کہ اُس کے پیر کاٹھ میں ڈالے جائیں تاکہ یہ بھی وہی سزا پائے جو گورنر جنرل بیچارے ہندوؤں کو دیا کرتا ہے صرف اس وجہ سے کہ اُنھوں نے شہر سے دو میل اور دریا کے کنارے کی سڑک پر قضائے حاجت کی"۔ اس تحریک کرنے کا باعث یہ بیان کیا کہ گورنر جنرل نے کہا تھا کہ "اگر میرا (یعنی کلاورنگ کا) کوئی منشا اس کی ذات سے متعلق ہے تو وہ جان پر کھیل کر مجھ کو اس کا جوابدہ بنائے گا"۔ جس پر ہیسٹنگز نے بیان کیا کہ "میں نے یہ کہا تھا کہ اگر وہ اپنی ذات سے یا اپنے اقتدار سے کسی امر کے کرنے کی کوشش کرے گا تو میں اس کا مقابلہ اپنی ذات سے کروں گا۔ یعنی اپنی جان خطرے میں ڈال کر خود مقابلہ کروں گا۔ اور یہ بھی میں نے کہا تھا کہ اگر وہ قانون کو عمل میں لائے گا تو میں بھی قانوناً مقابلہ کروں گا"۔ اس تحریری تفضیح کے رد و بدل ہونے کے بعد فرانسس کی تحریک پر مجلس برخاست ہوئی۔ یہ میں نے خاص کر کے اس لیے ذکر کیا کہ ایسی تجویز اور ایسے جواب سے زیادہ جو سرکاری طور پر ثبت دفتر ہونے کوئی چیز اُس پُر جوش عداوت کو جو ہیسٹنگز سے اکثر ارکان رکھتے تھے اور اُس کے جواب کو کہ خلاف مقتضائے طبع نہ تھا روشن طور پر نہیں دکھا سکتی۔ خود اس تجویز سے بخوبی ظاہر ہے کہ یہ لوگ کیا کچھ کرنے کو تیار تھے۔ جہاں تک میں دریافت کر سکتا ہوں اُن کو کوئی حق نہ تھا کہ کسی شخص کو اپنے سامنے طلب کرتے اور غیر حاضری پر سزا دیتے۔ گورنر جنرل کے معتمد و کارپرداز کے پاؤں کاٹھ میں ڈالنے کی تجویز سے

کوئی اور مطلب نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے کہ اُس کے آقا کی توہین نہایت عام اور ذلیل طور پر ہو۔

بعد ازیں ان الزامات کا جو حال ہوا اُس کا بیان حسب ذیل ہے[1]:

مئی کی دوسری کو مسٹر گرانٹ مناسب مجلس صوبہ مقیم مرشد آباد نے کچھ حسابات پیش کیے جس کی نسبت اُس نے کہا کہ اُس نے نواب کے خزانے کے منشی سے پائے تھے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ منی بیگم نے ۹۶۷۶۹۳ روپے اُس رقم سے زیادہ وصول کیے تھے جس کے خرچ کا اُس نے پتہ بتایا۔ اس مجلس نے مسٹر گورنگ کو بیگم کے حسابات کی تحقیقات کے لیے بھیجا۔ بعد ازاں دو مددگار اُس کے پاس بھیجے گئے اور سوالات مرتبہ ہیسٹنگز بیگم سے پوچھے گئے۔ اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ بیگم نے ۱۵۰۰۰۰ روپے ہیسٹنگز کو جب وہ ۱۷۷۲ء میں مرشد آباد گیا تھا دیے تھے مگر اُس کو جو دیے گئے تھے تو موافق قدیم رسم کے کہ جب گورنر نواب کی ملاقات کو آتا تو یہ معمولی رقم پیش کی جاتی۔ خرچ کی یہ رقم البتہ نہایت بڑی تھی کہ حساب سے ۲۰۰۰ روپے روز پڑتے تھے مگر مسٹر رائٹ[2] منتخب ساز حسابات ہند نے ثابت کر دیا کہ اسی حساب سے اور اسی نوع کی رقم کلائیو اور ورسٹ دونوں کو دی گئی تھی۔ منی بیگم نے حتماً انکار کیا کہ سوائے اُس ڈیڑھ لاکھ روپیہ کے کوئی رقم نہ اُس نے دی اور نہ دلوائی، اور گواہوں کی بھی زبان بندی ہوئی اور ستمگار کے بیانات اور مجلس کی کارروائی اور اظہارات جو

---

[1] مل جلد ۳ صفحہ ۳۴۴ ۔ گلیگ جلد ۱ صفحہ ۵۲۸ ملاحظہ ہو۔ برک کی تقریر متعلق الزام ہفتم بتاریخ ۲۱ اپریل ۱۷۸۹ء (اسپیچز منٹ اسپیچیز جلد ۲ صفحہ ۵۵) اور رپورٹ پارلیمنٹ یازدہم انجمن مخصوص مع ملحقات بھی ملاحظہ ہوں۔ ۱۲

[2] تقریر برک بر الزام ہشتم (تقریرات مقدمہ ہیسٹنگز در پارلیمنٹ جلد ۲ صفحہ ۵۵) ۱۲

[3] تاریخ تحقیقات ہیسٹنگز جلد ۵ صفحہ ۱۱۱ اس گواہ کو فاکس نے بلایا جس سے اُس کی شرافت ظاہر ہوتی ہے۔ دل میں عزت بڑھتی ہے ورنہ یہ ہیسٹنگز کے وکلا سے رہ گیا تھا۔ ملاحظہ ہو لارڈ تھرلو کی تقریر (تاریخ تحقیقات جلد ۵ صفحہ ۲۰۸)

گورنگ اور اُس کے مددگاروں نے مرشد آباد میں جمع کیے تھے یہ سب اس مجلس نے مجلس نظما میں روانہ کردیے۔ لارڈ تھرلو[۱] نے جو حال دارالامرا میں ۷ مارچ ۱۷۹۰ء کو بیان کیا حسب ذیل ہے:۔

نالش جو نندکمار نے مجلس کی اکثریت کے سامنے کی تھی کمپنی کے قانونی افسران مقیم بنگالہ[۲] کے پاس پیش کی گئی۔ انھوں نے ہندوستان میں مقدمہ چلانے کی صلاح نہیں دی بلکہ بورڈ کو مشورہ دیا کہ کُل کاغذات اور تمام گواہیاں کمپنی کے پاس روانہ کی جائیں تاکہ اگر وہ مقدمے کو قابل لحاظ جانیں تو ایک تحریری نالشی مسٹر ہیسٹنگز پر دائر کرکے حقیقت حال جبریہ دریافت کرسکیں۔ یہ کاغذات ایسے وقت میں پہنچے جبکہ وزیر لارڈ نارتھ کو فکر و خواہش تھی کہ کوئی اچھی معقول وجہ مل جائے تو ہیسٹنگز کو برطرف کردے۔ کمپنی کے قانونی افسروں کے پاس یہ سب کاغذ پیش ہوئے، اور انھوں نے کہا کہ نندکمار کی نالش جس کا یک طرفہ مقدمہ اُس کے سامنے پیش ہے ممکن نہیں کہ سچ ہو اور اس رائے دینے کے وجوہ مفصل بیان کیے۔ اگرچہ اکثر نظما اس وزیر کے ممنون کرنے پر بہت مائل تھے تاہم انھوں نے اپنے قانونی افسروں کی رائے سے اتفاق کیا اور یہ تمام کوڑا کرکٹ[۳] ۱۷۷۶ء سے ۱۷۸۹ء تک یوں ہی بے جواب کے پڑا رہا بعد ازاں جیسا کہ امرائے عظام جانتے ہیں اس مقدمے میں آپ صاحبوں پر منتظموں نے مکرر تاکید کی اور صحیح طور سے مجلس نظما نے رد کردیا۔"

رشوت ستانی کا الزام درحقیقت ہیسٹنگز کے الزامات کی ساتویں دفعہ کا جزو ہے اور نندکمار کے اظہارات جو شہادت میں پیش ہوئے اُن کا رد ہونا اس کارروائی کا یادگار جزو ہے۔ یہ اظہارات اگرچہ رد ہوئے تھے تاہم

---

[۱] تاریخ تحقیقات ہیسٹنگز جلد ۵ صفحہ ۲۰۰۔

[۲] اس کو کہنا چاہیے تھا، وکلا اس زمانے میں کمپنی کا کوئی اڈوکیٹ جنرل نہ تھا یہ کاغذات مشتہر کر دیے گئے۔

[۳] یہ الفاظ برافروختگی کے ہیں تو ہر دار نہیں ہیں۔

برک[1] نے ۲۱؍ اپریل ۱۷۸۹ء کو اپنی تقریر میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ ان کا ذکر شروع کیا اور میرے نزدیک نہایت بے سلیقگی سے اس لیے کہ پہلے طولانی تمہید میں دیر لگائی اور جب آخر کی دلیل تک پہنچا تو غیر متعلق واقعات ملا کے دلیل کو کمزور کر دیا۔ ۲۵؍ اپریل کو اس نے اپنی تقریر جاری رکھی اور کمپنی کے کونسلیوں نے جو ہیسٹنگز پر مقدمہ نہ چلانے کی رائے دی تھی اُس کے بارے میں بہت کچھ کہا۔ اُن کی رائے کی قوت گھٹانے کی کوشش اُس[2] نے اس طرح کی کہ اُن کی رائے لینے کے لیے جو صورت حال لکھی گئی تھی اُس پر نکتہ چینی کی یہاں تک کہا[3] کہ مجھ کو یقین نہیں کہ یہ پوری صورت حال اُس مقدمے کی تھی مگر میں تو اب مقدمہ چلا رہا ہوں ورنہ اس پر بھی بلا تامل اپنی رائے دے دیتا۔"

یہ مقدمہ سلکٹ کمیٹی[4] کی روداد میں چھپا ہے۔ اور باوصف برک کی نکتہ چینی کے مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ مقدمے کا بیان ٹھیک طور سے ہے، بیان یوں ہے کہ نند کمار کے بیٹے گرداس کی زبان بندی ہوئی اور اُس نے کہا کہ علاوہ دعوت کے ڈیڑھ لاکھ کے ہیسٹنگز نے دو لاکھ لیے اور ان دو لاکھ میں سے ایک لاکھ نند کمار نے کلکتے میں دیا نند کمار نے یہ رقم سود پر مہاجنوں سے لی تھی اور میں نے یعنی گرداس نے اُس رقم کو جزوی ادائی میں اعتبار علی خاں سے مبلغ دو ہنڈیوں کے ذریعے سے ۳۵۰۰۰، اور ۵۰۰۰ ایس اور ایک درشنی ہنڈوی بھی ۵۰۰۰ کی تھی جس کا روپیہ کچھ نہیں ملا۔ اعتبار علی خاں نے اس معاملے سے اپنی بالکل لاعلمی بیان کی۔ گرداس نے یہ بھی کہا کہ منی بیگم نے جو لاکھ روپے نند کمار سے دلوائے تھے اُس سے چیتن در واقف تھا چیتن در نے انکار کیا۔ گرداس سے

[1] تقریرات جلد ۲ صفحہ ۱-۶۲۔

[2] تقریرات جلد ۲ صفحہ ۶۳-۱۰۸ اور خاص کر کے صفحات ۷۳-۷۹ ملاحظہ ہوں۔ اس موقع پر کمپنی کے کونسلی تھرلو، وڈربرن، اڈیر، ڈننگ وسیر تھے۔

[3] تقریرات صفحہ ۷۴۔

[4] روداد نہم کا ضمیمہ ۲ الف ملاحظہ ہو دار العوام کی مجلسوں کی روداد جلد ۶ صفحہ ۳۸۰-۱۲۔

پوچھا گیا کہ قاسم بازار میں جو یہ لاکھ روپے دیے گئے یہ اُس کو کہاں سے معلوم ہوا تو اُس نے کہا کہ منی بیگم کے خط سے جو اُس کے باپ نندکمار کو لکھا تھا اور جب اس سے یہ سوال کیا گیا کہ آیا اُس نے یہ خط دیکھا تھا تو اُس نے کہا کہ صرف اُس کی نقل دیکھی تھی۔

پس اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ سارا قصہ آخرش نندکمار پر موقوف ہے اس لیے کہ گرداس کو جو معلوم ہوا صرف اسے باپ کے کہنے سے معلوم ہوا اور جس کسی کا نام اُس نے اپنے بیان کے کسی جزو کے ثبوت میں لیا اُس نے اُس سے انکار کیا۔

میری موجودہ غرض سے بالکل بعید ہے کہ اس امر کے دلائل پر پوری تفصیل سے نظر ڈالوں۔ یہ دلائل اُس مقدمے میں پیش ہوئے تھے جو پارلیمنٹ میں ہیسٹنگز پر دائر ہوا تھا، مگر یہ مناسب مقام اُس جھگڑے پر غور کرنے کا ہے جو ایک مدت بعد سر گلبرٹ ایلیٹ نے دارالعوام میں اور برک نے دارالامرا میں نکالا۔

سر گلبرٹ ایلیٹ کا کہنا یہ تھا کہ ان دلائل کا اثر ایسا ہوا کہ ہیسٹنگز کی بدحالی انتہا کو پہنچی اور اب کامل تباہی اور بے حد رسوائی کے بغیر وہ اسی مقام پر جہاں نندکمار رہتا نہیں رہ سکتا تھا اور سوائے اس کے کہ اُس کو ہلاک کر ڈالے اور کچھ بن نہ پڑتا تھا۔ اور خود ان الزامات میں نہایت قوی دلیل اُن کی صحت کی تھی۔ اور اُن الزامات کے لگانے پر ہیسٹنگز کا برتاؤ ضرور ایک مجرم کا سا ہو گیا تھا۔ اس بارے میں یہ رائے اُس منصوبے کی اصل ہے کہ نندکمار ایک سازش کا شکار ہوا جس کا نتیجہ ایک جج کا قتل عمد کا مرتکب ہونا ہوا۔ پس میں اس کی تنقیح کروں گا۔

اس مقدمے میں جو شہادت گذری اُس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک نندکمار کے اظہارات اور دوسرے اُن اظہارات پر ہیسٹنگز کا برتاؤ۔

میں ابھی چند اعتراضات جو نندکمار کے اظہارات پر ہوتے ہیں بیان کر چکا ہوں۔ خود ان اظہارات میں تخالف ہے جس کے متعلق یہ نہیں معلوم ہوتا کہ مجلس کی توجہ ہوئی اور نہ اس تخالف کی کبھی توضیح ہوئی۔ کم از کم یہ شخص شریک جرم تھا۔ اگرچہ اُس کے شریک ہونے کی تصدیق نہیں ہوتی اور اس کا رویہ خراب تھا علی الخصوص راست گفتاری کے بارے میں۔ اُس نے چند آدمیوں کا نام لیا کہ اُنھوں نے بھی کچھ تھوڑا حصہ اس

جس میں لیاگر ان میں سے کوئی اُس کے بیان کی تائید کے لیے پیش نہیں کیاگیا۔ قصور زیادہ تر مجلس والوں کا ہے نہ کہ نندکمار کا۔ اس لیے کہ انھوں نے صرف نندکمار کے بیان پر اس کے بغیر کہ کسی قسم کی کوشش اس کی صحت کے جانچنے کی کی ہو۔ ہیسٹنگز کو مجرم ٹھیرایا جیسا کہ میں سابق میں ذکر کر چکا ہوں۔

اس بارے میں برک[1] اور سر الیجہ گلبرٹ کی رائے مختلف ہے۔ برک کہتا ہے کہ میں حتماً کہہ سکتا ہوں کہ اگر کبھی کسی نالشی نے کسی حاکم کے سامنے خوبی اور سنجیدگی کے ساتھ حاضری دی ہوگی تو وہ یہی شخص تھا۔ جب یہ شخص اپنی شہادت پیش کرتا ہے تو پہلے آپ سے کہتا ہے کہ کیا رقم دی گئی روپے تھے یا اشرفیاں کن تھیلیوں میں رکھی تھیں کیونکہ ملک کے مروج نقدی کی تبدیلی ہوئی ان تمام لوگوں کے نام بتاتا ہے جن کا ہاتھ اس رقم میں لگا جن کی تعداد خود اُس کے سوائے آٹھ تھی اور منی بیگم اور گرداس ملا کے گیارہ۔ ان سب کا ذکر اس معاملے میں ہوا ہے۔ الزام کے متعلقات کی تشخیص سے خود الزام کیونکر ثابت ہوا مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ البتہ یہ اُس وقت ثابت ہوتا کہ یہ آٹھ آدمی بلائے جاتے اور نندکمار کے بیان کی تصدیق کرتے اور مستقل دلیل پیش ہوتی کہ نندکمار اشرفیوں کے توڑے جن کو کہتا ہے کہ ہیسٹنگز کے نوکروں کو دیے درحقیقت اسی غرض سے لایا تھا مگر ان لوگوں میں سے کسی کو نہ نندکمار نے پیش کیا اور نہ مجلس نے بلایا۔ بعد کو جب ان کل بارہ شخصوں میں سے تین سے پرسش ہوئی تو گرداس نے جو نندکمار سے سنا تھا صرف وہی دُہرایا اور منی بیگم اور نرسنگ نے جو نندکمار نے ان کے متعلق کہا تھا اُس کی بالکل تکذیب کی معلوم ہوتا ہے کہ برک اور الیجہ دونوں نے کم یا زیادہ صاف طور پر فرض کر لیا تھا کہ جیسے ہی یہ الزام لگایا گیا قبل اس کے کہ اُس کا ثبوت پیش ہو ہیسٹنگز کا کام تھا کہ اُس کا ابطال کرے۔ یہ فرض مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس مشہور مقررہ اُصولی قاعدے کا

---

[1] تقریر ۲۰ اپریل ۱۷۸۹ء (تقریرات جلد ۲ صفحہ ۱۴۱) یہ عبارت برک کی تقریر سے منقول ہے اور تقریباً تکرار اُس فقرے کی ہے جو سر گلبرٹ الیجہ نے امپی کے مقدمے میں کہا تھا۔ ۱۲ (پارلیمنٹ کی تاریخ جلد ۲۰ صفحہ ۱۳۳۹-۱۳۴۰)۔

اُلٹا ہے کہ جو شخص دعویٰ کرے وہی ثابت کرے۔ اس فرض کی بنا پر تو عملاً یہ نتیجہ نکلے گا کہ آپ اپنے دشمن پہ ایک امر منفی کا بار ثبوت ڈالنے کے لیے چند بیانات جو فی الجملہ متعلق بمقدمہ ہوں اس کے خلاف پیش کر دیں اور کچھ اور لوگوں کا نام بھی لے دیں۔

بر وقت نالش اور بعد ازاں جو طرز ہیسٹنگز نے اختیار کیا اُس سے ایک بہت قوی یا بہر صورت ایک اچھی دلیل اُس کے الزام سے نکلتی ہے۔ اس پر ایلیٹ اور برک دونوں نے بہت زور دیا۔ برک نے تو طول کے ساتھ ایسی سخت کلامی کے ساتھ جواب دیا کہ تقریباً سو برس کے بعد بھی مکروہ معلوم ہوتی ہے۔ اُس نے کہا کہ "جواب کے لیے کودے اور چھیڑے جانے اور طلب ہونے پر جس صورت سے کہ میں بیان کر چکا ہوں اُس نے بے حرمتی اور رسوائی کی دھوت دی۔ اگر میں یوں کہوں جس میں اُس کے ساتھ والوں نے اور مجلس نے جس جس قسم کی ملامتیں اُسے ممکن ہوئی کیں ہر روز مسلسل برسوں ٹھونس ٹھونس کے کھانا .... سالہا سال اُس بے حرمتی کے گھورے پر پڑے کے اُس بے حرمتی کے چھیچڑے اور فضلہ اور جو کچھ کہ انسان کو مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا کھانا اور موٹا ہونا گوارا کیا مگر اس واقعے کا انکار نہ کیا"۔

معمولی عبارت میں یہ دلیل یوں ہے کہ بے لوث آدمی خود چاہتا ہے کہ تحقیقات ہو، مگر ہیسٹنگز نے تحقیقات کو روکا اور روکا بھی تو ایسے اختیار سے جس کا برتنا اُس کے لیے اگر خلاف قانون نہ ہو تو بھی مشکوک اور غیر ضروری تھا۔ بے قصور شخص کم از کم اپنے بے قصور ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو الزامات اُس پر عائد ہوتے ہیں اُن کے صحیح ہونے سے انکار کرتا ہے مگر ہیسٹنگز نے یہ کچھ بھی نہ کیا۔

"یہ دلیلیں کامل غور چاہتی ہیں۔ پہلی دلیل اُس طریقے پر مبنی ہے جس طریقے سے کہ ہیسٹنگز مجلس سے پیش آیا جس کا بیان ابھی ہو چکا ہے۔ اُس کے اس

---

۵۱ تقریرات جلد ۲ صفحہ ۶۹ - ۱۲

دعوے پر کہ اپنے عہدے کا وقار قائم رکھنے کے لیے اُس نے اس مجلس میں جس کا خود صدر تھا ایک مجرم کی طرح بیٹھنے سے انکار کیا سخت سرزنش ہوئی ہے۔ اگر ملزم کی توقیر تحقیقات کے لیے پوری مزاحم ہو تو ہر ایک حکومت کے سر برآوردہ عہدہ داروں کی جواب دہی کا فوراً خاتمہ ہو جائے گا۔ اور اُن کے اختیارات کی تحدید باطل ہو جائے گی۔ اور اُن کی بداطواری پر کوئی بندش نہ رہے گی۔" برک نے کہا "مسٹر ہیسٹنگز نے جو خیال توقیر کا کیا اُس کو راستبازی سے کچھ تعلق نہیں ہے۔"

یہ بات یقیناً درست ہے کہ کسی شخص کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس نے اپنی توقیر کھو دی جبکہ اُس نے کسی مناسب ذریعے سے ناحق تہمت کو دفع کیا ہو۔ ایک طرف تو یہ امر ہے اور دوسری طرف یہ بھی اُسی کے برابر۔ سچ ہے کہ دنیا میں چند عہدے ایسے ہوتے ہیں جن پر کوئی فائز ہو اور اُس پر بداطواری کا الزام لگایا جائے تو وہ فوری جواب دہی کے لیے کسی خاص شخصوں کے سامنے حاضر ہونے پر راضی نہیں ہو سکتا بغیر اس کے کہ اپنی توقیر ضایع کرے۔ اگر کسی سپہ سالار پر میدانِ جنگ میں اُس کے خاص ماتحت افسر بزدلی یا نمک حرامی کی تہمت لگائیں تو وہ اس کے بغیر کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہو جائے اس تہمت کی تحقیقات تک بھی نہ ہونے دے گا۔ اگر ایک جج پر برسرِ اجلاس اور اُس پر مقدمۂ زیرِ بحث میں طرفداری یا رشوت ستانی کی تہمت لگائی جائے تو وہ اُس تہمت کی تحقیقات پر راضی نہ ہوگا۔ بغیر اس کے کہ یہ پیشی تمام ہو اور کوئی اعلیٰ افسر حسبِ قاعدہ اُس سے بازپرس کرے۔ ان صورتوں سے ہیسٹنگز کے عہدے کو اگرچہ پوری پوری مشابہت نہ ہو تو بھی بہت کچھ مشابہت تھی کہ یہ حکمران جماعت کا ایک مقرر شدہ جزو تھا اور وہ حکمران جماعت فقط مجلس نہ تھی بلکہ مجلس مع گورنر جنرل تھی۔ اُس زمانے کے بڑے بڑے قانون دانوں کی رائے یہ تھی کہ وہ مجلس کے اجلاس کو برخاست کر سکتا تھا۔ پس میں اُن کلمات میں جو کل اور برک نے اُس کی نسبت استعمال کیے اُن کی موافقت نہیں کر سکتا ہوں۔ ہیسٹنگز نے جو توقیر کا ذکر کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اُس کی مراد سرکاری توقیر تھی

لے ل جلد ۳ صفحہ ۲۴۴۔

سے تقریرات جلد ۲ صفحہ ۵۰۔

نہ کہ اُس کا ذاتی احترام۔ اُس نے تحقیقات کی کمیٹی مقرر ہونے کے لیے کہا مگر اپنی تحقیقات میں خود صدر ہونے سے انکار کیا۔ جو اُس کے ذہن میں تھا اگر وہ اُس کو بغیر کسی طرح کی بناوٹ اور رکاوٹ کے بیان کرتا تو میں سمجھتا ہوں کہ یوں کہتا "تحقیقات کے لیے تو اگر تم چاہو کمیٹی کے طور پر تحقیقات کرو مگر میں اس ملک کی حکمران مجلس کا ایک مقرر شدہ جزو ہوں اور میں اس حالت کو قبول نہ کروں گا کہ جو عدالت میرے مقدمے کی سماعت اور فیصلے کے لیے ہو اُس کا میں صدر ہوں اور اُس کے ساتھ ہی میں جواب دہی کے لیے بطور ملزم اور قیدی کے پیش کیا جاؤں۔ علاوہ براں تم (یعنی) کلاورنگ اور مانسن اور فرانسس دراصل مجھ پر تہمت لگانے والے ہو۔ نندکمار تمھاری سازش فاش کر رہا ہے اور تم خود اعتراف کرتے ہو کہ تم سے اور اُس سے پیشتر سے بات چیت ہوئی ہے۔ تم میرے سخت دشمن ہو اور ہرگز میرے مقدمے میں جج نہ ہو گے اگر میں نے تمھارا جج ہونا مان لیا تو گویا میں نے اپنا مجرم ہونا قبول کر لیا۔ میں اپنے قانونی حقوق پر قائم ہوں اور کچھ پروا نہیں کرتا تم جو کچھ برائی کر سکتے ہو کرو۔"

اس مطلب کے ایک جزو کو اُس نے خود اپنی اس تحریر میں درحقیقت بیان کیا ہے جس کا خلاصہ میں لکھ چکا ہوں اور مانسن کے اعتراف کرنے سے اور دوسرے امور سے جن کی طرف میں اشارہ کر چکا ہوں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس مطلب کو اگر وہ پورا پورا بیان کرتا تو بالکل صحیح و درست ہوتا۔ وہ لوگ انتہا کے بے محابا بیباک بے انصاف اور ہٹ دھرم تھے اور اگر ہیسٹنگز مجلس میں ٹھیرا رہتا اور نندکمار کے بیانات کی پوری بحث ہوتی تو از روئے عقل اُس کو کوئی امید نہیں ہو سکتی تھی سوائے اس کے کہ اُس کو ایک ایسی مجلس مجرم قرار دیتی جس کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ ہیسٹنگز نے اُس کے اختیارات کو مانا تھا۔ قابل لحاظ یہ امر ہے کہ اپنے دشمنوں کی راستبازی پر زیادہ اعتماد کرنے سے جبکہ اُس کا مقدمہ دارالعوام کے سامنے پیش تھا اُس نے سخت نقصان اُٹھایا۔ جو جواب دہی اُس نے دارالعوام میں کی تھی دارالامرا میں اُس کی پیشی ہوئی تو وہی جواب دہی بطور قوی شہادت کے اُس کے برخلاف لائی گئی۔ یہ دلیل کہ ہیسٹنگز نے اس مقدمے کے دوران میں کسی مقام پر نندکمار کے بیانات کی تکذیب نہیں کی میرے نزدیک

ایک واقعی امر ہے اور زیادہ نہیں مگر کچھ نہ کچھ اہمیت رکھتا ہے۔ یہ میں نے اس لیے کہا کہ میرے وہم میں بھی نہیں آتا کہ جس شخص کے دل کا حال یہ ہو کہ اپنی رشوت ستانی کے بڑے جرم کے پوشیدہ کرنے کے لیے جج سے قتل عمد کرنے کی تدبیر کرتا ہو اُس کو اپنی جھوٹی برأت کے دعویٰ کرنے میں تامل ہوگا۔ ان الزامات کے وقت اُس کی خاموشی کا باعث ایک یہ واقعہ ہوا کہ اُس نے منی بیگم سے ڈیڑھ لاکھ روپے دعوت کے لیے تھے۔ یہ معاملہ اگر بالکل خلاف قانون نہ بھی ہو تو بھی کم از کم مشتبہ تھا اور دوسرا باعث یہ ہوا کہ نندکمار کے بیانات کے ہر ایک جزو کا بالکلیہ انکار نہیں کر سکتا تھا لہذا بہتر سمجھا کہ مقید و جزوی انکار پیش نہ کرے اور اپنے دشمنوں کو آزاد چھوڑ دے کہ وہ جو ثابت کر سکیں کریں۔

اُس نے ایک کاغذ نہایت بیوقوفی سے پڑھ کے دار العوام کو سنایا اور جس حالت میں کہ اُس کا مقدمہ پارلیمنٹ میں زیر تجویز تھا اُس کو اتنی ہی بڑی حماقت سے لکھ کر داخل کیا۔ اس کاغذ کے لکھنے میں اُس نے بالکل متابعت ان دفعات کی کی تھی جو اُس وقت اُس پر قائم ہوئے تھے اور وہ ایک قسم کی کشتی کرنے لگا تھا جو بالکل خلاف عقل اور غلط سوچی گئی تھی۔ نالش کا باقاعدہ جواب جو اُس نے داخل کیا تو البتہ اُس کے لکھنے میں یہ اپنے وکیلوں کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے جواب دیکھا مگر مجھ کو اس میں نندکمار کے مقدمے کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ نندکمار کے اظہارات کو بطور شہادت ہیسٹنگز کے مقدمے میں پیش کرنے کی جب کوشش کی گئی تو اُس کے وکیل نے اعتراض کیا کہ یہ قابل داخل ہونے کے نہیں ہیں جیسا کہ درحقیقت نہ تھے اور یہ اعتراض کارگر ہوا کہ رقوم کے لے لینے کے متعلق جو الزام اُس پر تھا اُس کے بارے میں متفق الرائے قول اُس کے موافق ملا۔ اگر میں اُس پارلیمنٹ کے مقدمے کو کبھی بیان کروں تو ان امور کی پوری بحث کرنی مجھ کو لازم ہوگی۔ بالفعل اتنا کہنا کافی ہے کہ نندکمار نے موجہ الزام کے جواب میں جو اُس نے پورے قانونی طور کی کارروائی سے کام لیا تو اس واقعے سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ مجرم تھا سختی سے خالی نہیں ہے۔

بہرصورت میں ایک عجیب حال بیان کر سکتا ہوں جو اب تک معلوم نہیں ہوا تھا۔

سر اڈورڈ اسٹریچی کے باپ نے نیلام میں ایک خلاصہ اُن خلاصوں میں سے خریدا جو ہیسٹنگز کی تحقیقات کے لیے تیار ہوئے تھے۔ اس کاغذ کی پشت کی عبارت سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے کونسلیوں میں سے کس کونسلی کے لیے یہ تیار ہوا تھا مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو کسی نے غور سے پڑھا اور ٹھیک طور سے نشان بنائے اور الفاظ کے نیچے لکیریں کھینچیں۔ اس خلاصے کا وہ حصہ میرے سامنے موجود ہے جو نندکمار سے نذرانہ لینے کے الزام سے تعلق رکھتا ہے۔ اس میں زیادہ تر وہی اسناد درج ہیں جن کا میں ابھی حوالہ دے چکا ہوں اور جن کو میں نے بجائے خود رائے قائم کرنے کے لیے دیکھ لیا تھا۔ مگر اُس کے آخر میں یہ عنوان ہے "کیفیات ماخوذ از جواب قلمی مسٹر ہیسٹنگز" اس جواب سے میں سمجھتا ہوں کہ ضرور وہ کاغذ مراد ہوگا جو اُس نے اپنے کسی کونسلی یا وکیل کے دکھانے کو تیار کیا ہوگا۔ اس عنوان کے ماتحت فقرات مذکورۂ ذیل موجود ہیں "مسٹر ہیسٹنگز نے کوئی روپیہ نندکمار سے بواسطہ یا بلا واسطہ نہیں لیا۔ مسٹر ہیسٹنگز حتماً کہتا ہے کہ اُس نے منی بیگم سے کوئی رقم سوائے اُن ڈیڑھ لاکھ کے جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے کبھی نہیں لی"۔ مسٹر ہیسٹنگز ایماناً اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اُس نے منی بیگم کو نواب کا محافظ مقرر کرنے کی بابت کوئی رقم لی ہو"۔ مجھ کو یاد رہیں آتا کہ مجرم ہونے کے خیال سے ہیسٹنگز نے یہ بیانات ۱۷۷۵ء میں تو نہ کیے جب کہ اپنے عہدے کے کھو دینے کے خطرے میں تھا اور اپنے کونسلی سے کیے جب کہ جھوٹ بولنے سے کچھ حاصل اور سچ کہنے میں کوئی ڈر نہ تھا۔ جس جرم کا الزام اُس پر لگایا گیا اُس سے اُس کے انکار کرنے کا اثر جو کچھ سمجھا جائے واقعۂ مذکورۂ بالا سے ظاہر ہے کہ[1] یقیناً اُس نے انکار کیا۔

ان امور سے جو سوال امپی کے رویے اور چال چلن کے متعلق پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ نندکمار کے اتہام نے ہیسٹنگز کو درحقیقت اس درجہ مجبور کر دیا تھا کہ اُس کو امپی کے ہاتھ سے قتل کرائے بغیر کسی طرح بچ نہیں سکتا تھا۔

---

[1] یہ الفاظ برک کے ہیں جن کو اُس نے اپنی تقریر واقع ۲۱ اپریل ۱۷۸۹ء میں کہا تھا (تقریرات جلد ۲ صفحہ ۴) ہیسٹنگز نے شکایت کی عرضی دی جس پر کئی دن کی غور و فکر کے بعد برک کی پارلیمنٹ سے سرزنش ہوئی کہ اُس نے یہ کہنے میں اُن کی ہدایت سے تجاوز کیا۔ ۱۲ (ملاحظہ ہو تاریخ پارلیمنٹ حصہ ۲۷ صفحہ ۱۳۴۴ - ۱۴۲۲)۔

اس مسئلے میں امور ذیل غور طلب ہیں۔ اولاً نندکمار کا قتل ہونا ہیسٹنگز کو بالفرض اگر اُس نے یہ جرم کیا ہو اُس خطرے سے جس میں نندکمار کے بیانات نے ہیسٹنگز کو ڈالا تھا بچا نہیں سکتا اور وہ خطرہ صرف یہ تھا کہ نظما اُس کو بذلت واپس بلاتے اور جب وطن آتا تو اُس پر عدالت نصفت سے کوئی چالیس ہزار پونڈ کی ادائی کا دعویٰ ہوتا۔ گورنر جنرل کو پادشاہ مجلس نظما کی درخواست پر معزول کر سکتا تھا اور کوئی فنی قانونی قاعدہ اُس کو معزولی سے بچا نہیں سکتا تھا۔ نندکمار کا اظہار پیش اور ثبت ہو چکا تھا جن لوگوں کے نام اُس نے لیے تھے اُن سے سوالات کیے جا سکتے تھے اگر مجلس نظما کی نظروں میں نندکمار کے اظہارات کی وقعت ہوتی تو توقع نہ تھی کہ اُس کے قتل ہو جانے سے وہ وقعت گھٹ جاتی۔ اور اگر اُن کی نظروں میں وقعت نہ ہوتی تو اُس اہم اور فیصلہ کن فعل کے مرتکب ہونے یا اُس پر اقدام کرنے کا کوئی باعث نہ تھا۔ اس بات کی کچھ تصدیق اس واقعے سے ہوتی ہے کہ ۲۷ مارچ کو یعنی نندکمار پر نالش دائر ہونے کے دو ہفتے بعد ہیسٹنگز نے اپنے وکیلوں کو انگلستان میں خط[1] لکھا اور (نہایت بے ضابطگی اور نادانی سے) اُن کو مختار کیا کہ اُس کی طرف سے استعفا دیں اگر انگلستان سے آیندہ تحریرات میں بنارس کے عہدنامے کی یا روہیلوں کی جنگ کی نامنظوری درج ہو یا اُن سے میری جانب بے اعتنائی نکلتی ہو" کسی آدمی سے توقع نہیں کی جاتی کہ جج سے قتل عمد کرانے کی تدبیر کرے ایسے عہدے سے معزولی کے ڈر سے جس سے اُس نے اپنے مختار کو استعفا دینے کے لیے اجازت دی تھی ایسے شروط پر جن سے اُس شخص کو جس کا قتل منظور ہوتا کچھ تعلق نہ تھا۔ دوسری طرف یہ بات قابل غور ہے کہ ہیسٹنگز نے استعفا دینے کو منع کیا اور اپنی جگہ پر برقرار رہنے کے قصد سے ۱۸ مئی کو خبر دی۔ اس درمیان میں نندکمار سپرد عدالت ہو گیا تھا اور جیسا کہ ہیسٹنگز اپنے خط[2] میں لکھتا ہے خاصکر پھانسی دیے جانے کی راہ پر تھا"

[1] یہ خط گلے کی جلد اول صفحہ ۵۲۱ میں چھپا ہے۔ ۱۲

[2] اس خط کی عبارت یہ ہے (گلے جلد اول صفحہ ۵۲۲) نندکمار کے دیکھنے کو جانا جبکہ اُس پر سازش کا مقدمہ چل رہا تھا اور اُس کے بیٹے کو نظامت کے اول عہدے پر ترقی دینا جبکہ وہ بڈھا شخص

ایک سابق خط[1] کے مندرجۂ ذیل فقرے قابل لحاظ ہیں، خط جس کو نندکمار نے منی بیگم کا بیان کرتے ہوئے پیش کیا شدید جعل ہے۔ مجھ کو اُس کے جعل کے پیش کر دینے میں کچھ دقت نہیں ہے۔ اس میں نہایت نمایاں علامتیں جعلی ہونے کی موجود ہیں کہ ایک طول طویل داستان لکھی ہے جس پر نہایت رازداری کی تاکید کی ہے اور اخیر میں بے غیرتی سے یہ بھی بڑھایا ہے۔ العاقل تکفیۃ الاشارۃ (جبکہ خط کا واحد مطلب یہ تھا کہ ایک لاکھ روپے کی ادائی کے واسطے حکم دے دیا جائے) اور نندکمار کا بیٹا اور داماد منی بیگم کے ساتھ تھے اور روزانہ نندکمار کو خبر پہنچاتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ محبس میں اور خاصکر پھانسی دیے جانے کی راہ پر تھا جرأت کے کام تھے اور ضروری تدبیریں تھیں جو کامیاب ہوئیں۔ اس خط کے آخر میں لکھا تھا، اب میں اُس قصد سے جس سے میں نے تم کو جداگانہ خط مورخۂ ۲۷ مارچ میں مطلع کیا تھا دست بردار ہوتا ہوں۔" آیندہ ڈاک کچھ ہی تحریر لاوے میں نے قصد کر لیا ہے کہ اپنی نالش کے نتیجے کو دیکھوں درحالیکہ مجھ کو یقین ہے کہ ممکن نہیں کہ جن آدمیوں کے افعال ایسے دیوانہ وار ہوں ایسے بڑے بھروسے کے عہدوں پر رہنے دیے جا سکتے ہیں۔ (ہیسٹنگز بنام گراہیم و میکلین ۸ا مئی ۱۷۷۵ء) اس فقرے میں جس طرف اشارہ ہے وہ اس بیان سے بہتر طور پر سمجھ میں آئے گا، جو آیندہ باب میں ہے۔ یہ عبارت یقیناً دکھاتی ہے کہ پھانسی دیے جانے کی راہ پر ہونے سے ہیسٹنگز خوش تھا مگر یہ درحقیقت اُس وقت میں اُس کے قتل کی سازش میں مشغول ہوتا تو اپنے وکیلوں سے اس امر کو ہرگز مضحکے کے ساتھ نہ بیان کرتا۔ میں توقع کرتا ہوں کہ وہ اس ذکر ہی سے باز رہتا۔ شان اُس خط کی ایسی ہے جیسے اُس شخص کی ہو جس کو غیر متوقع کوئی چیز خوش قسمتی سے ملے نہ کہ اُس شخص کی جو قتل کرنے پر آمادہ ہو اور جیسے اپنے منصوبے کے پورا کرنے کے لیے پہلا قدم اُٹھایا ہو اور اور اُس کی تکمیل کا منتظر ہو۔ ایک مشکوک و خطرناک تدبیر کی تعمیل کا ناگوار سامنا۔ ۱۲

[1] مورخۂ ۲۵ مارچ ۱۷۷۵ء ہیسٹنگز بنام گراہیم و میکلین (گلے جلد ۱ صفحہ ۵۱۵)۔

"میں نے جو اس مہینے کی ۱۳ و ۱۴ و ۱۷ کو بورڈ کے جلسے کو برخاست کرنے کی تجویز کی (یعنی کہہ دیا کہ برخاست ہے) اور جو میں نے کنتو کو اُن کی طلبی کے حکم کی مخالفت کرنے کا حکم دیا یہ دونوں امر چونکہ برمحل واقع ہوئے تھے" میں امید کرتا ہوں کہ وہ باقاعدہ سمجھے جائیں گے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کبھی بلا حکم صدر کوئی جلسہ مجلس کا بلایا گیا یا کام کرتا رہا ہو حتیٰ کہ (ونسٹارٹ) کی حکومت کے زمانے میں جبکہ جھگڑا ہوا تھا۔ رہا التوا تو کلکتے کی سی دائمی مجلس کی نسبت یہ کہنا مہمل ہے۔ یہ مجلس ہفتے میں دو مرتبہ ضرور منعقد ہوگی اور ہوتی ہے اور روز ہو یا جتنی دفعہ گورنر بلانا چاہے منعقد ہو سکتی ہے خواہ درست ہو خواہ نادرست۔ میں اس پر عمل کرتا یا نوکری چھوڑ دیتا دوسرا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مقدمے کی صورت درحقیقت تمام صورتوں سے بڑھ کے ہے۔ وہ لوگ اپنے جوش میں آ کے ایسی زیادتیاں کر چکے تھے جو نوکری کے کسی قاعدے سے جائز یا درست نہیں ہو سکتیں اور نہ میں دب سکتا بغیر اس کے کہ نوکری کے قاعدے کو اُلٹ دیتا اور ایسے تنزل پر راضی ہوتا جس پر دُنیا کی کوئی قوت یا منفعت مجھ کو مجبور نہیں کر سکتی۔ میری غرض تم سے یہ ہے کہ جن خرابیوں کا مجھے سامنا ہے تم اُن کو بے غور کیے نظر انداز نہ کرنا تاکہ اُن لوگوں نے پہلے سے آپس میں صلاح مشورہ کر کے جو حملے کیے اور اُن کے دفیعے کے لیے مجھ کو پہلے سے سوچے سمجھے بغیر مجبوراً رائیں لکھنا پڑیں بلکہ انھوں نے یہ رائیں مجھ کو برافروختہ کر کے لکھوالیں۔ ایسا برافروختہ کیا تھا کہ بہت قریب تھا کہ میری عقل اور میری فہم دونوں میں فتور آ جائے مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ دونوں اب تک میرے پاس صحیح سالم ہیں۔ کم از کم میں ایسا ہی سمجھتا ہوں"۔

جو دستور میں نے مجلس کے اجلاس کو برخاست کر دینے کا شروع کیا ہے اُس پر عمل کرتا رہوں گا یعنی وہ لوگ جتنی دفعہ میری تذلیل کے لیے نئی تجویزیں پیش کریں گے میں اُن کو بحال خود چھوڑ دوں گا۔ مجھے اپنے سے یہ ضرور توقع ہے کہ اُن سے میں بہت کم سروکار رکھنے پر قادر رہوں گا۔ مگر سرکاری کام کیونکر چلیں گے اس کی تدبیر میں نہیں کر سکتا ہوں۔ بگل بج گیا ہے اور نالشیوں کے غول کے غول گواہی پر تیار عرضی دعویٰ لیے ہوئے عنقریب کلکتے میں جمع ہو جائیں گے۔ نندکمار پوری شان سے دربار کر رہا ہے۔ زمینداروں اور نواب کے

گماشتوں کو بلا کے نالش کرنے کے لیے اُن کی خوشامد کرتا ہے اور دھمکی بھی دیتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ علاوہ اس عرضی دعویٰ کے جو خود پیش کر رہا ہے دوسرے عرضی دعوے بھی بافراط جمع کرے گا۔ ان لوگوں نے کارپردازی کا جو طریقہ ٹھیرایا ہے میں سنتا ہوں کچھ اس طرح پر ہے کہ وہ بڈھے جنرل فوک کی مدد سے بکھیڑے کی بات نکالنے کے لیے کتاب مشاورت کی ورق گردانی کرتا ہے اور کرنل مانسن شکایتی عرضیاں لیتا ہے بلکہ مجھ کو یقین دلایا گیا ہے کہ وہ اس درجے نیچے اُتر آیا ہے کہ خود عرضیاں مانگتا ہے۔ فرانسیس عرضیاں لکھتا ہے۔

پانچواں باب

بیان ان الزامات کا جو نند کمار پر وارن ہیسٹنگز اور موہن پرشاد نے لگائے

گزشتہ باب میں ہیسٹنگز پر نند کمار کے لگائے ہوئے الزامات کا میں نے ذکر کیا اور اب میں اُن الزامات کے بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوا ہوں جو نند کمار پر لگائے گئے۔ اُس پر دو الزام تھے پہلا الزام تو یہ تھا کہ اُس نے اور لوگوں سے سازش کر کے جھوٹی نالش ہیسٹنگز اور بارول پر کی۔ اس الزام کی نالش میں ہیسٹنگز اور بارول بظاہر مدعی تھے۔ دوسرا الزام جعل کا تھا جس میں موہن پرشاد تو کھلم کھلا مدعی تھا اور کہا جاتا ہے کہ درپردہ اصلی مدعی اُس میں بھی ہیسٹنگز تھا۔ سازش کی نالش پہلے پیش ہوئی اور جس کیفیت سے پیش ہوئی ذیل میں اُس کا ذکر ہوتا ہے۔

ہیسٹنگز پر صرف ایک نند کمار ہی کا لگایا ہوا الزام نہ تھا بلکہ بہت سے اور بھی الزامات تھے جن میں سب سے بڑا[۱] یہ تھا کہ کمپنی جو فوجداری یعنی فوجداری اور کوتوالی کے سردار مقیم ہوگلی کو بہتر[۲] ہزار روپے تنخواہ دیتی تھی اس میں ہیسٹنگز اور اُس کا بنیا

---

[۱] گلیگ جلد اول صفحہ ۵۲۳۔

آپس میں بانٹ کے چالیس ہزار روپے سالانہ لیا کرتے تھے۔ یہ نالش مارچ کی ۳۰ کو دائر ہوئی اور اس کے دائر ہونے پر ہیسٹنگز نے جیساکہ سابق میں کہا گیا مجلس کو برخاست کر دیا۔ اس نالش سے نند کمار کو خبر جو کچھ ہو مگر چونکہ اُس کا علانیہ تعلق نہ تھا لہذا مجھ کو اُس کی تفصیل کی کچھ ضرورت نہیں مگر یہ واقعہ کہ یہ نالش اور اسی قسم کی اور نالشیں ہیسٹنگز پر اُس زمانے میں دائر ہوئیں ضرور معلوم رہنا چاہئیں تاکہ وہ امور جواب بیان ہوتے ہیں سمجھ میں آئیں اور اُن کی اہمیت سے استفادہ ہو۔

کمال الدین[۵۱] اُن شخصوں میں سے ایک تھا جنھوں نے ہیسٹنگز پر نالشیں کی تھیں۔ ۱۹ اپریل کو یہ شخص کوئی ۹ بجے صبح کو ہیسٹنگز کے پاس یہ کہتا ہوا آیا کہ نند کمار اور فوک کے پنجے سے یہ ابھی چھوٹ کے آیا ہے۔ کپڑے پھٹے رنگت زرد اور صاف ظاہر تھا کہ سانس چڑھی ہوئی تھی۔ نالش کی کہ نند کمار اور فوک نے دھمکی دے کے بجبر اُس سے ایک عرضی پر دستخط کروا لیے جس میں لکھا تھا کہ اُس نے تین سال کے عرصے میں ہیسٹنگز کو پندرہ ہزار اور بارول کو ۴۵ ہزار روپے رشوت میں دیے تھے اور ایک فرد کی تصدیق بھی کروالی جس میں اُن روپیوں کا حساب تھا جو اُس نے ضلع ہجلی کی اجارہ داری کی بابت فریب و سازش کر کے لیے تھے۔

اپنی اس ملاقات کا عجیب حال ہیسٹنگز نے اپنے خط مورخہ ۲۹ اپریل ۱۷۷۵ء میں اپنے کارپردازان گراہم و میکلین کو لکھا ہے[۵۲] "جب کمال الدین میرے پاس

---

[۵۱] جلد ۲۰ مملکتی مقدمات صفحہ ۱۰۷۸ - ۱۰۸۶ - ۱۰۸۷ - ۱۰۸۸ - مسٹر بورج کمال الدین کے حال میں (کلکتہ ریویو جلد ۶۴ صفحہ ۳۱۱) کہتا ہے کہ وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہجلی کے نمک زار کا دکھاوے کو ٹھیکہ دار تھا اور دراصل ٹھیکہ دار ہیسٹنگز کا بنیا کنتو بابو تھا" یہ البتہ بڑی بات ہے اگر صحیح ہو مسٹر بورج اپنے یہاں کی سند نہیں بتاتا ہے۔ مجھ کو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں مگر نند کمار کی تحقیقات میں کچھ ایسے فقرے ہیں جن سے مسٹر بورج کی خبر کے صحیح ہونے میں شک پیدا ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ پر (جلد ۸۴ صفحہ ۲۸۰) مسٹر بورج کہتا ہے یہ امر یقینی ہے کہ کمال الدین ہیسٹنگز کے بنیے کا نامدار تھا (ذیلی اسامی تھا) ان دونوں مقاموں میں کسی میں بھی کسی سند کی طرف اشارہ نہیں ہے ۱۲

[۵۲] گلیگ ۱ صفحہ ۵۲۳ - ۵۲۴ -

نالش لے کے آیا میں نے اُس کا بیان توجہ سے سنا اور اُس کو جھوٹی نالش کرنے سے متنبہ کیا اور اُس کے کُل نتائج سے اُس کو آگاہ کیا مجھ کو اُس نے ایسے مسلسل بلا تامل جواب دیئے کہ میں قایل ہوگیا اور تب میں نے اُس کی نالش میر مجلس کے پاس رجوع کردی۔ زبان بندی (یعنی ۲۰ر اپریل کی زبان بندی) کے بعد میں نے اُس کو ۲۳ر تاریخ بلو ویر میں بلا بھیجا (میں نے پہلے سے احتیاطاً ججوں سے پوچھ لیا تھا کہ آیا میرا ایسا کرنا مناسب تھا)۔ میں نے اُس کو بتا دیا کہ اگر اُس کی نالش جھوٹی ہوگی تو اُس کا پوشیدہ رہنا ججوں اور پنچوں اور مددگاروں کی غائر نظروں سے محال ہوگا یہ لوگ ذرا ذرا واقعات اور حال سے بہت دقت کے ساتھ اُس سے سوال کریں گے اور اُس کی دروغ حلفی ثابت ہو جانے کی صورت میں لاعلاج رسوائی اور خرابی ہوگی۔ میں نے اُس کو خدا کی قسم دی اور کہا خدا کے واسطے اور اپنے دھرم کے واسطے اپنے تئیں تباہی میں نہ ڈال اور مجھے ایک بے گناہ آدمی پر مقدمہ چلانے میں نہ کھینچ۔ (بے گناہ صرف اُس فرد کے بارے میں اس لیے کہ اُس عرضی میں تو صاف میرا نام تھا۔) میں نے اُس کی منت کی کہ مجھ سے صاف واجبی طور پر سب سچ سچ کہہ دے۔ اور اُس سے آیندہ معافی اور مدد کا وعدہ کیا اگر وہ حقیقت امر مجھ کو بتا دے اگرچہ اُس سے یہ نکلتا ہو کہ اُس نے مجھ کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی تھی اس لیے کہ سب سے بڑا ضرر جو مجھ کو وہ پہنچا سکتا تھا یہ تھا کہ وہ اس موقع پر مجھ کو دھوکا دیتا۔ جواب میں اُس نے نہایت عزم سے کہا کہ محض سچ کے سوا اُس نے کچھ نہیں بیان کیا تھا۔ اُس نے وہ قصہ پھر دُہرایا اور پھر دہرایا اِدھر اُدھر کی چھوٹی باتوں اور بیان میں تو اختلاف تھا مگر ہر ایک اصلی امر میں بے کم و کاست پورا اتفاق تھا۔

اُس زمانے میں ایک نہایت ناقص انتظام کی وجہ سے عدالت عظمیٰ کے جج قانون انتظام کے بموجب کلکتے کے میر عدل کا کام کرتے تھے حسب قانون انضباط[له]۔ بیشک اس انتظام کی نظیر خاص بادشاہ کی عدالت کے ججوں میں موجود تھی کہ وہ

له ۱۳ - جارج سوم باب ۶۳ فصل ۳۸۔

انگلستان کے ہر ایک ضلع کے میر عدل تھے (جیسے اب تک خاص ملکہ کی عدالت کے جج ہیں) مگر یہ انتظام دراصل بُرا ہے نہ صرف اس وجہ سے کہ ججوں کا وقت ایسے امور میں صرف ہوتا تھا جن کا فیصلہ بہتر ہوتا کہ دوسرے حکام کرتے بلکہ اس سبب سے بھی کہ سپرد عدالت کرنے والے ناظم کا کام اور جج کا کام دراصل مختلف اور کسی حد تک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جس جج کو اُس آدمی کی تحقیقات کرنی پڑے جس کو اُس نے خود سپرد عدالت کیا ہے۔ یہ جج بالکل ایسا صاف دل نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ جج جو ایسے مقدمے کی سماعت کرتا ہو جس سے وہ جب تک اجلاس پر نہیں آیا کچھ بھی واقف نہ تھا سوائے اس کے کہ کچھ علم اُس کو صرف شہادت کے پڑھنے سے حاصل ہوا ہو۔

ہیسٹنگز نے جب کمال الدین کو میر مجلس کے پاس رجوع کیا تو میر مجلس نے اپنے ساتھ والے ججوں کو بلایا اور سب ججوں نے بحیثیت میر عدل کے نند کمار اور فوک اور ہیسٹنگز اور بارول کو اپنے سامنے طلب کیا اور ایک جلسہ کر کے گواہوں اور مدعا علیہم کا اظہار لیا جس کی پوری روداد (مقدمات مملکت) میں چھپی ہے۔ یہ اجلاس صبح دس بجے سے رات کے ۱۱ بجے تک رہا۔ اس روداد کا عنوان ہے "ضمیمۂ تحقیقات مقدمۂ جعل نند کمار مشتہرہ بسند عدالت عظمیٰ بنگالہ"۔ یہ روداد انتہا کی پیچیدہ اور ابتر ہے۔ جن بڑے واقعات کا کمال الدین نے اظہار کیا اُن کا لب لباب حسب ذیل ہے:۔

اُس نے کہا، مجھ کو ضلع کلکتہ کے دیوان یعنی غنزانچی[2] سے کچھ پانا تھا جس کو میں وصول نہ کر سکتا تھا، پس میں نند کمار کے پاس گیا اور اُس کے پاس دو عرضیاں رکھوائیں جن میں ظلم کا الزام دیوان پر درج تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور عرضی تھی جس میں ایک شخص مسٹر آر کلکن نامی کی شکایت تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ

[1] یہ موافق انگریزی دستور کے تھا جو ۱۸۳۶ء تک جاری رہا۔ ملاحظہ ہو میری کتاب تاریخ قانون فوجداری صفحہ ۱۲۷ وغیرہ۔

[2] یہ شخص گنگا گوبند تھا جس کو برک نے قضائے حاجت کرنے کی علت میں کئی مرتبہ پکڑا تھا۔

یہ یوں ہی رہ گئی۔ ان دو عرضیوں سے دیوان کا ڈرانا مقصود تھا اور پیش کرنے کا ارادہ نہ تھا بشرطیکہ کمال الدین کو رقم کسی دوسری تدبیر سے مل جاتی مگر کسی صورت سے روپیہ وصول ہوتا اقرار یہ تھا کہ کمال الدین نند کمار کو چھ ہزار روپے جب دے تو نند کمار اُس کو وہ عرضیاں واپس کردے۔ اس بیان کا مطلب مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گنگا گوبند سنگھ ایسے بڑے شخص پر نالش کرنا ایک امر اہم تھا اور نند کمار کے ہاتھ میں عرضیاں پڑنے سے کمال الدین کچھ نہ کچھ اُس کے قابو میں آگیا تھا۔ کمال الدین کیوں ایسا کرتا جبکہ اُس کو کسی اور ذریعے سے رقم کے وصول ہو جانے کی توقع تھی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کا ایک دوسرا مربی موجود تھا جس سے اُس کا خود بیان ہے کہ جو کچھ کیا تھا کہہ دیا تھا اور اُس نے وعدہ روپے دلوانے کا کیا تھا اگر یہ عرضیاں واپس لے لے۔ خیر نند کمار سے کمال الدین عرضیاں مانگنے گیا۔ نند کمار نے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک تم فوک کے پاس جا کے (فوک ایک فرنگی تھا جو اُس زمانے میں کمپنی کا نوکر نہ تھا اور ہیسٹنگز کا سخت مخالف تھا) ہیسٹنگز پر تحریری الزام نہ لگاؤ گے میں نہ دوں گا لہٰذا ہیسٹنگز پر نالش کی عرضی لکھی گئی[1]۔ روداد ایسی پریشان اور ناقص ہے کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ اُس کا ایک کاغذ جو مقدمات مکلت میں چھپا ہے آیا وہ ترجمہ اس عرضی دعویٰ کا ہے یا نہیں؟ مجھ کو اس میں شک ہے گر میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ایک طول طویل قصہ لکھا ہے جس میں ہر طرح کی تفصیل درج ہے اور مختلف لوگوں کی گفتگو جن کو اصل مطلب سے کم و بیش بعید ی تعلق ہے مذکور ہے مگر خلاصہ مضمون کمال الدین کی عرضی دعویٰ کا یہ تھا کہ ہیسٹنگز نے بجبر مجھ سے یعنی کمال الدین سے فوک پر نالش کی عرضی لکھوائی جس میں لکھا تھا کہ فوک نے یہ کوشش کی کہ مجھ سے یعنی کمال الدین سے یہ بات لکھوائے کہ میں نے انگریز صاحبوں اور ہندوستانی عہدہ داروں کو رشوت دی تھی۔ جبکہ[2] ہیسٹنگز پر نالش کا یہ عرضی دعویٰ تیار ہوا تو نند کمار نے کمال الدین کو

---

[1] ۲۰۔ مکلتی مقدمات صفحہ ۱۰۹ (نمبر ۱)۔

[2] یہاں پر بے انتہا تفصیل ہے کہ کب اور کہاں اور کس موقع پر اس عرضی کا لکھنا شروع ہوا کہاں لکھی گئی اور صاف کی گئی۔ ان امور سے اور نیز ہر طرح کے متضاد اقوال اور بیکار ابحاث سے بڑا حصہ اس روداد کا پر ہے۔

اپنے داماد راد معا چرن کے ساتھ بڑے فوک کے گھر پر بھیجا۔ کمال الدین کہتا ہے کہ میں جانے سے بہت کارہ تھا اور اس عرضی دعویٰ کے لکھنے پر بھی رضامند نہ تھا۔ خیر جب وہاں پہنچے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ فوک نے کمال الدین سے پوچھا کہ تم نے ہیسٹنگز وغیرہ کو کیا کیا رشوتیں دی ہیں۔ کمال الدین نے کہا میں نے رشوت نہیں دی۔ اس پر فوک نے برافروختہ ہو کے ایک کتاب[1] جو اُس کے پاس رکھی ہوئی تھی میرے مارنے کو اُٹھائی اور کہا کہ کیا تو اپنی خیر چاہتا ہے جو میں کہتا ہوں لکھ اور عرضی پر اپنی مُہر کر۔ میں نے ڈر کے مارے عرضی پر مُہر کر دی اور کہا آپ مجھ سے کیا لکھوانا چاہتے ہیں۔ میں لکھوں۔ فوک نے کہا کہ لکھ کہ میں نے ۴۵۰۰۰ روپے تین سال کے اندر بطور رشوت کے مسٹر بارول کو اور ۱۵۰۰۰ روپے بطور نذر کے گورنر کو اور ۱۲۰۰۰ روپے مسٹر وانسٹارٹ کو ۷۰۰۰ روپے مہاراجہ راجہ بلب کو ۵۰۰۰ روپے بابو کرن کانتو کو دیئے مجھ کو ایک کوٹھری میں بند کیا گیا تھا اور میں بے قابو تھا مجھ کو خوف اپنی جان و آبرو کا تھا، جو کچھ چاہا مجھ سے میرے قلم سے لکھوالیا اور لکھ کے میں نے دے دیا یوں مجھ کو رہائی ہوئی۔"
یہ کاغذ اُس عرضی سے علیحدہ ہے اور اس کو فرد کہتے ہیں۔

جیسے ہی کمال الدین صحیح سلامت کوٹھری سے باہر آیا چھوٹتے ہی فوک یعنی بڑے فوک کے بیٹے اور راد معا چرن سے کہا کہ مجھے میری جھوٹی تہمت کی عرضیاں واپس دلوا دو۔ چھوٹے فوک نے اپنے باپ سے صلاح لینے کے بعد مجھ کو گھر سے نکال دیا اور کہا کہ کل آؤ تمھاری تشفی کی جائے گی۔ دوسرے دن کمال الدین پھر آیا اور دیکھا کہ فوک دونوں باپ بیٹے اور نند کمار آپس میں

---

[1] مملکتی مقدمات جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۔ تحقیقات کے وقت اپنی شہادت میں کمال الدین بہی تعصّب زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اور کہتا ہے جب میں نے دیکھا فوک غصے میں ہے تو میں نے اپنا جامہ یوں اپنی گردن میں لپیٹا اور اُس کے پاؤں پر گرا اور کہا کہ فوک یہ بالکل جھوٹ ہے میں غریب آدمی ہوں مجھ کو تباہ نہ کیجئے۔ یہ سن کے مسٹر فوک نے ایک کتاب اُٹھائی اور چیخا مردود، کُتّے کا بچہ، جب اُس نے کتاب اُٹھائی اور گالیاں دیں تب میں نے کہا اسے لائیے میں اس پر مُہر کر دوں گا۔ تب اُس نے کتاب رکھ دی میرا بدن ڈر سے کانپتا تھا میں زمین پر بیٹھ گیا میں روتا تھا اور زمین پر بیٹھا تھا (صفحہ ۱۱۵)

مشورہ کر رہے ہیں۔ کوئی دو گھڑی کے بعد یہ تینوں چلے گئے۔ کمال الدین نے اُن کو ٹھیرانا چاہا اور کونسل اور عدالت کی دُہائی دی اور اُن سے کہا کہ کل جو مجھ سے آپ نے یہ چیز لکھوائی تھی واپس کیجیے۔ دونوں صاحب اور مہاراجہ بہت غصے ہوئے اور اپنے لوگوں سے کہا کہ اس کو پکڑ لے جاؤ اور گھر کے اندر رکھو۔ مگر کمال الدین نے ہاتھ پاؤں مارے اور اپنے نوکروں کی مدد سے چھوٹ کے اپنی پالکی میں سوار ہوا اور جا کے گورنر سے شکایت کی جیسا اوپر مذکور ہوا۔

اس قصے کے بڑے حصے کی تصدیق نند کمار اور فوک نے کی ہے۔ نند کمار نے[1] اقرار کیا ہے کہ کمال الدین اُس کے پاس دو عرضیاں گنگا گوبند سنگھ پر نالش کی لایا تھا اور اُس نے کمال الدین کو فوک کے پاس بھیجا تھا تاکہ یہ اُس سے کونسل میں عرضیاں دلوادے[2]۔ نند کمار اپنی زبان بندی میں کمال الدین کے اس بیان سے کہ کن شرطوں پر یہ عرضیاں اُس کے حوالے کی گئی تھیں بالکل تعرض نہیں کرتا لیکن سارا مضمون اُس کے بیان کی تکذیب کرتا ہے۔ نند کمار کا بیان اُس عرضی کے بارے میں جس سے ہیسٹنگز مجرم ٹھیرتا تھا یہ ہے کہ کمال الدین کے منشی[3] نے نند کمار کے گھر میں یہ عرضی لکھی اور اُس کو نند کمار کا ایک ملازم کمال الدین کے گھر پر لے گیا کیونکہ کمال الدین عرضی تمام ہونے کے پیشتر چلا گیا تھا۔ نند کمار اس بات کا مقر ہے کہ اُس نے راد معاچرن کو کمال الدین کے ساتھ فوک کے پاس بھیجا تھا تاکہ یہ عرضی پیش ہو جائے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ کمال الدین نے فوک سے عرضی پیش کرنے کے لیے تاکید کی تھی اور اس عرضی پر باقاعدہ دستخط اور گواہی بھی ہوئی اور مجلس میں پیش کرنے کے لیے تیار تھی، مگر کمال الدین نے چاہا کہ گنگا گوبند سنگھ پر نالش کی عرضی پہلے پیش ہو اس لیے کہ اگر دوسری پہلے پیش ہوگی (یعنی اگر ہیسٹنگز پر نالش دائر کرے گا) تو اُس کو اُس سے

---

[1] بیان نند کمار ۱۰۸۲۔

[2] مجلس مالگذاری کے نام اُس کا وہ خط ملاحظہ ہو جس میں عرضیاں شامل ہیں اور جو طبع ہو گیا ہے۔ (۲۰ مملکتی مقدمات ۱۰۹۷۔۱۱۰۰)

[3] ہندوستانیوں کے طرز پر ہے جس میں بےشمار غیر متعلق اور نہایت پریشان کن جزئیات ہیں۔

(یعنی گنگا گوبند پر نالش کی غرض سے) کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ فوک نے میران عدل[1] کے آگے کیا جواب دیا کی رپورٹ یہ کہتی ہے کہ اس کا خلاصہ نہیں ہوا مگر اُس نے تصدیق کی کہ کمال الدین نے دو گواہوں کے سامنے اپنی خوشی سے اس عرضی پر مُہر کی تھی اور اُس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ یہ فعل اُس کا بہ رضا و رغبت ہوا تھا۔ بعد ازاں کمال الدین فوک کے کمرے سے چلا گیا مگر پھر آکر کہا کہ وہ اس عرضی کو مجلس کے آگے پیش کرنا نہیں چاہتا ہے اور منت و عاجزی کے ساتھ فوک سے وہ عرضی واپس مانگی اور اُس کے پاؤں پڑا اور اُس کی ٹانگوں سے ایسے زور سے لپٹا کہ درد ہونے لگا، اس پر فوک نے برافروختہ ہو کے کتاب اُٹھائی، یہ کتاب چرچل کے اسفار (Voyages) تھی اور اپنے تئیں بہت ضبط کیا ورنہ اُس کو یہ کتاب پھینک مارتا۔ اور تصدیق کی کہ اس رشوت کی فرد کا ہر ایک حرف غلط تھا، اور اُس نے ایسا کاغذ نہ کبھی دیکھا تھا نہ اس کا حال سنا تھا۔

المختصر ان دو شخصوں کے اختلاف سے جو سوال پیدا ہوتے ہیں وہ دو ہیں آیا اُس نالشی عرضی پر جو ہیسٹنگز کے خلاف دی گئی تھی کمال الدین نے بخوشی و رضا دستخط کیے یا بمجبوری دھمکی سے، اور آیا یہ رشوت ستانی کی فرد کبھی موجود بھی تھی یا نہیں؟ باقی اس قصے میں بے انتہا آپس کا تنازع اور ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کا جھٹلانا ہے جن کے درپے ہونے میں تضیع اوقات ہوگی۔

اس قصے میں بہت سے حالات ایسے ہیں جن سے کمال الدین کے بیان کی تقویت ہوتی معلوم ہوتی ہے اگرچہ ظاہر ہے کہ یہ غریب آدمی تھا۔ ایک جرم کی تحقیقات میں جب اُس سے سوال کیا گیا کہ اگر تم نے[2] رشوت نہیں دی تھی تو پھر فوک سے کیوں کہہ دیا کہ دی تھی تو اُس نے جواب دیا کہ میں نے ڈر کے مارے کہہ دیا۔ اگر آپ مجھ کو ڈرائیں تو میں آپ کو ہندوستان کی بادشاہی لکھ دیتا ہوں...... جو کچھ مسٹر فوک مجھے لکھنے کو کہتے میں لکھ دیتا...... مجھ پر ایسا خوف طاری تھا کہ جو وہ کہتے میں اُس پر ہاں کہہ دیتا۔ عقل سے بہت بعید ہے کہ جو ایسا شخص ہو وہ گورنر جنرل پر خود ہی نالش کرے درحالیکہ اُس کو نالش سے کچھ ملنے کو نہ ہو اور عرضی جیسی کہ چھپی ہے خود کہتی ہے کہ اس شخص کا اس میں کچھ

[1] ۲۰ اسٹیٹ ٹرائلس (مقدمات مملکتی) ۱۰۹۲، ۱۰۹۳۔
[2] ۲۱ اسٹیٹ ٹرائلس (مملکتی مقدمات) ۱۱۵۳۔

نفع نہیں تھا۔ ۱۸ اپریل کو فوک نے گورنر جنرل مجلس کو جو بحیثیت مجلس مالگزاری کام کرتے تھے اس مضمون کا خط لکھا کہ کمال الدین نے چند ماہ قبل میری آبرو پر حملہ کیا تھا جس کو میں نے حلف لے کر دفع کیا۔ آگے لکھتا ہے کہ اس نے یعنی کمال الدین نے ایک اور کاغذ میرے ہاتھ میں دیا ہے جس کو میں ملفوف کرنے کی معافی چاہتا ہوں تاکہ میرا کردار اور بھی سنور جائے۔ اس کاغذ میں یہ ادعا ہے کہ گورنر جنرل ایک نالش کے چلانے میں جس سے میری بے حرمتی کا خیال ہے حد انصاف سے متجاوز ہو کر مصروف ہیں۔ اس خط میں وہ عرضی ملفوف تھی جس کو کمال الدین کہتا تھا کہ مجھ سے جبراً لکھوائی گئی ہے اور اس کا شروع یوں تھا "مجھ سے خواہش کی گئی ہے جو میرے اور مسٹر فوک کے درمیان واقع ہوا اس کا حال بیان کروں۔ اس معاملے کی حقیقت حال اپنے ایمان سے بیان کرتا ہوں۔ آگے اس عرضی میں تفصیل اس گفتگو کی ہے جس کا ذکر ہو چکا اور آخر میں ذکر ہے کہ کیوں ہیسٹنگز نے فوک پر تہمت لگانے پر اس کو مجبور کیا اور اختتام پر کاتب کی بے حرمتی کا بلا شدومد بیان ہے" میں نے یہاں سچ سچ بیان کر دیا اور زیادہ زحمت نہ دوں گا" یہ سب کمال الدین نے اپنی خوشی سے کیوں کیا اس کا دریافت کرنا مشکل ہے اس سے اس کا کچھ فائدہ نہ تھا اس میں اس کی کسی چیز کی طلب نہ تھی اس عرضی[1] کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کی درخواست پر لکھی گئی ہے سوائے فوک کے اور کوئی دوسرا ایسی درخواست نہ کر سکتا تھا۔ فوک نے درخواست کی تو کسی غیر کو فائدہ نہ ہو سکتا تھا۔ کمال الدین کا ڈر کر اس پر دستخط کرنا اور پھر سمجھ کے حتی الوسع اس کی واپسی کی کوشش کرنا اور واپس نہ ملنے پر فوری ہیسٹنگز سے فریاد کرنا سب بمقتضائے فطرت اور دنیا کے عام طریقے پر ہے۔ مگر کیوں اس پر پہلے بخوشی دستخط کر دیتا اور پھر واپس طلب کرتا بلکہ اس کے لیے سڑک پر ہنگامہ مچاتا سمجھ میں نہیں آتا ہے۔ نندکمار نے جو توجیہ کی ہے طفلانہ ہے۔

---

[1] مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ جو گفتگو درمیان میرے اور مسٹر فوک کے ہوئی اس کا حال میں بیان کروں۔ ۱۲

کمال الدین نے جو لکھ دیا تھا اگر اُس پر اصرار کرتا اور صرف اتنا چاہتا کہ دوسری عرضیاں اول پیش ہوں تو وہ کبھی اتنا جوش میں نہ آتا جتنا کہ آیا۔ پھر فوک کے ساتھ جو معرکہ پیش آیا اُس کا حال جو کمال الدین نے بیان کیا ہے وہ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ فوک کے بیان سے کہیں زیادہ موافق فطرت ہے۔ فوک کیوں اُس کو ایک موٹی کتاب سے مار گرانے کی دھمکی دیتا سوائے اس کے کہ اُس کو اُسے دہشت میں ڈالنا منظور تھا اور کیوں وہ اُس کے پاؤں پڑتا سوائے اس کے کہ اُسے نہایت التجا منظور تھی اور فوک کے بیان کے موافق کوئی وجہ التجا کی نہ تھی اور بالآخر کمال الدین کیوں ہیسٹنگز کے پاس نالش کرنے دوڑا گیا سوائے اس کے کہ جو کچھ اُس نے بیان کیا وہ دراصل سچ تھا۔

رہی فرد تو اُس کی کیفیت کچھ اور ہے۔ کمال الدین کہتا ہے کہ تھی اور فوک کہتا ہے کہ نہیں تھی اور ان میں فیصلہ کرنا آسان امر نہیں ہے۔ البتہ ایک بات ایسی ہے جس سے کمال الدین کے قول کی تائید ہوتی ہے۔ ان رشوتوں میں جن کا دینا کمال الدین کہتا ہے کہ مجھ سے لکھوا لیا گیا ایک رقم ... ۴۵ ہزار کی بارول کے نام ہے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ فوک نے میران عدل کے سامنے خوب سمجھ کے اور خصوصیت کے ساتھ بارول سے کہا ہ کیا جناب آپ اپنی عزت کی قسم پر حلفیہ کہیں گے کہ آپ نے وہ رقم (یعنی ... ۴۵ روپے جس کا فرد میں بنام بارول کے درج ہونا کہا جاتا ہے) کبھی نہیں پائی مسٹر بارول نے جواب دیا مجھ کو قسم اپنی عزت و ایمان کی میں نے نہیں پائی۔ تب مسٹر فوک نے کہا کہ اب میں آپ کو ضرور بے قصور کہوں گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت فوک نے حسب بیان کمال الدین، کمال الدین سے بارول کو اپنا رشوت دینا لکھنے کو کہا تو اُس وقت فوک کو یقین تھا کہ اُس نے ایسا کیا ہوگا اور اتنی ہی رقم دی ہوگی جتنی کمال الدین نے بیان کی۔

اس بارے میں اور زیادہ تفصیل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں مگر اس امر کی طرف مجھ کو پھر رجوع کرنا پڑے گا۔ بالفعل اتنا کہنا کافی ہے کہ ججوں نے فوک کے بیٹے کو چھوڑ دیا اور ہیسٹنگز اور بارول نے ونسٹارٹ سے پوچھا کہ آیا یہ لوگ دوسرے فریق پر مقدمہ چلائیں گے یا نہیں؟ اور اُن کو اس امر کے فیصلے کے لیے

ایک شب کی مہلت دی۔ ۲۳ر تاریخ کو ہیسٹنگز، اور بارول اور ونسٹارٹ نے فوک اور نند کمار اور رادھا چرن پر سازش کا مقدمہ چلانے کا قصد ظاہر کیا اور مجلس کا کہہ دیا کہ ایسا ہی کریں گے۔ مدعی علیہم ضمانت پر چھوٹ گئے۔

نند کمار پر سازش کی نالش ہونے کو مجلس والے سمجھے اور بعد کو برک اور الیٹ نے بیان بھی کیا کہ یہ اُس کا بدلا تھا جو نند کمار نے ہیسٹنگز پر حملہ کیا تھا اور بیشک ایسا ہی تھا مگر یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بات کو ہیسٹنگز نے عدالت میں کیوں نہ پیش کیا حالانکہ کمال الدین گواہ موجود تھا۔ ہیسٹنگز کے لیے کوئی اور باقاعدہ صورت بچاؤ کی نہ تھی اور یہ صورت پورے طور سے باقاعدہ تھی۔ خیر یہ نالش مجلس والوں کو نہایت غیظ و غضب میں لائی۔ ججوں کا اجلاس ۲۰ر کو ہوا انھوں نے ملزموں کو ۲۳ر تاریخ تک بلا ضمانت رکھا اور یہ وہ تاریخ تھی جس تاریخ کو ہیسٹنگز اور بارول کو کہہ دینا تھا کہ مقدمہ چلائیں گے یا نہیں؟ اب سب باتوں سے مجلس والے سمجھے کہ نالش رہ گئی نہیں چلے گی۔ یہ تینوں مجلس والے اور کلکتے کے مشہور اشخاص کے ساتھ ۱۱ر تاریخ شام کو نند کمار کی ملاقات کو آئے اور جہاں تک اُن سے ممکن ہوا اُس کی دلجوئی کی۔ اس ملاقات کا کلاورنگ نے اُس وقت اعتراف کیا ہے جبکہ سازش کے مقدمے کی تحقیقات ہوئی تھی۔ اُس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب اُس کو معلوم ہوا کہ ملزمین بعد پیشی کے بلا ضمانت دو دن کے لیے رہا ہو گئے تو اس امر کو وہ سمجھا کہ دلیل اس کی ہے کہ یہ نالش بیجا تہمت تھی اور اُس کو ایک وجہ (جس کو بظاہر مقدمے سے تعلق نہ تھا) معلوم ہوئی جس سے وہ سمجھا کہ یہ نالش نند کمار پر حملہ تھا جس نے ایک نالش مجلس میں پیش کی تھی تاکہ وہ اپنی اس نالش کے اثبات کے لیے گواہی میں حاضر نہ ہو سکے۔ اس وجہ سے "میں اُس کو ایک بے قصور شخص اور ملکی مصلحت کا کشتہ تصور کر کے اُس کے پاس ملاقات کو گیا" اس بات سے انکار ہو نہیں سکتا کہ اس فعل سے دلسوز شرکت اور عدالت کی کارروائی کی بہت اہانت ظاہر ہوئی۔ یہ بات باور کرنے کے قابل نہیں ہے کہ کلاورنگ کو تحقیقات کے بالکل تمام ہو جانے کا یقین ہو گیا تھا درحالیکہ وہ جانتا تھا (جیسا کہ خود اُس نے اقرار کیا ہے) کہ جتنی تحقیقات ہو چکی تھی وہ ملزم کے موافق نہ تھی۔ پس اس ملاقات سے علی الخصوص کلکتے کے ایسے مقام میں

کوئی اور مقصد ہو نہیں سکتا سوائے اس کے کہ نالش کے بہت بیجا اور نندکمار کے بے قصور ہونے کا اظہار منظور ہو صاف ظاہر ہے کہ مقصد یہ تھا کہ عدالتی کارروائی میں دست اندازی ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ ملاقات کرنا ایسا ناروا تھا جیسا کہ آئرلینڈ کا نائب السلطنة اور معتمد اعلیٰ اپنے اس سیاسی متوسل سے ملنے جائے جس پر تعزیری مقدمہ قائم ہو۔ مگر یہ ملاقات ایک شمہ اُن مسلسل افعال کا ہے جو مجلس والوں سے سرزد ہوئے اور ان سب کا مآل و مقصود ایک ہی تھا۔ میں اس کا ذکر جس ترتیب سے وقتاً فوقتاً واقع ہوئے کروں گا مگر اب مجھ کو اُن حالات کی طرف توجہ کرنی ضرور ہے جن سے نندکمار قتل کی علت میں پکڑا گیا اور یہ واقعہ ۶ مئی کو ہوا۔

اس امر کے پورا پورا سمجھنے کے لیے بہت سابق کے زمانے کا حال بیان کرنا ضروری ہے۔

کلکتے میں ایک دیوانی عدالت تھی اس میں ایک مقدمہ پیش ہوا تھا جس میں بلاقی داس کا وصی گنگابشن مدعی اور نندکمار مدعیٰ علیہ تھا۔ اس مقدمے کی کارروائی کا مسٹر بائن روز نے پارلیمنٹ کے سامنے اپنی شہادت میں ذکر کیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہے اس مقدمے کی حیثیت کا اس وقت سمجھنا ضروری ہے۔ ابتداً یہ مقدمہ عام عدالت میں دائر ہوا تھا جب اُس کی پیشی قریب تھی تو دیوانی عدالت ۱۷۷۲ء میں قائم ہوئی اور مقدمہ وہاں منتقل ہوا۔ مدعی نے نندکمار پر ۱۲۹۳۴۳/۷ روپے کا دعویٰ کیا اور بیان کیا کہ یہ رقم کمپنی کے تمسکات کی بابت ورثا کو ملنی چاہیے بس اور کچھ ذکر نہ کیا۔ موہن پرشاد گنگابشن کا مختار تھا۔ نندکمار نے ایک حساب نکالا اور کہا کہ اس پر اُس سے اور بلاقی داس کے ورثا سے تصفیہ ہو گیا تھا۔ اس حساب میں کچھ اُس کا فاضل نکلتا تھا۔ اس حساب پر مدعی اور موہن پرشاد کے دستخط تھے مگر انھوں نے کہا کہ یہ حساب نندکمار کے متعلق نہ تھا۔ عدالت کو شک پیدا ہوا اور ضرورت سمجھی کہ اگلے معاملات کی تحقیق کرے کہ کیونکر کمپنی کے تمسکات نندکمار کے پاس امانت رکھے گئے اور مدعی کو حکم دیا کہ اپنے دعوے کی حقیقت مفصل پیش کرے۔ بنابراں اُس نے عرضی دعویٰ ترمیم کر کے نالش کے طور پر فروری ۱۷۷۴ء میں داخل کیا" جس میں تین جھوٹے تمسکات کا حال مذکور تھا۔"

ان سے ضرور وہ جھوٹے تمسکات بلاقی داس کے بنام نند کمار مراد ہوں گے جو اگر سچے ہوتے تو اُن کی رو سے نند کمار کو حق حاصل تھا کہ کمپنی کے جو تمسکات بلاقی داس سے اُس کو ملے تھے اُن کو اپنے پاس رو ہے کے رکھتا، چند تمسکات کے نقول عدالت میں پیش ہوئے مگر اصل پیش نہیں ہوئے۔ عدالت نے گواہی لینا شروع کی مگر یہ گواہی زیادہ تر اس بات پر تھی کہ آیا مدعی ان تمسکات کی ادائی پر راضی تھا اور آیا نند کمار کمپنی کے چند تمسکات کو جو اُس کے پاس تھے اُن کو اپنے پاس رکھ سکتا تھا جس سے نند کمار پر خاص جعل کی علت نہ دفع ہو سکتی تھی اور نہ ثابت۔ اور اگر اس کو فوجداری مقدمہ سمجھیں تو دیوانی عدالت کی حد سے باہر تھا۔ چند وجوہ سے عدالت نے پنچایت کی صلاح دی (۱) اس کی خواہش مدعی نے کی۔ (۲) مقدمہ پیچیدہ تھا۔ دراصل ناگری میں لکھے ہوئے حسابات پر موقوف تھا جس کو عدالت کا کوئی رکن سمجھ نہیں سکتا تھا۔ (۳) اگر فیصلہ موافق مدعی کے دیا جائے تو جعل کی علت درپردہ مدعی علیہ نند کمار پر عائد ہوتی اور شاید اسی سبب سے عدالت کو کارروائی میں غیر معمولی طور پر تردد رہا اور پریشانی ہوئی (۴) عدالت کے ہندوستانی اراکین میں سے ایک کی بابت معلوم ہوا تھا کہ وہ نند کمار کی سفارش سے مقرر ہوا تھا۔ مقدمہ پنچایت کے سپرد ہونے میں نند کمار نے پہلے تو دقتیں پیش کیں آخر کو راضی ہوا مگر پھر بھی جہاں تک مسٹر روس کو یاد تھا فریقین پنچوں پر اتفاق نہ کر سکے اور یہ امور اس التوا کی حالت میں تھے کہ عدالت عظمیٰ بنگالے میں آپہنچی (۱۹ اکتوبر ۱۷۷۴ء) خلاصہ یہ کہ مقدمہ یا زُمی جیسے دو برس سے زیادہ ہوا چل رہی تھی بالکل رُک گئی اس لیے کہ عدالت کو گوارا نہ تھا کہ ایسے طریقے پر کارروائی کرے جس سے نند کمار پر جعل کی علت عائد ہونے کا احتمال ہو اور نند کمار کو بھی پنچایت منظور نہ تھی جس پر وہ سابق میں اپنی خوشی سے راضی نہ تھا۔ پس کچھ تعجب کا امر نہیں ہے کہ ایسے حالات میں مدعی کے وکیل نے اپنے موکل کو نند کمار پر فوجداری مقدمہ دائر کرنے کی صلاح دی ہو جس میں جلد تر اور مختصر تر طریق پر فیصلہ ہو جائے۔ البتہ نند کمار پر فوجداری جرم کا ثبوت ایسا کارگر نہیں ہو سکتا کہ دیوانی میں فیصلہ بحق مدعی کر دیتا مگر اس کا اسباب اگر قرق ہوتا تو مدعی کو سرکار پر

ایک ایسا حق اُس کے اسباب کی بابت حاصل ہوتا جو عملاً کسی طرح سے رُک نہ سکتا اور اگر قرقی کا قانون عمل میں نہ آتا تو نندکمار کی پھانسی کے بعد اُس کے ورثا پر حق عملاً ثابت ہوتا۔

اس جگہ سے اس قصے کو مسٹر ٹامس فرر نے چلایا ہے۔ مسٹر فرر جیسا میں ابھی کہہ چکا ہوں پہلا شخص تھا جو عدالت عظمیٰ کا وکیل مقرر ہوا اور ججوں کے پہنچنے سے دو تین دن پیشتر ہندوستان میں آگیا تھا۔ کلکتے میں آئے ہوئے ابھی ایک مہینا نہیں ہوا تھا کہ مسٹر فرر سے مسٹر جیمس ڈرائور نے جو سابقاً عدالت بلد کا وکیل تھا اور عدالت عظمیٰ کا وکیل مقرر ہوا تھا ملاقات کی۔ مسٹر فرر نے بیان کیا ہے کہ اُس سے مسٹر ڈرائور نے مقدمۂ مذکور بالا کا ذکر کیا اور یہ بھی بیان کیا " ڈرائور نے جو خبر اپنے موکل سے پائی تھی اُس سے ظاہر ہوا کہ اگرچہ نندکمار پر اُس دیوانی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا مگر اُس نے جعل بھی کیا تھا اور ڈرائور نے اپنے موکل یعنی موہن پرشاد کو جعل کی نالش فوجداری میں کرنے کی صلاح دی تھی اور اُس نے وہ صلاح مان بھی لی تھی۔ اور بلاقی داس متوفی کی گدی کے تمام کاغذات میر بلد کی عدالت میں تھے اور جعل کی نالش پیش کرنے کے لیے ضرور ہے کہ پہلے وہ کاغذ جس کی نسبت جعل کی علت ہے اپنے قبضے میں لائے۔ لہٰذا مارچ ۱۷۷۵ء[۱] میں اُس نے تحریک کی کہ وہ کاغذات جن میں

۱؎ سر گلبرٹ ایلیٹ نے امپی کے پارلیمنٹ کے مقدمے میں تقریر کی اور اس تقریر میں بہت طول کے ساتھ اس عبارت کی شرح کی (پارلیمنٹ تاریخ صفحہ ۲۵، صفحہ ۳۶۳) اور بحث کی (صفحہ ۳۵۹ تا صفحہ ۳۶۴) کہ اگر ایک لفظ اکارڈنگلی " (یعنی لہٰذا) کاٹ دیا جائے تو فرر کی شہادت سے نہ معلوم ہوگا کہ ڈرائور نے کہا تھا کہ ۱۷۷۵ء میں میرا ارادہ نندکمار پر فوجداری کار روائی کرنے کا تھا" سر گلبرٹ نے اعتراف کیا کہ اقتباس بالا کے اس حصے کی اخیر عبارت سے (اکارڈنگلی) کے معنوں کی تصدیق ہوتی ہے مگر اُس نے اضافہ کیا کہ یہ بھی قابل غور ہے کہ الفاظ (ایٹ ویٹ ٹائیم) (یعنی اُس وقت پر) کسی قدر مبہم ہیں اس واسطے کہ ہوسکتا ہے کہ اُن سے وہ وقت مراد ہو جس وقت ڈرائور اور فرر کے درمیان گفتگو ہوئی تھی " میں اس قول کی نقل اس بات کے دکھانے کے لیے کرتا ہوں کہ فرر کی شہادت سے چھٹکارا پانے کی کوشش میں

کاغذ مطلوب شامل ہے اُس کو یا اُس کے موکل کو لیں مگر اُس کی تحریک نامنظور ہوئی تھی اور میر بلد کی عدالت سے صرف مسجل نقول ملے جن سے یہ جو چاہے کام لے۔ فوجداری مقدمہ دائر کرنے میں مسجل نقل بالکل بیکار تھی لہذا اُس وقت اس طرح کی پیروی سے زائد کرنے سے مجبور رہا۔"

مسٹر فرر نے یہ اضافہ کیا ہے[۱] "اُس نے مجھ سے کہا کہ میر بلد کی عدالت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سر گلبرٹ الیٹ کس شکل میں پڑا۔ الیٹ کہتا ہے (صفحہ ۳۵) "نندکمار پر فوجداری مقدمہ کرنے کا سابق ارادہ دنیا میں کسی کو نہیں بتایا گیا یہاں تک کہ مسٹر فرر نے اس کمیٹی کو اُس گفتگو سے جو درمیان اُس کے اور ڈرالور کے اس بارے میں ہوئی تھی مطلع کیا۔" بیشک۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات سچ تھی اور ایک جھوٹا اشارہ امپی کے دوستوں کا بنایا ہوا نہیں تھا۔ اس سے کذب اُس بات کا بھی معلوم ہوتا ہے جو پہلے تو منصوبہ ایک فریق کا تھا پھر دوبارہ مقدمہ فوجداری کا کیا عقیدہ ہوگیا یعنی جب سازش کا مقدمہ بقول ساقط ہوگیا (حالانکہ یہ کبھی ساقط نہیں ہوا) تب ہیسٹنگز اور امپی نے مقدمہ جعل کا نکالا جس کا ذکر کبھی سننے میں نہیں آیا تھا۔ فرر کی شہادت نے چھٹکارا پانے کے لیے الیٹ نے جو بے انتہا باتیں بنائیں اُن سے صاف ثابت ہوتا ہے۔ پہلے یہ کہ کیا زور اس شہادت کا اُس نے محسوس کیا کہ نندکمار کی فوجداری تحقیقات کے ایک بڑے امر پر خود اس شہادت کا اثر پڑتا تھا اور نیز اُس تہمت پر جو بعد کو لگائی گئی کہ گورنر جنرل اور میر مجلس نے اس کارروائی میں حصہ لیا" دوسرے یہ کہ وہ توجیہات جو اس شہادت کے مقابلے میں یہ پیش کر سکا ضعیف و سست تھے۔ فرر کے بیان کے معنی کوئی صاف دل شخص بس اتنا ہی نکال سکتا ہے خواہ صحیح ہوں یا غلط۔ مسٹر بورج (کلکتہ ریویو جلد ۶۴ صفحہ ۲۰۵ میں) کہتا ہے "جہاں تک میں جانتا ہوں کوئی شہادت اس امر کی نہیں ہے کہ اس (یعنی موہن پرشاد) نے قبل ۱۷۷۵ء کے نندکمار پر فوجداری مقدمہ چلانے کی کوشش کی تھی" فرر کی شہادت اُسی زمانے میں ہوئی اور اُسی کاغذ میں نقل ہوئی جس میں مسٹر ٹالفری کی جس کو مسٹر بورج (غلط ذیل میں نقل کرتا ہے۔ گلبرٹ الیٹ نے بھی اس پر بہت بحث کی ہے۔ یہ اتفاق کی بات ہے کہ مسٹر بورج کی نظر سے بچ گئی۔

[۱] حاشیہ صفحہ ۲۔

جیساکہ چاہیے اس خارجی اثر سے بالکل بے لوث نہیں رہتی تھی جبکہ ایک خاص قسم کے لوگوں کے مقابلے میں کارروائی ہو جیساکہ نندکمار تھا مگر اب کہ زیادہ آزاد عدالت آگئی ہے یہ اپنے موکل (موہن پرشاد) کو رائے دیتاکہ اُس کو وہ اختیار دے کہ مجھ سے التماس کرے تاکہ میں وہی تحریک یعنی اصلی کاغذات ملنے کی تحریک عدالت عظمیٰ میں کروں جو میر بلد[۱] کی عدالت میں بے نتیجہ رہی تھی۔" فرر نے ۲۵ اور ۳۰ جنوری ۱۷۷۵ء کو وہ کاغذات گنگابشن کو ملنے کے لیے تحریک کی مگر حکم کی تعمیل میں دیر ہوئی۔ لہٰذا جب فرر نے پھر درخواست کی تو فوراً حکم ہوا کہ مسجل نامبردہ اشخاص کی اعانت سے اور اگر یہ لوگ حاضر نہ ہوں تو خود کاغذات کو معاینہ کرے اور جو کاغذات بلاقی داس کے ترکے کے متعلق نکلیں ایک مہینے کے اندر گنگابشن کو حوالے کردے۔

کب یہ کاغذات ملے معلوم نہیں ہوتا۔ مہینا تو ۲۴ اپریل کو تمام ہوگیا اور غالباً اس تاریخ تک کاغذات کے حوالے کرنے میں تاخیر ہوئی۔ بہرصورت ۶ مئی کو نندکمار، لی میسٹر اور ہائٹڈ کے سامنے پکڑا آیا اور انھوں نے اسی دن اُس کو عام محبس کی حوالات میں سپرد کیا تاکہ عدالت بالا میں اس کے اس الزام کی تحقیقات ہو کہ بلاقی داس کے وصیتوں کو فریب دینے کے لیے اُس نے دغابازی سے ایک جعلی نوشتے کو سچا اور لازمی بتایا۔ مجسٹریٹوں کے سامنے جو کارروائی ہوئی وہ میں نے دفتر میں دیکھی تو پائی نہیں۔ مگر اس کا تذکرہ ایک خط[۲] میں ہے جس کو لی میسٹر اور ہائٹڈ نے مجلس نظما کو ۲ اگست ۱۷۷۵ء کو لکھا تھا۔ خط میں نہ صرف یہ شکایت ہے کہ اس مقدمے نے کس قدر بوجھ اُن پر ڈالا اور اُن کی بُری حالت بنائی بلکہ یہ خط اتفاقاً اور بلاقصد توضیح بھی کرتا ہے۔

خط میں ہے کہ جب مہاراجہ نندکمار کے جعل کا مقدمہ پیش ہوا تو میر عدل مسٹر لی میسٹر

۱؎ ڈرائور نے جو عرضی میر بلد کی عدالت میں دی تھی مورخہ ۲۵ مارچ ۱۷۷۵ء اُس کی نقل نندکماری کی تحقیقات کی رپورٹ میں چھپی ہے۔ ۲۰ اسٹیٹس ٹرائل صفحہ ۱۰۳۲۔

۲؎ عرضی ٹارچیٹ ضمیمۂ عام نمبر ۳ مسلکہ ۱۹۔

اتفاقاً اجلاس پر تھا۔ اُس نے میر عدل ہائڈ سے مدد مانگی اور پھر یہ اُس کے ساتھ تمام روز تحقیقات میں مصروف رہا۔ یہ مقدمہ ۹ بجے صبح سے رات کے دس بجے تک ہوتا رہا۔ جب سرکار کی طرف کی گواہی سے ہم کو اُس کے مجرم ہونے کا یقین ہوا اور ہم دونوں میں سے کسی کے دل میں کوئی شک باقی نہ رہا تو عدالت بالا کی سپردگی کی فرد حسب دستور بنا دی گئی"

ان سب تفصیلات کی اہمیت اس امر کی بابت ہے کہ نندکمار پر فوجداری کی کارروائی کرنے سے ہیسٹنگز اور امپے کو یا ان میں سے کسی ایک کو خواہ کچھ تعلق ہو مگر اس مقدمے کی ابتدا معمولی طور سے ہوئی۔ بہت دنوں سے مقدمہ بازی ہو رہی تھی جس میں نندکمار پر جعل کا الزام لگا تھا۔ اُس کے حریف نے اُس پر فوجداری مقدمہ چلانا حتماً بہتر جانا اور عدالت عظمیٰ کے قائم ہونے کے قبل کئی مہینے سے اس مقدمے میں کوشش کی تھی مگر ضروری مواد اُس وقت اُس کو دستیاب نہ ہوا۔ جب عدالت عظمیٰ قائم ہوئی تو اُس نے پھر کوشش کرنی شروع کی اور کامیاب ہوا اور جیسے ہی جعلی اسناد ملے نندکمار مجسٹریٹوں کے سامنے پکڑا آیا اور معمولی طریقے پر تحقیقات کے لیے سپرد عدالت بالا ہوا۔ امپے نے اپنی جواب دہی میں دارالعوام کے سامنے بیان کیا مگر کس بنا پر بیان کیا۔ میں نہیں جانتا[۵۱]۔ تحقیقات میں جو شہادت گزری اُس میں ہے کہ مسٹر پاک جج عدالت نے اُس کو (نندکمار کو) گرفتار کیا تھا۔ اس بات کا شہرہ ہو گیا تھا کہ ہیسٹنگز نے اُس کی رہائی کا حکم دیا تھا۔ یہ امر خود اس کے لیے کافی تھا کہ اُس پر فوجداری کارروائی شروع کرنے سے کلکتے کے رہنے والے ہر ایک ہندوستانی کو روک دے"۔ پاک کی گواہی اگر اُس نے کچھ دی بھی تو تحقیقات کی رپورٹ میں موجود نہیں ہے اور اس امر کا تذکرہ فرار اور بائن روس کی گواہی میں نہیں ہے جو اُنھوں نے امپیچ منٹ کمیٹی[۵۲] کے سامنے امپے کے جواب کے بعد دی۔ بلکہ یہ گواہی اس امر سے مخالفت رکھتی ہے۔

---

۵۱ پارلیمنٹ ہسٹری صفحہ ۷، ۱۳۷ اور ملاحظہ ہو صفحہ ۱۳۶۵۔
۵۲ شہادت امپیچ منٹ کمیٹی صفحہ ۴۔

میں سمجھتا ہوں کہ امپی نے اس امر کے کہنے میں دھوکا کھایا۔

سپردگی عدالت بالا کے بعد مسٹر فرر کے پاس نندکمار کا وکیل مسٹر جیرٹ آیا اور جو کچھ گزرا تھا اُس سے آگاہ کیا۔ اگرچہ مسٹر فرر خود صاف صاف نہیں کہتا مگر قیاساً معلوم ہوتا ہے کہ اب اُس کو مدعی علیہ نے اپنی طرف کر لیا تھا اُس نے جیرٹ کو پہلی ترکیب تو یہ بتائی کہ نندکمار کو قید سے نکالنے کے لیے قانون احضار ملزم سے کام لے تاکہ جب وہ قید خانے سے باہر آئے تو فرر اُس کے ضمانت پر چھوٹنے کے واسطے یا اُس کی قید کے مقام کے بدلنے کے لیئے درخواست کرے یعنی عام محبس سے نئے قلعے میں منتقل ہو۔ اس درخواست کی بنا اس بات پر تھی کہ نندکمار اپنی ذات جانے کے ڈر سے مناسب غذا نہیں کھا سکتا تھا اور نہ اپنے مذہبی رسوم ادا کر سکتا تھا۔ یہ درخواست امپی اور ہائڈ کے پاس امپی کے گھر میں پیش ہوئی۔ جیسا کہ جیرٹ حکم نامے کی پشت پر اپنی یادداشت میں لکھتا ہے انھوں نے اس کو یہ کہہ کر نامنظور کیا کہ "اگر اس شخص سے ضمانت لی جائے گی تو بعد کو کبھی کسی برہمن پر کوئی قانون نہ چلے گا اور اگر یہ یعنی امپی عدالت میں بیٹھا ہوتا تو وہ میر بلد کے اُس کو قید خانے کے سوا کسی اور جگہ یا گھر میں قید کرنے پر بہت معترض ہوتا۔"

اپنے قید ہونے پر اُس نے مجلس کو یہ درخواست بھیجی کہ جو روک ٹوک اس پر ہے اُس سے اُس کی ذات میں خلل آئے گا۔ مجلس نے میر بلد کو بلا بھیجا اور اُس سے حقیقت امر دریافت کی اور امپی کے پاس زبانی کہلا بھیجا کہ نندکمار کی عرضی پر توجہ کی جائے۔ امپی نے خاص اپنے طبیب (مرچیسن) کو (جو مسٹر رادرک مرچیسن کا باپ تھا) نندکمار کے دیکھنے کو بھیجا جس نے جہاں اور باتیں ذکر کیں وہاں یہ بھی بیان کیا کہ وہ قریب بمرگ تھا۔ ذات کے جاتے رہنے کے ڈر سے اُس نے اسّی گھنٹے سے زیادہ فاقہ کیا تھا یعنی روز شنبہ ۶ مئی

[1] ان واقعات کے حلف ناموں پر بعد کو قسم ہوئی یعنی جنوری ۱۷۷۶ء میں تاکہ اُن کو امپی اپنے خط مذکورۂ ذیل میں انگلستان بھیجے۔ یہ ٹوچٹ رپورٹ ضمیمۂ عام نمبر (۳) منسلکہ ۲۹- منسلکہ شمارہ ۴ و ۳ و ۴ میں پائے جائیں گے۔

جس دن وہ قید ہوا تھا چہار شنبہ ۱۰؍ مئی تک۔ مرچیسن سمجھا کہ وہ بہانہ کرتا تھا اور اپنے حلف نامے میں کہتا ہے کہ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے اس عرصے تک فاقہ نہیں کیا بلکہ یہ ہے کہ اگر درحقیقت وہ اتنی مدت تک فاقے سے رہتا تو یہ ایک غیر معمولی امر تھا اور اُن علامات کے خلاف تھا جو میں حتماً سمجھتا ہوں ضرور ظاہر ہوتیں۔ بینڈل داروغۂ حبس نے بیان کیا "ان پانچ دن کے اندر (اس سبب سے کہ ۱۱؍ تاریخ ۱۰ یا ۱۱ بجے اُس نے بظاہر نہیں کھایا) نندکمار چند مرتبہ اپنے نوکروں کے ساتھ تخلیے میں رہا تھا اور پانی بھی اُس کے پاس لے گئے تھے مگر میں نے کسی قسم کا کھانا جاتے نہیں دیکھا۔ مگر اُس کی معمولی غذا مٹھائی تھی جو میری لاعلمی میں بھی بسہولت سے پہنچا دی جا سکتی تھی۔

رہائی قید سے نندکمار کی ذات میں خلل آتا تو اس بارے میں امپی نے چند پنڈتوں سے مشورہ کیا جنھوں نے ذات کے بچانے کی تدبیر بتائی (یعنی گھاس کا جھونپڑا بنا دیا جائے جس میں وہ کھا سکے) اور بیان کیا کہ بڑی سی بڑی خرابی یہ ہوگی کہ کچھ تھوڑا سا روپیہ برہمنوں کے کھلانے کے لیے جرمانہ دینا پڑے گا۔ نندکمار نے کہا کہ یہ برہمن ٹھیک نہیں تھے۔ غالباً وہ اس بارے میں سخت تھا اور بات نہ مانتا۔

امپی نے جہاں اپنے تردد کا ذکر کیا کہ جس قدر ممکن ہو نندکمار کے ساتھ نرمی کی جائے وہاں یہ بھی بتایا کہ ججوں سے نہ کہ مجلس سے درخواست کرنی چاہیے تھی۔ امپی نے کہا میں خوش ہوں کہ سختی اور بے دردی کے شبہے کو ججوں کے ذمے سے دفع کرنے کا مجلس نے مجھ کو موقع دیا مگر ضرور میری خواہش یہ ہے کہ مجلس مہاراجہ کو بتا دے کہ اگر آئندہ اُس کو اپنے کسی آرام کے لیے درخواست کرنی ہو تو بلا واسطہ ججوں سے کرے اس واسطے کہ اگر وہ مجلس سے درخواست کیا کرے گا تو جو کچھ صرف اُصول انصاف سے ملتا ہے یا پا سکتا ہے اُس کی نسبت معلوم ہوگا کہ تحکمانہ اثر کے ذریعے سے حاصل ہوا۔ ہندوستانیوں کے دل کا یہ ایک خاص میلان ہے کہ

لے Touchet ضمیمۂ عام نمبر ۳ منسلکہ ۲۲۔ امپی کونسل مورخہ ۶؍ مئی ۱۷۷۵ء۔

حکومت سے نہ کہ عدالت سے مطلب براری کی توقع رکھتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ میں اس امر کے کہنے میں معذور رکھا جاؤں گا اس واسطے کہ مجھ کو صاف یقین ہے کہ مجلس اس بدنامی کی صورت پیدا کرنے سے ویسی ہی احتیاط کرے گی جیسا جج اس بدنامی سے جوش میں آئیں گے۔" اس خط کا جواب مجلس نے جو لکھا مجھ کو دستیاب نہیں ہوا مگر جواب الجواب جو امپی نے دیا قابل دید ہے۔ وہ کہتا ہے "[1]اس کا مجھ کو بیحد رنج ہے کہ میرے اگلے خط میں کوئی بات ایسی تھی جس سے کسی طرح بھی اُس کی تاویل کی جائے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے مجلس کے اقتدار کے بارے میں سوال کیا۔ جو مقدمہ میرے سامنے تھا اُس سے میں نے تجاوز نہیں کیا۔ عدالت عظمیٰ اور مجلس کے اقتدار میں جو تعلقات ہیں ایسے نازک قسم کے ہیں کہ اُن سے بحث نہ کرنی چاہیے جب تک نہایت ضرورت اُن کی تحدید کی نہ پائی جائے اور مجھ کو یقین ہے کہ ایسی ضرورت کبھی نہ ہوگی مجلس کے عرضیاں لینے کے اقتدار کے بارے میں میں نے نہ سوال کیا اور نہ اب کرتا ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا وہ میں نے خوب سوچ کے اُسی خاص قید تک محدود رکھا۔ میں نے یہ نہیں چاہا کہ اُس کی عرضی نہ لی جائے بلکہ جب لے لی گئی تو اگر عدالت سے کوئی چیز مطلوب تھی تو اس حالت میں جواب یہ دینا چاہیے تھا کہ سائل خود بلا واسطہ ججوں کو درخواست دے۔ یہ میں نے اُس بدنامی سے بچنے کے لیے کہا جس کی طرف میں نے اُس خط میں اشارہ کیا ہے کہ جس طرح مجلس کی تذلیل ہوگی اُسی طرح ججوں کی تذلیل بھی متصور ہے۔"

"اس مقدمے میں مجھے تحریر کی ضرورت خاص کر اس وجہ سے ہوئی کہ اس شہر میں عام طور پر مشہور تھا کہ اگر جج دباؤ سے مہاراجہ کو نہ چھوڑیں گے تو بزور چھڑا لیا جائے گا۔"

"میں ان خبروں کو بے اصل سمجھا مگر لوگوں کے ان خبروں کے باور کرنے سے جو اثر پیدا ہو گا اُس کا مجھ کو اندیشہ ہوا خاص کر اس حالت میں کہ ابھی

---

[1] امپی کونسل مورخہ ۵ مئی ۱۷۷۵ء مطبوعۂ عام ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ ۲۲ مئی عرضی ٹوچیٹ۔

نئی نئی یہ عدالت قائم ہوئی ہے اس کے اقتدار کو لوگ اچھی طرح نہیں جانتے ہیں اور استحکام بھی اس کا پوری طرح نہیں ہوا ہے۔ کسی ملک کے اچھے انتظام کے لیے صرف اتنا کافی نہیں ہے کہ عدالتیں بالاستقلال کام کریں بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ لوگوں کو یقین ہو کہ عدالتیں خارجی اثر سے مبرا ہیں"

یہ خطوط عجب دلیلیں اُن احساسات کی ہیں جو نندکمار کے دورہ سپرد ہونے سے پیدا ہوئے۔ نیز یہ ظاہر ہے کہ وہ خبر جس کی طرف امپی اپنے خط منقولۂ بالا میں اشارہ کرتا ہے کہ نندکمار بزور چھڑا لیا جائے گا اگر عدالت نے اس کے قید رکھنے پر اصرار کیا لوگوں کا مبالغہ اور حاشیہ اس واقعے پر تھا کہ اُس کی سازش کے مقدمے کی پہلی پیشی کے بعد ارکان مجلس اس سے ملنے کو گئے تھے اور جعل کے مقدمے میں اُس کے دورہ سپرد ہونے کے بعد اُس کی عرضی لی تھی اور میر بلد اور نائب میر بلد کی تحقیقات کی اور عدالت سے مباحثہ کیا تھا۔ اس خبر کا مشہور ہونا مسٹر اے۔ ایلیٹ کے حلفیہ بیان سے ثابت ہوتا ہے اُس نے بیان کیا کہ چونکہ وہ خالصے کا منتظم تھا تو ہندوستانیوں کی رائے سے واقف تھا اور اس طرح کی خبریں اُس زمانے میں کلکتے میں مشہور تھیں۔ مجلس[1] نے جواب دیا کہ یہ خبریں جن کا ذکر ہوا بالکل جھوٹ تھیں کلے ورنگ اور مانسن اور فرانسس نے حلف نامے شامل کیے جن میں انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ اُن کو اس طرح کے ارادے کا خیال تک نہ تھا اور انھوں نے یہ بھی اضافہ کیا (مگر ہیسٹنگز اس اضافے پر معترض ہوا) کہ ہم آپ کی موافقت اس رائے میں نہیں کرتے کہ عدالت عظمیٰ اور مجلس کے اقتدار میں جو تعلقات ہیں ایسے نازک قسم کے ہیں کہ اُن سے بحث نہ کرنی چاہیے جب تک نہایت ضرورت انکی تحدید کی نہ پائی جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت کے ہر ایک شعبے کے جائز اقتدارات کو مقرر و محدود ہونا چاہیے اور مجلس عظمیٰ کے اقتدار کے حدود دریافت ہونے چاہییں تاکہ لوگوں اور عمال کو معلوم رہے کہ اس عدالت کے اقتدار کے اندر کون اشخاص ہیں اور کون نہیں ہیں۔

---

[1] تُوچیٹ، عام ضمیمہ نمبر ۳ منسلکہ ۳۰۔

ان تحریکوں سے مجلس کے اکثر ارکان میں جو احساسات پیدا ہوئے تھے وہ ایک تحریر میں عجیب طرح سے نمایاں ہیں جو کلیورنگ اور مانسن اور فرانسس نے ۱۶ مئی کو لکھی۔ یہ تحریر قابل دید اس سبب سے ہے کہ اس میں کیسے اطمینان سے رائے زنی اُن مواد پر کی گئی ہے جو اب تک زیر تحقیقات عدالت تھی اور نیز اس وجہ سے بھی کہ اُس میں بے محابا اتہامات اور اغلاط اور تلبیسات بھرے ہوئے ہیں۔

راجہ نند کمار پر جو مقدمہ چند روز ہوئے دائر ہوا اس میں چند امور مجلس نظما کے ملاحظے کے قابل ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ گورنر جنرل کے مقدمے میں اصل یہی گواہ ہے تو جو تدبیریں اُس کو ہلاکت میں پھنسانے کے لیے کی گئی ہیں ان کا سبب بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ پہلے اس پر سازش کا مقدمہ دائر کیا گیا کہ اُس نے مسٹر جوزف فوک اور مسٹر فرانسس فوک وغیرہ سے مل کے گورنر جنرل اور مسٹر بارول اور مسٹر ونسٹارٹ اور رائے رایاں اور کنٹو بابو گورنر جنرل کے بنیے پر نالش کی عرضی ایک شخص مسمی کمال الدین خاں سے بجبر لکھوائی۔ ججوں کی پیشی میں دقیق و طول و طویل تحقیقات ہونے کے بعد مسٹر فرانسس فوک چھوٹ گیا۔ مسٹر بارول اور رائے رایاں اور کنٹو بابو نے مقدمہ چلانا نہ چاہا۔ آخر کو اس راجہ اور مسٹر فوک کو صرف گورنر جنرل اور مسٹر ونسٹارٹ کی نالش میں جواب دہی کے لیے حاضر ہونے کی ضمانت دینا پڑی۔ اصل بات یہ ہے جیسا کہ حالات مذکور سے اور مسٹر فوک کے کہنے سے ہم کو یقین ہوا ہے کہ جس کاغذ کے متعلق حلف لیا گیا ہے۔ وہ کبھی تھا ہی نہیں اور جو کچھ کہا جاتا ہے کہ اُس میں لکھا تھا وہ سب فریب اور اختراع کمال الدین خاں کا کیا ہوا تھا جس کو اُس نے اس سبب سے کیا تھا کہ فوک اور نند کمار نے تین اور عرضیاں جو اُس نے

---

۵۱ ملاحظہ ہو گیارھویں رپورٹ سلکٹ کمیٹی (رپورٹ جلد ۴ صفحہ ۷۱۹)

۵۲ مالگزاری کا بڑا ہندوستانی افسر۔

۵۳ یہ صحیح نہیں ہے۔ بارول سے مقدمہ چلانے کا مچلکہ لیا گیا۔ اُس نے نند کمار اور فوک پر مقدمہ چلایا یہاں تک کہ وہ مجرم قرار دیے گئے۔

۵۴ معلوم ہوتا ہے کہ ججوں نے دریافت کر لیا کہ ایسا کاغذ تھا۔ آگے ملاحظہ ہو۔

لکھی تھیں ہمارے سامنے پیش کرنے سے انکار کیا ان عرضیوں میں سے دو تو کلکتے کی مجلس کے دیوان پر نالش کی تھیں جس کو اب ہم نے معزول کر دیا ہے اور ایک مسٹر ارکدکن گماشتۂ نمک پر نالش کی تھی۔ جبکہ[1] یہ تدبیر راجہ کی گواہی کے جھٹلانے کی جس غرض سے کی گئی تھی نہ چلی تو چند روز بعد جعل کی علت میں پھر وہ گرفتار کیا گیا اور عام قید خانے میں بھیجا گیا۔ یہ راجہ نہ صرف اول درجے کا شخص اس ملک میں ہے، بلکہ برہمن بھی بہت اونچی ذات کا ہے اور اپنے مذہب کے معتقدات کے موافق سمجھتا ہے کہ اگر یہ ایسی جگہ جہاں اشنان نہیں کر سکتا کچھ کھائے گا تو اس کی ذات جاتی رہے گی یا اس پر ان مٹ دھبہ لگے گا۔ جبکہ ان لوگوں کو تمام ہندوستان کی نظروں میں اس کو حقیر کرنا اور غلیظ قید خانے میں قید کر کے نجس کرنا پسند آیا تو اس نے صرف اتنا چاہا کہ کم سے کم مجھے محبس کے احاطے کے باہر ایک خیمہ کھڑا کرنے دیں یا اجازت دیں کہ معمولی اشنان اور پوجا پاٹ کرنے کے لیے اس کو پہرے والے گنگا کے کنارے روز لے جایا کریں۔ یہ درخواست[2] اس کی نامنظور ہوئی جس کا نتیجہ جیسا کہ معلوم تھا وہ ہوا جو سب جانتے ہیں کہ (۸۶[3]) گھنٹے تک وہ بالکل بے آب و دانہ رہا۔[4] ججوں سے عرض حال کیا گیا مگر انھوں نے بس اس پر اکتفا کی کہ رائے رایاں کے سکھا پڑھا کے بھیجے ہوئے پنڈتوں سے رائے لی اور ان لوگوں نے بھی مجبوری اقرار کیا کہ اگر راجہ جہاں قید ہے وہاں کچھ کھائے گا تو مختلف اقسام کے کفارے دے کر کہیں اس کی نجات کی صورت ہوگی۔ اس بڈھے آدمی نے جان کو ان شرطوں پر عزیز رکھنا خیال نہ کیا۔ بالآخر[5] ججوں کو مجبوراً راضی ہونا پڑا اور اس کے اشنان کرنے کے لیے ایک خیمہ استادہ کرنے کی اجازت دی۔ اگرچہ ہم خود اس کو ان الزامات سے جو اس پر لگائے گئے ہیں

۱؎ اس اتہام کی تائید بالکل شہادت سے نہیں ہوتی اور میں یقین کرتا ہوں کہ درحقیقت جھوٹ ہے۔

۲؎ یہ غلط ہے اور عدالت سے اشارہ اس طرف کرتا ہے کہ ججوں نے چاہا کہ وہ خودکشی کرے۔

۳؎ اس میں مرچیمبرس کو شک رہا اور پانی کے بارے میں توبندل نے بالکل انکار کیا

۴؎ صرف ایک عرضی پیش ہوئی جس پر فوری توجہ ہوئی۔

۵؎ یہ غلط بیان ہے جج مجبور نہیں ہوئے مگر ملاحظہ ہو کہ لفظ مجبوراً دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ ججوں پر زور ڈالا گیا۔

بری ہونے کا تیقن کرتے ہیں مگر ہم اس کے حق میں رائے نہ دیں[1] گے کہ یہ اس کے لیے مفید نہ ہوگی اور ہوسکتا ہے کہ ہم پر الزام طرفداری کا عائد ہو۔ اگر یہ شخص عدالت کے اقتدار کے اندر ہو تو ہم کو شک نہیں ہے بلکہ باوصف اس پر مقدمہ چلانے والوں کے قوی اور باثر ہونے کے عدالت کے جج[2] انگریز ہوں گے تو اس کی تحقیقات خوب ہوگی"

یہ کیفیت مجلس اور عدالت عظمیٰ کے درمیان وقوع میں آئی جبکہ نندکمار[3] کا مقدمہ عدالت مقدمات فوجداری (کورٹ آف آئر اینڈ ٹرمینر) کے اجلاس پر تحقیقات کے لیے پیش ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ ۳ جون ۱۷۷۵ء کو شروع ہوا اور اس مہینے کے آخر تک رہا۔ نندکمار جواب دہی کے لیے ۸ جون کو پیش ہوا۔ اس کی پیشی کی کارروائی میں وہ سارا دن تمام ہوا اور عدالت بند ہوئی۔ ۹ کو اصل تحقیقات شروع ہوئی اور ۱۶ کی صبح ۴ بجے تک ہوتی رہی۔ سات روز تک یا اگر ابتدائی پیشی کے دن کا بھی شمار کیا جائے تو آٹھ روز تک برابر اجلاس رہا۔ اصل تحقیقات کے سات دن کے زمانے میں ججوں نے کارروائی بند نہیں کی۔ ۱۱ تاریخ اتوار کے دن بھی مثل دیگر ایام ۸ بجے صبح سے بہت رات گئے تک اور اخیر دن تو صبح ۴ بجے تک بیٹھے رہے۔ جج[4] بڑی بھاری ٹوپی پہنے رہتے اور (روایت یہ ہے کہ) کپڑے بدلتے دن میں تین چار مرتبہ ہر روز جاتے تھے ایک جج ان ججوں میں سے ہر وقت عدالت میں یا کمرے کے سامنے موجود رہتا تھا متصل کے کمرے میں پنچ ناشتہ کرنے یا سونے وقتاً فوقتاً جاتے تھے۔ یہ بات یاد رہے کہ اس زمانے میں فراشی پنکھے[5] ایجاد نہیں ہوئے تھے اور برف کا بنانا ایجاد سا ور سے لا!!

---

[1] تو پھر کیوں اس کو بیان کرتے ہو۔

[2] ملاحظہ ہو یہ در پردہ اتہام کہ ججوں سے یہ نہ چاہا۔

[3] فر ایمپیچ منٹ کمیٹی صفحہ ۱۴ - ۱۲

[4] ملاحظہ ہو نہایت دلچسپ اور باخبر کتاب اکوس آف اولڈ کلکتہ مصنفہ ڈبلیو ای سیٹڈ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۹۲ء ۱۔

[5] میں نے کہیں سنا ہے کہ فراشی پنکھے اس صدی کی ابتدا میں ایجاد ہوئے۔ لارڈ منٹو نے ان کا ذکر ۱۸۰۶ء میں کیا ہے۔ کتاب منٹو ان انڈیا صفحہ ۲۷۔

خیال تک نہیں کیا جاتا تھا۔

جو گواہی تحقیقات میں پیش ہوئی میں اگلے باب میں اُس کا حال بیان کروں گا اور کہیں دوسری جگہ اس کے متعلق جو بڑے قانونی مسئلے ہیں اُن سے اور خاصکر اس مسئلے سے بحث کروں گا کہ نندکمار کے جعل کے مقدمے میں انگریزی شاہی قانون پر عمل کیونکر کیا گیا۔

اس مقدمے کے سمجھنے اور اُسے پورا پورا صحیح بیان کرنے میں، میں نے کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی اور شہادت کے بڑے حصے کی بابت تو مجھے امید ہے کہ بڑی محنت کے بعد میں اس کوشش میں کامیاب ہوا ہوں۔ بعض شہادتوں نے اور دوسرے پیش شدہ اسناد نے مجھ کو پریشان کردیا ہے۔ اس سے زیادہ ابتر و پیچیدہ مواد کا تصور کرنا مشکل ہے ہر طرح سے یقین ہوتا ہے کہ یہ روداد صاف اور عملاً کامل ہے۔ اس کا اصل مصنف مسٹر ٹالفرے نائب میر بلد کلکتہ ہے جس نے پارلیمنٹ کی مجلس خفیہ کے سامنے اس کا حال بیان کیا ہے۔ اُس نے کہا کہ مواد جن سے میں نے روداد میں نقل کیا حسب ذیل تھے ججوں کے نوٹ۔ تحقیقات کی نقل[1]۔ نوٹ جو بر وقت میں نے اور میر بلد نے لکھے تھے۔ نوٹ جن کو مسٹر فاکس کرافٹ نے لکھ لیا تھا جو اُس وقت مسٹر فرر وکیل ملزم کے مددگار کے طور سے کام کرتا تھا۔ ٹالفرے کے پاس تمام ججوں کے نوٹ موجود تھے شاید مسٹر رابرٹ چیمبرس کے نوٹ کے سوا۔ مسٹر جسٹس ہائڈ کے نوٹ مختصر خط (شارٹ ہینڈ) میں لکھے ہوئے تھے مگر ان کی طرف بھی توجہ ہوئی تھی۔[2] ٹالفرے کی اعانت مسٹر الکزنڈر الیٹ نے بھی کی تھی جو وقت تحقیقات ترجمان تھا۔ یہ نوجوان بہت ہونہار معلوم ہوتا تھا اور سر گلبرٹ الیٹ کا چھوٹا بھائی تھا۔ کم سنی میں فوت ہوا۔ تحقیقات کی کارروائی کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر فرر وکیل نندکمار نے قبول کیا ہے۔

صاف میرے اوپر ظاہر ہوا جیسا کہ ججوں[3] نے کہا کہ سرکاری کونسلی اپنے

---

[1] ان الفاظ کو میں نہیں سمجھتا۔

[2] سر گلبرٹ ایلیٹ کی سوانح عمری و خطوط جلد (۱) صفحہ ۳۰۔

[3] آگے دیکھو۔

کام میں ناقص تھے۔ مقدمہ بُری طرح تیار ہوا تھا، ججوں کو خود ملزم کی گواہی پر جرح کرنی پڑی اور نالش کے گواہوں کو باقی اظہار کے لیے دوبارہ بلانا پڑا۔ انجام کار یہ ہوا کہ چند گواہ کئی کئی مرتبہ طلب ہوئے اور ایک ہی امر میں بار بار اُن کا اظہار لیا گیا۔ موہن پرشاد نو مرتبہ، کشن جیون داس پندرہ مرتبہ طلب ہوئے اور اُن کے متعدد بیانات کا مقابلہ کر کے دیکھا گیا کہ کہاں تک ایک دوسرے کے مطابق یا مخالف ہیں۔ یہ بہت محنت اور صبر کا کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں پہلا شخص ہوں (باستثنائے مسٹر اڈالفس) جس نے اس مقدمے کو درحقیقت پورے طور سے مطالعہ کیا۔ اکثر اُن لوگوں نے جنھوں نے اس امر میں لکھا ہے اس تحقیقات کو کبھی دیکھا ہی نہیں ہے، یہ میرا یقین ہے مسٹر بیورج نے جو اُس کے بیان کرنے کی کوشش کی ناقص ہے جیسا کہ بعد کو معلوم ہوگا۔

لہ جسٹس ہائڈ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اصل کاغذات اکثر مقدموں کے کلکتے کے وکیلوں کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ موجودہ مجلدات کی پہلی جلد ۶ جولائی ۱۷۷۵ء سے شروع ہوتی ہے یعنی نند کمار کے مقدمۂ جعل کے بعد سے (نوٹ مسٹر بلیمیرس)۔

چھٹا باب

نندکمار کی تحقیقات کی گواہی کے بیان میں

فرد قرار داد جرم[1] کے مدات جن پر نندکمار کی تحقیقات ہوئی اور جو اصل مواد نکلے دو تھے اُن میں انیسواں[19] اور بیسواں بزبان فارسی علی الترتیب

---

[1] فرد قرار داد جرم میں بیس مدات ہیں۔ یہ فرد حسب قانون سال دوم جارج دوم باب ۲۵ تیار ہوئی تھی۔ اس باب میں اور امور کے ساتھ یہ بھی حکم تھا کہ کسی تمسک یا پرامیسری نوٹ یا نوشتہ لازمی کو فریب دہی کے قصد سے جعلی بنانا یا چلانا جرم قابل سزائے موت ہوگا۔ اس فرد کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ بلاقی داس کو فریب دینے کی غرض سے جعلی تمسک بنانا۔

۲۔ اس جعلی تمسک کو شایع کرنا۔

۳۔ وصیوں کو فریب دینے کی غرض سے جعلی تمسک بنانا۔

۴۔ اس تمسک کو شایع کرنا۔

مدات ۵۔ ۸ مثل مدات ۱۔ ۴۔ ان مدات میں اس کاغذ کو اس حیثیت میں ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ کاغذ ایک لازمی نوشتہ تھا اور اس پر بلاقی داس کی مہر تھی۔

مدات ۹۔ ۱۲ مثل مدات ۱۔ ۴۔ ان مدات میں اس کاغذ کو پرامیسری نوٹ ظاہر کیا گیا تھا۔

جعلی تمسک بنانے کا اور جعلی جان کے، اُس کو سچا کر کے چلانے کا جرم تھا اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مدات ۱۲-۱۶ مثل مدات ۵-۸ بحذف اس عبارت کے کہ بمبر بلاقی داس یہ کاغذ لازمی نوشتہ تھا۔

مدات ۱۷ و ۱۸ مثل مدات ۱۳-۱۴ مگران میں یہ تھا کہ غرض بلاقی داس کے وصیوں کو فریب دینا تھی۔

مدات ۱۹ و ۲۰ مثل مدات ۱۷ و ۱۸ کے ہیں۔ لیکن ان میں یہ مذکور تھا کہ گنگا بشن کو جو بلاقی داس کے وصیوں میں سے زندہ رہ گیا تھا فریب دینا مقصود تھا۔

کیوں اتنے مدات درج ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ فوجداری کے مقدمے میں بحث کرنے کے حسب قاعدہ ایک مد میں ایک ہی جرم کی قرار داد ہونا چاہیے، ایک سے زیادہ نہ ہو۔ تھوڑے دن قبل تک فرد قرار داد جرم میں ضرور تھا کہ اُس شخص کا نام بھی ہو جس کو فریب دینا منظور تھا۔ اور یہ امر مدات کی تعداد کے زیادہ بڑھنے کا باعث ہوتا تھا اس واسطے کہ ہوسکتا تھا کہ کئی شخصوں کے فریب دینے کا قصد ہوا ہو۔ آجکل فقط فریب دہی کا قصد علی العموم لکھا جاسکتا ہے پس ایسے مقدمے میں جیسا کہ نند کمار کا مقدمہ تھا۔ فرد قرار داد جرم میں چند مدات ہوتے یعنی تمسک کا اور پرامیسری نوٹ کا اور نوشتۂ لازمی کا بغرض فریب دہی جعلی بنانا اور پیش کرنا بدون ذکر اُس شخص کے جس کا فریب دینا منظور تھا۔

پارلیمنٹ کی مجلس ذیلی مواخذہ کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ اس فرد قرار جرم کا اصل لکھنے والا کون تھا۔ یہ بتایا گیا کہ لیمسیٹر نے اس کو لکھا تھا اس وجہ سے کہ کلکتے کے نائب شیرف مسٹر ٹالفرے کو خیال یہ تھا کہ اُس نے مسودہ لیمسیٹر کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لیمسیٹر کے محرر ڈرنفورڈ سے جب تحقیق ہوئی تو اُس نے کہا کہ اُس کو اس کا حال کچھ معلوم نہیں۔ سرجی الیٹ نے کہا کہ یہ فرد کسی نہ کسی جج کی لکھی ہوئی ہوگی اس سبب سے کہ کلکتے میں کوئی ایسا نہ تھا جو ایسی اچھی طرح فرد لکھ سکتا۔ "اگر کسی کونسلی کی لکھی ہوئی ہوتی تو اس کی مسلمہ خوبی کی وجہ سے اُس کے لکھنے والے کا حال معلوم ہو جاتا اور اُس کی قسمت بن جاتی" (۲۷ پارلیمنٹری تاریخ ۴۲۰) اصلی لکھنے والے کے مبہم ہونے سے سرگلبرٹ الیٹ نے اُس سے کچھ زیادہ کہا جتنا اٹکل سے کہا جاسکتا تھا مگر بہ خلاف اس کے پٹ نے تو حتماً کہہ دیا کہ (صفحہ ۴۸) کسی وکالت پیشہ کا

غرض یوں بیان کی گئی تھی کہ ایک شخص بلاقی داس سے جو گنگا بشن کے وصیتوں میں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کوئی محرر جس کے پاس کتاب کرون سرکٹ (اُس زمانے کا آرجبولڈ) ہو ایسی تحریر لکھ سکتا تھا" یہ فرد جیسی کہ "مقدمات مملکت" میں چھپی ہے اُس پر جیمس پریچارڈ محرر سرکار کے اور ڈبلیو ایم بیکوتھ محرر فرد قرار داد جرم کے دستخط ہیں۔ مجھ کو سمجھنا چاہیئے کہ انھوں نے یا ان میں سے ایک نے یہ فرد لکھی ہوگی۔ دورے پر اور عدالت اولڈبیلی میں افسران دورہ فرد قرار داد جرم لکھتے ہیں اور محرر عدالت اسائز جس کے ماتحت محرران فرد قرار داد جرم ہوتے ہیں۔ امپی نے خلاصہ کرنے میں اکیسویں مد کا تذکرہ کیا ہے۔ مقدمات مملکت میں جو فرد چھپی ہے اُس میں صرف بیس مدات ہیں۔ مسٹر بل چیمبرس لکھتا ہے کہ "اصل مثل نہیں ملتی"۔ مسٹر (مسٹر بیورج کلکتہ ریویو جلد ۴۶ صفحہ ۲۸۳) میں لکھتا ہے "ٹلفرے نائب شیرف، امپی کے طرفدار نے بعد کو اپنی گواہی میں دار العوام کے سامنے بیان کیا کہ کلکتے میں مشہور تھا کہ فرد قرار داد جرم لیمسٹر جج نے لکھی اور اُس نے اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا مسودہ دیکھا" یہ غلط ہے۔ ٹلفرے نے کبھی نہیں کہا کہ اُس نے اس فرد کا مسودہ لیمسٹر جج کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا تھا اُس نے جو کہا وہ یہ تھا کہ "س۔ کیا تم جانتے ہو کس نے نندکمار کے خلاف فرد قرار داد جرم لکھی"۔ ج "مجھے کچھ خیال پڑتا ہے کہ میں نے جج لیمسٹر کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فرد دیکھی تھی مجھ کو اس مدت (۱۳ برس) کے بعد یاد نہیں کہ کب دیکھی تھی اور نہ مجھ کو اس امر کا ایسا صاف خیال ہے جو میں ٹھیک طور سے اس بارے میں کہہ سکوں" اس گواہ پر دیر تک جرح ہوا کی اور میں سمجھتا ہوں کہ نامناسب طریق پر جرح ہوئی، نامناسب اس وجہ سے کہ متعدد سوالات کے انداز سے معلوم ہوتا ہے گویا اُس نے مان لیا تھا کہ اُس کاغذ کو اُس نے دیکھا تھا مگر اس پر بھی اُس کی شہادت کا مطلب بدلا نہیں۔ ٹلفرے نے یہ نہیں کہا کہ کلکتے میں شہرہ تھا کہ اس فرد کو لیمسٹر نے لکھا۔ اُس نے جو کہا وہ حسب ذیل ہے:۔ "س تم نے لیمسٹر جج کے ہاتھ کی فرد جن حالات میں دیکھی تھی" (یہ سوال بیجا تھا کہ اُس میں جو ثابت نہیں ہوا تھا اُس کو ثابت مانا گیا) "کیا اس سے کمیٹی کے ذہن میں اس فرد کے اصل لکھنے کے متعلق کوئی بات آئی ہوگی؟ ج۔ اس سے میرے ذہن میں ایک بات آئی اس سبب سے کہ میں نے اُس کو اُس خبر سے ملایا کہ جج لیمسٹر نے اس فرد کا مسودہ تیار کیا تھا" پس مسٹر بیورج کی غلطی نے مشکوک کو

زندہ تھا (۴۸۰۲۱) روپے اصل اور سود اور بٹے کی رقومات کے علاوہ فریب کرکے لے لیے۔ واقعات حسب ذیل تھے :۔

ایک ہندو صراف یعنی ہندوستانی مہاجن نے کلکتے کے ۱۷۶۹ء میں اپنی بیماری کی حالت دیکھ کے کاروبار اُٹھا دیا اور اپنی زوجہ اور بیٹی[۵۱] اور اپنے گاڑھے[۵۲] دوست بدموہن داس کے بارے میں نندکمار سے سفارش کی اور ایک وصیت نامہ مورخہ ۲[۵۳] جون ۱۷۶۹ء لکھا جس میں گنگا بشن اور ہنگو لال کو اپنا وصی مقرر کیا اور بدموہن داس کو اپنے مال کا چوتھائی (۴/۱) دینے کو اور کاروبار دیکھنے کو کہا۔ وصیت نامے کی تحریر کے پیشتر اُس نے مختار نامہ (جس کا ذکر وصیت نامے میں ہے) بدموہن داس اور موہن پرشاد کے نام لکھ دیا تھا۔ یہ موہن پرشاد وہی شخص ہے جو بعد کو نندکمار پر نالشی ہوا۔ بلاقی داس جون ۱۷۶۹ء میں فوت ہوا اور اس کے وصیت نامے کی تصدیق[۵۴] گنگا بشن وصی کو میئر کلکتہ کے محکمے سے ۸ ستمبر ۱۷۶۹ء کو ملی۔ اُس کے ترکے میں زیادہ تر کمپنی[۵۵] کے تمسکات تھے اور اُس کے مرنے کے کوئی پانچ مہینے[۵۶] کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یقینی بنا دیا اور اس خبر کو جس کی نسبت ممکن ہے کہ ۱۷۸۸ء میں لندن میں کوئی اطلاع نہ ہو۔ اُس وقت کا جبکہ تحقیقات ہو رہی تھی کلکتے کا ایک عام واقعہ بتا دیا۔ ۱۲

[۵۱] اسارھ ۱۱۷۶ء مطابق جون ۱۷۶۹ء (۹۴۹) چھ یا سات برس پیشتر (کشن جیون داس) ۱۷۷۵ء (صفحہ ۱۰۲۶) ہندسوں سے اسٹیٹ ٹرائلس، ۲۰ جلد کے صفحات مراد ہیں۔

[۵۲] کیا بدموہن داس بلاقی داس کا کوئی عزیز تھا؟ نہیں بلکہ اُس کی ذات کا بھی نہ تھا۔ مگر اُس کو بہت چاہتا تھا .... بیٹا کہہ کے پکارتا تھا اور یہ اس کا متبنّیٰ بھی نہ تھا۔ کشن جیون داس ۱۰۲۹) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کا نام پدارو من داس وصیت نامے میں لکھا ہے۔

[۵۳] نقل ۹۶۶-۹۶۸ میں چھپی ہے۔

[۵۴] ۹۴۹۔

[۵۵] یہ اُس کے وصیت نامے سے معلوم ہوتا ہے (صفحہ ۹۶۷) اس کا صاف ذکر مختار نامے میں نہیں ہے (صفحہ ۹۴۴)

[۵۶] صفحہ ۹۵۰۔ شہادت موہن پرشاد۔

(یعنی ۱۷۶۹ء کے تمام ہونے کے قریب) نندکمار اور گنگا بشن اور پدموہن داس[۱] بلو پدیر واقع علی پور کلکتہ[۲] میں گئے تاکہ جو تمسکات بلاقی داس کو ملنا چاہیے تھے وصول کریں۔ اُنھوں نے یہ تمسکات پائے اور بلاقی داس کی بیوہ کے پاس لائے۔ بیوہ نے کہا کہ اُس کو یہ تمسکات نندکمار کے ذریعے سے ملے اور اُس نے اُس پر بہت عنایت کی اور یہ کہا کہ وہ اُس کا حساب پہلے چکا دے گی پھر کہیں اپنے شوہر کے دوسرے قرضخواہوں کا۔

پدموہن داس[۳] نے اُس کو ایک فرد حساب کی دی جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ نندکمار اور سب قرضخواہوں کی ادائی کے بعد ۔ ۔ ۔ ۶۰۰ ہزار روپے باقی رہیں گے جو اس عورت کو ملنا چاہیے۔ اور پدموہن داس نے اسی شام[۴] کو ان تمسکات کے وصول ہونے کا ذکر موہن پرشاد سے کر دیا۔ اگلے دن[۵] موہن پرشاد نندکمار سے ملا اور نندکمار نے اُس سے کہا کہ کمپنی کے تمسکات تو وصول ہو گئے مگر ان پر کچھ "دربار خرچ" بھی چاہیے۔ تحقیقات مقدمہ کی فرہنگ میں "دربار خرچ" کے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ رقم جو صاحبان اقتدار کو دی جائے"۔ اور موہن پرشاد نے اپنی شہادت میں ایک اور مقام[۶] پر کہا ہے کہ جس زمانے میں دربار خرچ کا ذکر ہوا اُس زمانے کے لحاظ سے اُس کے دل میں شکوک پیدا ہوئے کیونکہ اس بارے میں دربار خرچ نہیں دیا گیا تھا۔ اُس نے کہا[۷] کہ وہ یہ جانتا تھا کہ ورلسٹ کارٹیر اور رسل نے کوئی دربار خرچ نہیں لیا تھا۔ اُس[۸] نے کہا کہ اس کا شبہہ زیادہ ہوا

۱؎ صفحہ ۱۰۲۵۔

۲؎ صفحہ ۱۰۲۵۔ یہ اُس زمانے میں گورنر کے رہنے کی کوٹھی تھی۔ اب اس میں لفٹنٹ گورنر بنگال رہتا ہے۔

۳؎ صفحہ ۱۰۲۶۔

۴؎ موہن پرشاد صفحہ ۹۵۰۔

۵؎ موہن پرشاد صفحہ ۹۵۰۔

۶؎ صفحہ ۱۰۴۴۔

۷؎ صفحہ ۹۵۵۔

۸؎ صفحہ ۹۵۰ اور صفحہ ۱۰۴۶۔

جبکہ تین یا چار دن بعد نندکمار نے بیان کیا کہ اُس نے اور پدموہن داس نے جو دستاویز لکھے ہیں بظاہر اُن دستاویزوں سے مراد اُن کے قرضے کی فردیں بذمہ بلاقی داس ہوں گی) ایک تعداد ۴۸۰۲۱ روپے (سکہ) اور دو کی تعداد ملا کے ۳۵۰۰۰ روپے (ارکاٹ) ہے۔ بیشک اس شبہے کی بنا اس امر پر تھی کہ مختار نامۂ[1] مذکور بالا میں جو بلاقی داس نے موہن پرشاد کو لکھ دیا تھا اُس نے اپنے لین دین کی ساری کیفیت بیان کر دی تھی۔ اور نندکمار کا قرضہ اپنے ذمے صرف .... اکا لکھا تھا۔ میں اس مختار نامے کا تذکرہ بعد ازیں زیادہ تفصیل سے کروں گا۔

نندکمار[2] کے اُس بیان سے چودہ یا پندرہ روز کے بعد موہن پرشاد نندکمار کے گھر پر کمپنی کے تمسک لے کے گیا اور بظاہر ارادہ اُس کا یہ تھا کہ اُس کے اور بلاقی داس کے جو حسابات تھے اُن کا تصفیہ کرے یا کرا دے۔

اس تصفیے کا حال جو موہن پرشاد نے بیان کیا کچھ پریشان اور پیچیدہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُس[3] کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمپنی کے آٹھ تمسک جن کی رقوم مذکور نہیں ہیں نندکمار کے گماشتے چھوٹن ناتھ کو بلاقی داس کے گماشتے کشن موہن داس نے دستخط کر کے دیدیے۔ ان کے بدلے نندکمار نے تمسک دس ہزار روپے کا ناگری میں لکھا ہوا دیا اور گھر (یہ مذکور نہیں کہ کون گھر) کا پٹا اور تین فارسی کاغذ بھی دیے۔ یہ تمسک اور تینوں فارسی دستاویز پیشانی پھاڑ کے باطل کر دیے گئے۔ ایک اُن کاغذوں میں سے وہ کاغذ ہے جس کا جعلی ہونا کہا جاتا ہے۔ یہ دستاویز مع باقی دستاویزوں کے پدموہن داس کو حوالے کر دی گئی۔ پدموہن داس نے اُن دستاویزوں کو میر بلد کے محکمے میں داخل کیا اور وہاں سے یہ تمسک بر وقت تحقیقات کے طلب کر لیا گیا۔ یہ معنیٰ اس تمسک کے چلانے کے ہیں۔ سب قائل ہیں کہ یہ تمسک چلایا گیا اور اُس سے کام لیا گیا اور اس کی بابت بلاقی داس کے ترکے سے

[1] صفحہ ۹۴۴۔

[2] صفحہ ۹۵۰۔

[3] ۹۵۰ صفحہ ۹۵۱ ملاحظہ ہو صفحہ ۹۵۷۔

نندکمار کو ۴۸۰۲۱ روپے مع ۲۵ فی صدی اضافے کے ملے اور نندکمار نے ایک رسید[1] گنگا بشن، بلاقی داس کے وصی کو بایں مضمون لکھ دی کہ ۶۹۶۳۰ روپے کے کمپنی کے تمسک جو بابت اس تمسک کے اصل اور سود اور بٹے کے ہوتے ہیں اور مجھ کو پانا تھے وصول ہوئے۔ اس[2] تمسک کی عبارت حسب ذیل ہے:-

منکہ بلاقی داس

چونکہ ایک مرواید کا رمالا اور ایک مروری کلغی اور ایک مروری سرپیچ اور چار انگوٹھیاں جن میں دو یاقوت کی اور دو ہیرے کی تھیں رگھوناتھ رائے جیو نے مہاراجہ نندکمار کی طرف سے اساڑھ ۱۱۶۵ بنگلہ (۱۷۵۸ء) میرے پاس بیچنے کی غرض سے امانت رکھوائے۔ نواب میر محمد قاسم خاں کے لشکر کی شکست کے زمانے میں گھر کا روپیہ اسباب مع اُن جواہرات کے لوگ لوٹ لے گئے۔ ۱۱۷۲ بنگلہ (۱۷۶۵ء) میں جب میں کلکتہ آیا مہاراجہ مذکور نے جواہرات امانتی مذکور بالا کو طلب کیا میں اس امانت کو حسب الطلب دے نہ سکا اور اپنے کاروبار کی بُری حالت کے سبب سے اُن کی قیمت بھی نہ دے سکا لہٰذا میں اقرار کرتا ہوں اور لکھے دیتا ہوں کہ جب میں مبلغ دو لاکھ روپے اور کچھ زاید جو کمپنی کے خزانۂ ڈھاکہ میں نقد موجود ہیں حسب حساب کمپنی وصول کروں گا تو میں اقرار کرتا ہوں اور یہ تصفیہ ہوا ہے کہ مبلغ ۴۸۰۲۱ روپے اصل رقم جواہرات امانتی کی ہے جو مجھ پر واجب الادا ہے بہ اضافۂ چار آنے فی روپیہ کمپنی کی نقدیات کے خزانے سے رقم مذکور بالا کے وصول ہونے پر میں یہ روپیہ بلا عذر و حیلہ مہاراجہ موصوف کو ادا کردوں گا۔ بنابراں ان وجوہ سے میں نے بطور تمسک کے اپنے دستخط سے لکھ دیا تاکہ جس وقت اس کی ضرورت ہو تعمیل ہو۔ گواہ شد مہب رائے۔

عبدہٗ کمال محمد

العبد[3]
بلاقی داس

(وکیل مسٹر بلاقی داس)

مرقوم ہفتم ماہ بھادوں ۱۱۷۲ بنگلہ"

---

[1] صفحہ ۹۵۸ میں لکھی ہے۔
[2] صفحہ ۹۳۴۔

[3] العبد یہ صورت کسی ماتحت منشی یا افسر کے دستخط کرنے کی ہے لفظی معنی اس کے غلام یا نوکر کے ہیں (ولسن)۔

سوال اس مقدمے میں یہ تھا کہ آیا یہ تمسک درحقیقت جعلی تھا یا نہیں اس کے چلانے کے بارے میں تو سوال ہو ہی نہیں سکتا تھا ورنہ اس امر میں کہ اگر یہ جعلی تھا تو نند کمار جانتا تھا۔

شہادت جو اُس کے جعلی ہونے کے ثبوت میں گزری تین قسم کی تھی۔ پہلے یہ بیان ہوا کہ "عبدہٗ کمال محمد" کے دستخط جعلی تھے، دوسرے علامت کے دستخط جعلی تھے۔ تیسرے گواہی اس کی تھی کہ یہ رقم اُس کے ذمے میں کبھی تھی ہی نہیں۔ اور اس کی بھی گواہی ہوئی کہ اُس نے اس تمسک پر دستخط نہیں کیا تھا۔[۵۱] چوتھے بیان اُن امور کا جن کے بدلے یہ تمسک لکھا گیا غلط تھا۔

بڑا گواہ ثابت کرنے کا کہ "عبدہٗ محمد کمال کے دستخط جعلی تھے خود گواہ تھا جو بروقت تحقیقات کے بنام کمال الدین خاں کے مشہور تھا۔ اُس نے انکار کیا کہ اُس نے کبھی اس تمسک پر دستخط کیئے تھے اور اپنے دستخط کے جعلی بنائے جانے کے وجوہ حسب ذیل بیان کیے۔ یہ دس برس کے سن سے نند کمار کو جانتا تھا اور اُس کی حمایت[۵۲] میں رہا تھا۔ سنہ ۱۷۶۳ یا ۱۷۶۴ء[۵۳] میں اُس نے ایک عرضی نواب میر جعفر کو دینا چاہتی تھی[۵۴] چونکہ خود اُس کو اس وزیر سے تعلق نہ تھا لہذا چاہا کہ نند کمار کے ذریعے سے عرضی دے۔ نند کمار نے عرضی پر مُہر کرنے کے لیے کمال الدین سے مُہر مانگی بنا براں کمال الدین نے مُہر مع ایک اشرفی اور آٹھ روپے نذر کیے (چوبیس روپے) نند کمار کو بھیجے تاکہ عرضی پیش کر دے اور اتنی ہی رقم نواب کو عرضی کے ساتھ نذر دینے کو بھیجی۔ نند کمار نے کمال الدین کے خط کی اور جس کے ساتھ مہر تھی اور نواب کی نذر کی رسید کا خط[۵۵]

---

[۵۱] مصنف نے ناواقفیت سے "عبدہٗ" کو نام میں شامل کر دیا ہے۔ مترجم

[۵۲] صفحہ ۹۳۹

[۵۳] اُس وقت جبکہ لڑائی درمیان جعفر علی خاں اور قاسم علی خاں کے موقوف ہوئی۔

[۵۴] صفحہ ۹۳۶ تا صفحہ ۹۳۹۔

[۵۵] صفحہ ۳۶ - ۹۳۵ مورخہ ۲ ربیع الآخر سنہ ۴ جلوس شاہ عالم جانشین عالمگیر ثانی کا جنوری سنہ ۱۷۶۰ء میں ہوا لہذا چوتھا سال اُس کے جلوس کا جنوری سنہ ۱۷۶۳ء میں شروع ہوا ہوگا۔

لکھ بھیجا مگر مہر کی رسید صاف صاف نہیں لکھی۔ یہ مہر باوصف کمال الدین کے مکرر تقاضا کرنے کے واپس نہیں[1] ہوئی۔ کمال الدین کے کہنے کی تائید اُس کے نوکر[2] حسین علی کی گواہی سے ہوئی جس نے بیان کیا کہ اُس نے اپنے ہاتھ سے تھیلی سی جس میں میرے آقا کی مُہر اور تین اشرفیاں اور آٹھ روپے تھے کمال الدین کو دی تو اُس نے کہا کہ اس کو نندکمار کے پاس پہنچانے کا ارادہ تھا۔ حسین علی پر جرحیں، کی گئیں تاکہ معلوم ہو کہ کمال الدین کیسا آدمی تھا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس پر اُن واقعات کے متعلق بھی جرحیں ہوئیں جن کی بابت کمال الدین پر نہیں ہوئی تھیں اور یہ بات اب بے قاعدہ اور بیجا سمجھی جاتی ہے۔ کہا گیا تھا کہ کمال الدین نے گارانی نواس (Cordan Nowas) سے جھوٹی گواہی دینے کو کہا۔ حسین علی نے بیان کیا کہ کمال الدین نے اُس شخص سے گواہی دینے کی درخواست کی تھی۔ مگر اُس کو جہاں تک علم تھا گواہی دینے کے لیے کوئی ناجائز وعدہ نہیں کیا تھا۔ اُس نے یہ بھی بیان کیا کہ کمال الدین نے ایک مُہرکن سے ایک مُہر دکھا کر پوچھا کیا تم نے یہ مُہر کھودی ہے اور کہا کہ سچ کہو اپنے ایمان کو برباد نہ کرنا۔ ان جرحی سوالات کرنے سے اور تو کچھ حاصل نہ ہوا مگر اتنا معلوم ہوا کہ قیدی کی طرف سے کمال الدین کے چال چلن میں کیسی نکتہ چینیاں کی گئیں۔

غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کمال الدین کی مُہر فی الواقع اُس تمسک پر ہوئی اس واسطے کہ کمال الدین نے ایک کاغذ پیش کیا جس پر اُس نے خود زمانہ سابق[3] میں اُس مہر سے مُہر کی تھی۔ مُہر کے اس چھاپے میں ایک بال تھا جس کو اُس نے بیان کیا کہ خود مُہر میں تھا اور ایسے ہی بال کا نشان اُس مُہر میں تھا جو تمسک زیر بحث پر

---

[1] صفحہ ۹۳۷۔

[2] صفحہ ۹۶۳۔

[3] اپنی نوکری (بجلی کا ٹھیکہ) پانے کے کوئی دو مہینے قبل جس کو ۳ سال ہوتے ہیں۔ صفحہ ۹۳۷۔

کی ہوئی تھی۔ کمال الدین نے انکار کیا کہ مُہر کے اوپر جو الفاظ "گواہ شد" کے تمسک مذکور میں لکھے ہوئے تھے اُس کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔

اس بارے میں کمال الدین نے خود اپنی جو کیفیت بیان کی وہ یہ ہے کہ ۱۷۶۹ء میں ایک دفعہ موہن پرشاد نے اُس سے چھ سو روپے کا مطالبہ کیا جو اُس نے بلاقی داس کے نوکر سے قرض لیے تھے۔ اُس نے یہ روپیہ سات یا آٹھ مہینے بعد ادا کر دیا اور کہا کہ میں ایک غریب آدمی بے روزگار ہوں اس پر موہن پرشاد نے اُس سے پوچھا کیا وہ مہاراجہ کی طرف کا گواہ بلاقی داس کے تمسک کا تھا اور کیا اُس نے تمسک پر اپنی مُہر کی تھی۔ کمال الدین نے جواب دیا کہ اس کا حال کچھ نہیں جانتا اور جب موہن پرشاد نے کہا کہ اُس کے نام "عبدہٗ محمد کمال الدین" کی مُہر تمسک پر تھی تو اُس نے کہا اس نام کے بہت ہوتے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد کمال الدین نے کہا کہ یہ نندکمار کے پاس گیا اور اُس سے کہا جو موہن پرشاد نے کہا تھا اُس سے بیان کیا جس کا جواب نندکمار نے یہ دیا "یہ سچ ہے میں نے تمھاری مُہر جو میرے پاس تھی بلاقی داس کے تمسک پر کر لی ہے کیا تم قسم کھا کر عدالت کے صاحبوں کے سامنے اس کی گواہی دو گے۔ میں نے جواب دیا کہ مجھ سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ جھوٹی قسم کھاؤں۔ اُس نے کہا کہ مجھے تم سے امید تھی۔ میں نے جواب دیا لوگ اپنے مالکوں کے لیے اپنی جان تو دیں گے مگر اپنا دین نہ دیں گے مجھ سے امید نہ رکھو۔ اُس سے یہ بھی بیان کیا گیا "پس میں نے جا کے جو کچھ گزرا تھا اُس سے خواجہ پڑوس اور رفشی صدر الدین کو آگاہ کیا"۔ کمال الدین نے یہ بھی بیان کیا "ویہ بات میں نے کسی اور سے نہیں کہی"۔ اور اس گفتگو کے ہونے کے دو یا تین مہینے کے بعد اُس نے نندکمار سے خواہش کی کہ وہ مال ضمانتی کر دے۔ اُس ٹھیکے کے لیے جو اُس نے ہجلی میں لیا تھا۔

ل صفحہ ۹۳۷ و صفحہ ۹۳۸۔

۵۲ صفحہ ۹۴۰۔

خواجہ بڑوس اور منشی صدر الدین طلب ہوئے تاکہ کمال الدین نے جو کہا کہ اُس نے اُن سے کہا تھا اُس کی تصدیق ہو۔ میں نہیں[1] سمجھتا کہ آجکل کے دستور کے مواقق ایسی شہادت قابل درج کرنے کے ہوتی اگرچہ اس کا خارج کرنا بھی بحث کے قابل ہے۔ بہرصورت یہ شہادت بلا عذر درج ہوتی۔ ان دونوں شخصوں میں سے ہر ایک کی شہادت اصل امر میں تو ایک ہی تھی مگر بعض باتوں میں اختلاف تھا۔ خواجہ بڑوس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ کمال الدین نے اس سے کہا کہ اُس کی مُہر نند کمار کے قبضے میں تھی اُس نے اُس کو نواب کی عرضی پر ثبت کرنے کے لیے نند کمار کے پاس بھیجا تھا اور بعد کو کہا کہ ٹھیکے کی ضمانت کی بابت اُس سے اور نند کمار سے جھگڑا تھا۔ نند کمار پہلے تو ضامن ہونے پر راضی ہو گیا مگر بعد ازاں انکار کیا بغیر اُس کے کہ کمال الدین تائید میں اس تمسک کی گواہی دے۔ صدر الدین کی شہادت کا بھی مضمون یہی تھا۔ اُس نے بیان کیا کہ کمال الدین نے کہا غالباً میں نند کمار کو اپنا ضامن نہ کر سکوں گا اس واسطے کہ اُس نے میری مُہر بلاقی داس کے تمسک پر کر لی ہے اور وہ مجھ سے کہتا ہے کہ تم کو ضرور ہے کہ گواہی دو مگر میں نے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنا ایمان نہ چھوڑوں گا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ مُہر مہاراجہ نند کمار کے ہاتھ کیونکر لگی اور کیونکر اُس نے مُہر کر لی۔ اُس نے جواب دیا کہ میں نے سابق میں اپنی مُہر ایک عرضی پر ثبت کرنے کو بھیجی تھی اس غرض سے کہ اس عرضی کو نند کمار نواب جعفر علی خاں کو دے دے

[1] اگرچہ غیر کی کہی ہوئی بات بطور اصل شہادت کے نہیں مانی جاتی مگر یہ کہ کسی گواہ کی شہادت کی تصدیق میں اُس امر کے ثابت کرنے کے لیے ہو کہ اُس نے سابق کے مواقع پر بھی یہی بیان کیا تھا اور اب بھی وہی بات کہتا ہے (قانون شہادت گلبرٹ ۱۳۵) شہادت کے بارے میں گلبرٹ کی بہت بڑی سند ۱۷۷۵ء میں لی جاتی تھی۔ اُس نے مسئلہ مذکور پر ایک طویل سلسلہ اسناد کا نقل کیا ہے۔

۵۲ ۔ ۹۴۱

۵۳ ۔ ۹۴۲

اور یہ مُہر اُسی کے پاس ہے۔ اُس نے یہ مُہر بلاقی داس کے کاغذ پر بلا میرے علم کے کر لی ہے اب میں نہیں چاہتا کہ وہ میرا ضامن ہو" صدر الدین نے یہ بھی بیان کیا کہ دوسری دفعہ کی ملاقات میں کمال الدین نے اُس سے کہا کہ جب نند کمار نے تمسک کی تائید میں گواہی دینے پر اصرار کیا تو اُس نے اور شخص کو اپنا ضامن کر لیا۔

ان گواہوں پر غور کرنے سے اوّلاً یہ بات نکلتی ہے کہ جو بیانات کمال الدین نے اپنے اور نند کمار کے بارے میں بقول (Coja petruse) اور صدر الدین سے کیے وہ نند کمار کیلیے زیادہ مضر ہیں بہ نسبت اس بیان کے جو خود اُس نے نند کمار کی تحقیقات کی گواہی میں کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحقیقات کے وقت نند کمار پر مقدمہ سنگین کرنے کی طرف یہ مائل نہ تھا۔ بہر حال کمال الدین سے سُن کے (Coja Petruse) اور صدر الدین نے جو بیان دیا وہ کمال الدین کی شہادت سے زیادہ مکمل ہے کمال الدین نے جو گواہی میں بیان کیا اُس سے یہ وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ نند کمار کو مُہر کر لینے کا اعتراف کیوں کرنا پڑا (Coja Petruse) اور صدر الدین کے بیان سے وجہ اس کی ظاہر ہوتی ہے۔ کمال الدین نے نند کمار سے ضمانت چاہی اور نند کمار نے کمال الدین سے گواہی چاہی۔ اس[1] کے متعلق یہ دیکھنا چاہیے کہ ۱۷۷۲-۷۳ء میں یہ نالش میر بلد کے محکمۂ مذکور بالا میں چل رہی تھی اور اس نالش میں صحت اس تمسک کی زیر بحث تھی تو یہ وجہ ہوئی کہ نند کمار، کمال الدین کی گواہی کی فکر میں پڑا کہ اُس کی گواہی سے نتیجہ اس کے مفید نکلتا۔ یہ شہادت اس امر کے ظاہر کرنے کے لیے تھی کہ کمال الدین کی مُہر جعلی تھی۔

صلابت کے دستخط کے بارے میں شہادت حسب ذیل تھی۔ یہ شخص بلاقی[2] داس کے

---

[1] ملاحظہ ہو مسٹر بائن راؤس کی گواہی جو اُس نے دار العوام کی ایک مجلس کے سامنے بتاریخ ۲۰ مر فروری ۱۷۸۸ء دی ۔ صفحہ ۳۰۔

[2] صفحہ ۹۵۵۔

نوکروں میں سے تھا اور اُس کے گھر میں رہتا تھا اور ۱۷۶۹ء[1] یا ۱۷۶۹ء[2] میں فوت ہوا بظاہر بلاقی داس کے[3] قبل دو گواہوں کی شہادت اُس کے ہاتھ کے لکھے کے متعلق ہوئی۔ ایک سبھوت پاٹک تھا جو اُس کو اپنے دس برس کے سن سے اُس کی وفات تک جانتا تھا اور یہ مدت معلوم ہوئی کہ (۲۳ یا ۲۵) برس تھی۔ یہ برابر اُس کو لکھتے دیکھتا تھا۔ اُس کے ہاتھ کے خط کو پورے طور سے پہچانتا تھا۔ اُسی نے حلفاً کہا کہ دستخط اُس کے ہاتھ کے نہیں ہیں۔ کاغذوں میں جو غالباً بلاقی داس کے ترکے کے دفتر میں سے آئے ہوں گے چند کاغذوں کو پہچان کے کہہ دیا کہ صلابت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔

(Saboot Pottack) سے اس بارے میں کہ یہ کہاں کہاں صلابت کے ساتھ رہا تھا بہت جرحی سوال کیے گئے مگر کوئی بڑی بات اُس کی جرح میں نہ نکلی۔

ایک اور گواہ راجہ ناب کشن، صلابت کے ہاتھ کے لکھنے کے بارے میں گزرا۔ اُس کی گواہی[4] اس بارے میں خاص قسم کی ہے۔

سوال۔ کیا تم صلابت کو جانتے ہو؟

جواب۔ وہ بلاقی داس کا وکیل اور منشی تھا۔

سوال۔ کیا تم اُس کے ہاتھ کا لکھا پہچانتے ہو۔

جواب۔ پہچانتا ہوں۔ میں نے اُس کو بہت دفعہ لکھتے دیکھا ہے؟

---

[1] موہن پرشاد۔

[2] سبوت پاٹک چھ برس تین مہینے پیشتر مارچ ۱۷۶۹ء۔

[3] صفحہ ۹۵۹ و ۹۶۲ پاٹک وقت تحقیقات کے یعنی ۱۷۷۵ء میں ۳۹ برس کا تھا صفحہ ۹۶۱۔ اُس سے جب صلابت سے پہلے ملاقات ہوئی تو اُس (پاٹک کا) سن دس برس کا تھا اور اس کو مرتے دم تک صفحہ ۹۵۹ جانتا رہا۔ وہ ۱۷۶۷ء میں فوت ہوا۔ تحقیقات کے ۲۹ برس پیشتر یعنی ۱۷۴۶ء میں پاٹک ضرور دس برس کا ہوگا اور ۱۷۴۶ء سے ۱۷۶۷ء تک صلابت کو ضرور جانتا رہا ہوگا۔

[4] صفحہ ۹۶۲۔

(تمسک دکھا کے) **سوال**۔ آیا یہ صلابت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔
جواب۔ یہ الفاظ یعنی "صلابت وکیل بلاقی داس" اُس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ طرز اُس کے عام طور سے لکھنے کا نہیں ہے۔ اُس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کاغذ میں نے دیکھے ہیں۔
سوال۔ کیا تم حلفاً کہہ سکتے ہو کہ یہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نہیں ہے۔
جواب۔ صلابت نے بہت سے خطوط مجھ کو اور لارڈ کلائیو کو سابق میں لکھے ہیں اس قسم کا لکھا ہوا اُس کو میں نے لکھتے ہوئے نہیں دیکھا مگر نہیں معلوم یہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یا نہیں۔؟
سوال۔ اس کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے۔؟
جواب۔ ملزم برہمن ہے اور میں کایستھ ہوں۔ یہ میرے ایمان میں خلل پڑے گا۔ یہ کوئی ہلکی بات نہیں ہے۔ ایک برہمن کی زندگی کا ہست نیست ہے۔
سوال۔ کیا تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ صلابت کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یا نہیں۔؟ یاد رہے کہ تم قسم کھا چکے ہو کہ سچ کہو گے اور سب سچ کہو گے۔
جواب۔ اس وقت اس بارے میں جو میرے دل میں ہے میں نہیں کہہ سکتا۔
سوال۔ کیوں نہیں کہہ سکتے۔؟
جواب۔ یہ معاملہ ایک برہمن کی جان کا ہے۔ جو کچھ اس بارے میں میرے دل میں ہے میں کہنا نہیں چاہتا۔
اُس نے بیان کیا کہ صلابت کے ہاتھ کے حروف ایسے اچھے نہیں ہوتے تھے۔ جو کاغذات (Saloot Pottack) کو دکھائے گئے تھے اُس کو بھی دکھائے گئے تاکہ ان میں سے صلابت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چن لے اور اُس نے فوراً تین کاغذوں کو بتا دیا جو پہلے سے ثابت ہوئے تھے کہ صلابت کے ہاتھ کے لکھے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی اور کاغذ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا اُس نے نہیں پایا۔ جب اُس سے پوچھا گیا کہ کیا اُس نے ان کو پہلے بھی دیکھا تھا "اپنی زندگی میں کبھی نہیں" میں ایسے مقدمے میں کبھی نہیں پڑا۔

چاہے میرے بہت روپے کا نقصان ہو جائے۔ مگر میں ایسے مقدمے میں نہ پڑوں گا۔

اس گواہ پر جرح نہیں ہوئی۔

کس ناخوشی سے اور کیسے یقین سے جس سے مجرم ہونا ظاہر تھا اُس نے جوابات دیے۔ دونوں امور قابل لحاظ ہیں۔

بلاقی داس کے کھاتے کے اندراجات کی نسبت بہت سی شہادتیں[1] گزریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان میں اس تمسک کا یا اُس کی رقم کا کہیں ذکر تھا یا نہیں۔ اس شہادت سے کیا کیا اثرات مرتب ہوئے ان کا فیصلہ مشکل امر ہے۔ یہ تو کھلی ہوئی بات ہے کہ اس شہادت کی اہمیت اُس کے مکمل ہونے پر موقوف تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ جو صاف نتیجے اس سے نکلتے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس قرضے کا کہیں نشان اُن بہیوں میں نہیں تھا جو کلکتے میں تھیں اور میر بلد کے محکمے میں پیش ہوئی تھیں۔ بلاقی داس کے اور بھی کھاتے تھے جو ضائع ہو گئے تھے۔ یا پیش نہیں ہوئے تھے، مگر ان کی باقیات ان بہیوں میں درج تھی جو پیش ہوئیں اور اگر اُس تمسک کا روپیہ درحقیقت پانا ہوتا تو یہ باقیات جتنی کہ ہیں اس سے زائد ہوتیں۔ مگر یہ سب معنی ایک پیچیدہ و مغلق و متفرق شہادتوں کے طومار سے میرے نکالے ہوئے ہیں جس کے بارے میں قوی مظنہ یہ ہے کہ رو داد کے لکھنے والے نے انصاف نہیں کیا اور اس کو بیکار چھوڑ دیا۔

اس موضوع پر نہایت سیدھی سادی ایک شہادت اُس مختار نامے سے مہیا ہوتی ہے جس کا ذکر ابھی ہو چکا ہے۔ اپنے مرنے سے تھوڑے[2] دنوں قبل بلاقی داس نے بنارس جانے کی تیاری کی اور اس سفر کی تیاری میں اُس نے موہن پرشاد اور پدموہن داس کے نام مختار نامہ اس مضمون کا لکھ دیا کہ "میرا کاروبار یہ کریں اور میری طرف سے لین دین اور تقاضا کریں، جواب دیں"۔ اس مختار نامے میں اُس کی

---

[1] کشن جیون داس صفحہ ۹۴۶-۹۴۷-۹۴۹-۹۵۲-۹۵۴-۹۶۴-۹۶۶-۹۶۷-

[2] موہن پرشاد صفحہ ۹۴۲-

[3] صفحہ ۹۴۴ و ۹۴۵-

دادنی و یافتنی رقوم کی فرد بھی تھی۔ اس حساب میں (جو اگرچہ کہا گیا کہ تخمیناً لکھا گیا تھا) اول قرضہ جو مذکور ہوا وہ مہاراجہ نندکمار کے دس ہزار روپے کا تھا۔ اور تاریخ اس کی ۱۷۶۹ء تھی۔

بظاہر یہ حساب اس امر کی شہادت میں پیش ہوا کہ اس تاریخ تک صرف دس ہزار روپے نندکمار کو بلاقی داس سے پاتا تھے، اور اس سے زیادہ اور کچھ پانا نہ تھا۔ یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس پر ملزم کے وکیل نے اعتراض کیا ہو اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اعتراض ہوتا تو یہ ہوتا کہ بیان غیر متعلق ہے۔ مگر قانون[1] اس وقت ایسا صاف نہ تھا جیسا اب ہے لہذا اس تحقیقات کے دوران میں کم از کم ایک امر ایسا ہے جو بلا اعتراض شہادت میں مقبول ہوا اور میں سمجھتا ہوں کہ اب اس پر اعتراض ہوتا اور قبول نہ کیا جاتا۔ وہ امر کمال الدین کی تائیدی گواہی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

جیسا کچھ ہوا ہو حساب مدخلہ کے متعلق چند امور قابل غور پیدا ہوتے ہیں۔ اس حساب پر چند اشخاص کی گواہی معلوم ہوتی ہے جن میں دو آدمی ایک کشن جیون داس اور ایک غریب[2] داس پاٹک تھا جو بظاہر وہی شخص ہے جس کا نام کیری داس پاٹک تھا) ان دونوں میں سے ہر ایک تحقیقات مقدمہ[3] میں طلب کیا گیا۔ کشن جیون داس تیرہ یا چودہ سال بلاقی داس کا نوکر رہا تھا

---

[1] قانون شہادت کے خوب مطالعے کے بعد میری رائے یہ ہے کہ حال کے قانون کا بڑا حصہ ٹھیک سو برس پیشتر معقر طور پر وجود میں آیا۔ اس کے قبل قانون شہادت عملدرآمد عدالت تھا جو کسی قدر مختلف احاطوں میں مختلف تھا۔

[2] یہ نام صفحہ ۹۴۵ میں گیرب داس پٹک (Gheerub Doss Puttick) اور صفحہ ۹۴۵ میں کیری داس پلک (Keree Doss Pollock) اور صفحہ ۹۶۲ میں کیری داس پتک (Keree Doss Pottack) لکھا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہر جگہ مراد ایک ہی شخص سے ہے۔

[3] صفحہ ۹۴۶ تحقیقات کی روداد میں سن کے متعلق چند غلطیاں ہیں۔ ترجمان سر الیجا (بھائی سر گلبرٹ ایلیٹ کا جو بعد کو لارڈ منٹو ہوا) کو لکھا ہے کہ اس نے کہا ناگری اور

اور اسی نے بلاقی داس کی بہیوں سے یہ کاغذ مرتب کیا تھا مگر وہ بہیاں جن سے یہ حساب مرتب ہوا تھا ۱۸۲۳ سمت مطابق ۱۷۶۶ء سے شروع ہوئی تھیں یعنی ایک سال بعد اس معاملے کے جس کی تحقیقات تھی۔ کشن جیون داس نے بیان کیا کہ اگرچہ اُس نے اس مختار نامے پر اپنی گواہی لکھی مگر اُس نے درحقیقت بلاقی داس کو اس پر دستخط کرتے نہیں دیکھا۔ اس کاغذ کو پدموہن داس چندر نگر (کلکتے سے ۲۰ میل) لے گیا اور وہاں بلاقی داس سے اُس پر دستخط کرا کے میرے پاس لایا اور چونکہ میں اُس کے دستخط پہچانتا تھا میں نے اپنی گواہی اُس پر لکھ دی"[۵۲] دوسرے گواہ کیری داس پٹیک (Keree Doss Puttck) نے بیان کیا کہ اُس نے بلاقی داس کو اپنے گھر پر کلکتے میں دستخط کرتے دیکھا مگر اس بارے میں کہ آیا اس وقت کشن جیون داس حاضر تھا یا نہیں؟ اس گواہ نے بہت مضطربانہ جواب دیے[۵۳]۔ تاہم ایسا معلوم ہوا کہ اُس گواہ کی بات ترجمان (مسٹر جیکسن) پورے طور سے نہ سمجھا تھا۔ عدالت سمجھی کہ اُس کے بیانات ایسے متضاد تھے کہ اُس کی گواہی ہرگز اعتبار کے قابل نہ تھی۔

اس تمسک کے تمہیدی بیان کے غلط ہونے کی شہادت ملزم کی جوابدہی کے دوران میں نکلی۔ اس میں لکھا ہے کہ چند جواہرات کو رگھوناتھ رائے جیو نے فروخت کے لیے نندکمار کی طرف سے بلاقی داس پاس اُس کے گھر مرشد آباد میں رکھوائے اور نواب میر محمد قاسم خاں کے لشکر کے شکست کھانے کے وقت

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بنگالی سنوں میں ۵۰، سال کا فرق ہے۔ ۱۸۳۲ سنہ حال ناگری کا ۱۸۳۲ اور بنگالی ۱۱۸۲ ہے۔ ۱۸۳۲ – ۱۱۸۴ = ۶۵۰ نہ کہ ۵۰۷۔ اور صفحہ ۹۴۸ میں لکھا ہے کہ تمسک مذکور جعلی کی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔ کہ ماہ بھادوں ۱۱۸۲ بنگلہ تھی جو مطابق ناگری ۱۸۲۳ کے ہے۔ تمسک کی نقل جو صفحہ ۹۳۴ میں ہے اس میں تاریخ ۷ بھادوں ۱۱۸۲ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہی صحیح ہے۔

[۵۱] صفحہ ۹۴۵۔

[۵۲] صفحہ ۹۴۶۔

[۵۳] صفحہ ۹۶۲

(اس سے ضرور بکسر کی لڑائی مراد ہوگی جو ۱۷۶۴ء میں واقع ہوئی) گھر کا روپیہ اور اسباب مع جواہرات مذکور کے لوگ لوٹ لے گئے۔ ان جواہرات کی قیمت ۲۱۰۸۰۴ روپے لکھی ہے۔ اس موضوع کے متعلق بلاقی داس کے گماشتے کشن جیون داس پر جب کہ مدعی علیہ کی طرف سے شہادت پیش تھی جرحی سوالات کیے گئے۔ جب اُس نے کہا کہ بلاقی داس پاس جو کچھ کہ بکسر میں تھا سب لٹ گیا تو اُس سے سوالات ذیل کیے گئے۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ اُس وقت اُس کے پاس جواہرات تھے؟۔

جواب۔ بکسر میں اُس کے جواہرات نہیں لٹے۔ میں نے سنا ہے کہ مقصود آباد (یعنی مرشد آباد) میں ایک تھوڑی مقدار اُس کے جواہرات کی جو اُس کے پاس گرو تھی ضایع ہوگئی۔ میں وہاں موجود نہ تھا۔

سوال۔ کس سے اور کتنے دن ہوئے کہ تم نے یہ بات سُنی؟

جواب۔ اُس مصیبت کے زمانے میں جو گماشتہ مقصود آباد سے بھاگ نکلا بلاقی داس پاس آیا اُس نے اُس کو خبر دی۔ میں حاضر تھا جس وقت گماشتے نے اُن چیزوں کے لٹنے کی خبر دی۔

سوال۔ کیا مقدار اُس نے بیان کی اور وہ کس کا مال تھا۔

جواب۔ بہت تھوڑی مقدار کوئی دو یا تین ہزار روپے سے زیادہ کا نہیں مقصود آباد کے ایک صراف نے بلاقی داس سے کچھ روپیہ لیا تھا اور یہ جواہرات گرو رکھے تھے۔

سوال۔ کیا تم جانتے ہو کہ کبھی اور بلاقی داس کے جواہرات لٹے تھے؟۔

جواب۔ اور جواہرات کا حال میں نے نہیں سنا۔ جو کچھ حال جواہرات کا مجھ کو معلوم تھا سب میں نے آپ سے کہہ دیا اس کے اور جواہرات لٹنے کی کوئی خبر میں نے نہیں سنی۔[1]

بعد ازاں اُس سے مزید سوال یہ کیا گیا کہ:۔[2]

---

[1] صفحہ ۱۰۲۳ تا صفحہ ۱۰۲۷۔

[2] صفحہ ۱۰۲۷۔

سوال - کیا تم کو یقین ہے کہ ایک بڑی مقدار جواہرات کی اُس کے گھر سے نکالی جا سکتی تھی بغیر اس کے کہ تم ان کی خبر سنو -

جواب - مجھ کو ضرور معلوم ہو جاتا اگر بہت سے جواہرات لوٹے جاتے ہزارہا آدمیوں کو معلوم ہو جاتا -

کشن جیون داس[1] نے یہ بھی بیان کیا کہ اُس نے بلاقی داس کو فارسی میں تمسک لکھ دیتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا یا سنا "وہ اگر اس کو تمسکات لکھنا ہوتے تھے وہ محرر کو ناگری میں لکھنے کا حکم دیتا تھا اور خود دستخط کرتا تھا" مُہر کی چھاپ جو تمسک پر تھی اور جو کہی جاتی ہے کہ بلاقی داس کی مہر ہے کشن جیون داس اُسے نہ پہچان سکا اور صاف کہہ دیا کہ مُہر کی صورت تو اُس کو یاد ہے مگر اُس چھاپ کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکا - بعد ازاں اُس سے یہ سوال کیا گیا جو ایک برا نمونہ ان استدلالی سوالات کا ہرگز نہیں ہے جو اگلے زمانے میں اکثر جرح کے وقت پوچھے جاتے تھے یعنی

سوال "تم سنتے ہو کہ بعضے گواہ ایسے ہوتے ہیں جنھوں نے کسی کی مُہر دو تین دفعہ اپنی انگلیوں پر دیکھ لی اور اُس کی چھاپ پر قسم کھاتے ہیں - کیا تم یاد نہیں کر سکتے، تم نے تو اتنی دفعہ مُہر کو دیکھا تھا"

جواب - "ان کا حافظہ اچھا ہے - ایسا حافظہ مجھ کو نہیں ملا"

کشن جیون داس کی یہ شہادت کہ اُس کو مرشد آباد میں جواہرات کی کسی بڑی لوٹ کا علم نہیں تھا، میرے نزدیک بہت معظم بالشان ہے اور اُس کی یہ گواہی بھی کہ کچھ تھوڑی سی لوٹ ہوئی معظم بالشان ہے، اس لیے کہ اس سے ایک واقعہ ثابت ہوتا ہے جس کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ یہ فریب کیا گیا ہو جس کے ارتکاب کا دعویٰ تھا -

گواہی جو بلاقی داس کی مُہر کے متعلق اور اُس کے تمسکات لکھنے کی عادت کے متعلق پیش ہوئی وہ کم وقعت ہے اگرچہ اُس کو نظر انداز نہ کرنا چاہیے - میں کہہ سکتا ہوں کہ خود یہ تمسک مشکوک ہے خود اُس کی صورت سے

[1] صفحہ ۱۰۲۸ و ۱۰۳۰ -

شک نکلتا ہے اس کی تحریر کی تاریخ سنہ ۱۱۷۲ مطابق سنہ ۱۷۶۵ء کے ہے اور ذکر اس میں سات سال پیشتر کی امانت کا ہے کہ جواہرات قیمتی ۴۸۰۲۱ روپے کے سنہ ۱۱۶۵ مطابق سنہ ۱۷۵۸ میں امانت رکھے گئے۔ اگر نند کمار[۵۱] نے فی الحقیقت اتنی مقدار جواہرات کی بلاقی داس پاس رکھوائی ہوتی تو کیا اُسی وقت اُس سے یہ کسی قسم کی رسید نہ لیتا اور سات برس تک بلا رسید اُس کے پاس چھوڑ دیتا۔ علاوہ بریں اگر بلاقی داس خاص کر کے ایسا ایماندار تھا کہ حسب الطلب ایسی سند لکھ دیتا تو اُس نے یہ سوال کیوں نہ کیا کہ آیا اُس پر قیمت واجب الادا ہے یا نہیں۔؟ اس سند کی مندرجہ کیفیت کی بنا پر ان جواہرات کی قیمت کے وصول کرنے کا حق نند کمار کو ہونا نہایت مشتبہ تھا۔ اس ساری سند میں ایک پورے اشتباہ کی صورت تھی۔ ایسے طول طویل قصے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ تمسک میں واجب الادائی درج تھی۔ علاوہ بریں ادائی کے وعدے سے کہ "جب مجھ کو دو لاکھ روپے مع شے زائد واپس میسر آگئے جو کمپنی کے خزانے واقع ڈھاکہ[۵۲] میں ہے"۔

---

۵۱ بموجب انگریزی قانون کے امانت کے نقصان کا امانتدار ذمہ دار ہوگا یا نہ ہوگا۔ بموجب اس کے کہ اُس سے قصور ہوا یا نہیں ہوا (نقل از اُستاد و شاگرد کتاب اُڈیسن در بارۂ عہود)۔

مسلمانوں کی بھی شرع یہی ہے جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے "اگر امانت گم یا ضایع ہو جائے امین کے ہاتھ سے بدون اس کے کہ اُس کی طرف سے کوئی خطا ہوئی ہو تو وہ اس صورت میں اس کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے" ایماندار امین ذمہ دار نہیں ہے (ہدایہ کتاب بست و ہشتم و دا صفحہ ۴۷۱ مطبوعہ گرنڈی)۔ بلاقی داس غالباً کسی قسم کے قانون سے واقف نہ تھا مگر اُس کے دل میں خیال تو آیا ہوگا خواہ قانون مدون کا اس کو علم نہ ہو کہ بلوے کے زمانے میں جب لوگ اُس کا گھر لوٹ لے گئے تو اُن کے کرتوت کے معاوضے کا اس سے مطالبہ کرنے میں بہت سختی تھی۔ دوسری طرف یہ ہے کہ نند کمار نے جب جعلی تمسک بنایا اور ایک اچھا قصہ گھڑ لیا تھا جس سے ثابت ہو کہ بلاقی داس مشغول الذمہ تھا تو اُس کو تو واہمے میں بھی یہ بات عجیب نہ معلوم ہوئی ہوگی کہ جب بلاقی داس جواہرات واپس نہیں دے سکتا تو اُن کی قیمت دے۔ تمسک ایسا ہے کہ اُس کو نند کمار بمقتضائے طبع جعلی بناتا اور بلاقی داس اُس کو بلا حجت و تکرار دستخط نہ کرتا۔

۵۲ صفحہ ۱۰۴۶۔

معلوم ہوتا ہے کہ بنا یہ ڈالی گئی کہ کمپنی کے کاغذوں کی ادائی تلوبدیریں بوساطت نندکمار ہو جیسا کہ کہا گیا ۔ غالباً کچھ اسی طرح کا خیال موہن پرشاد کے دل میں تھا جب اُس نے اس سوال کے جواب میں کہ کس وقت اُس کو جعل کا ایسا یقین ہوا کہ نالش کی تو کہا کہ "جب میں نے تعداد جواہرات کی اور نام رگھوناتھ کا (جس نے کہا جاتا ہے کہ امانت رکھوائے تھے اور حساب اُس کا اُس کو کچھ نہیں دیا گیا تھا) اور لوٹ کا ذکر دیکھا تو میں نے جانا کہ جعلی ہے اور تمسک سے بھی معلوم ہوا کہ باقاعدہ نہیں ہے شرطیہ ہے تمسکات اکثر یہ اس طرح نہیں لکھے جاتے ہیں جبکہ روپیہ لیا جاتا ہے۔"

اب نالش کی شہادت ختم کرنی چاہیے

گنگا بشن[1] وصی طلب نہیں ہوا چونکہ ثابت ہوا کہ ایسا بیمار ہے کہ وہ غالباً مرجائے گا اگر عدالت میں لایا جائے گا ۔ پدموہن رائے جو موہن پرشاد کے ساتھ کا مختار تھا ساڑھے[2] تین برس مقدمے کی تحقیقات کے پیشتر فوت ہوا تھا۔

نالش[3] کی کارروائی ختم ہوتے پر ملزم کے کونسل نے عرض کی کہ "تمسک کے جعل کی اور اُس کو پیش کرنے کی گواہی موجود نہیں تھی ۔ عدالت نے باتفاق رائے کہا کہ گواہی اس کی موجود ہے ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکم عدالت کا صاف صحیح تھا ۔ البتہ اس شہادت میں کوئی بات ایسی موجود نہ تھی جو کہی جاتی کہ خود بلاقی داس کی مُہر کے یا اُس کے نام کے درحقیقت جعل بنانے پر بلا واسطہ گواہی ہے مگر دو دستخطوں کے جعلی ہونے پر بلا واسطہ گواہی تھی یعنی کمال الدین کے اور نصلابت کے دستخط پر اُس کی گواہی موجود تھی کہ جس مبلغ کی بنا پر تمسک ہوا وہ واجب الادا نہ تھا ۔ اور اس کی بھی گواہی موجود تھی کہ تمسک دیا گیا اس کا انکار بھی نہیں ہوا ۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ گواہی ایسی ہے جس سے اس تمسک کا جعلی ہونا متصور ہے ۔ تمسک کے

---

[1] صفحہ ۹۶۵ و ۹۶۶ ۔ سر لیمس نے کہا، اس شخص کو یہاں لانا اور یہاں سے لے جانا نہیں ہو سکتا بے اس کے کہ اس زحمت سے اُس کے دم نکل جانے کا فوری خطرہ نہ ہو۔

[2] صفحہ ۱۰۲۱ ۔

[3] صفحہ ۹۶۸ ۔

جعلی ہونے میں اور دستخط کے جعلی ہونے میں جو فرق ہے اُس کی طرف ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو کونسل نے توجہ کی اور نہ عدالت نے۔

عذر داری کی شہادت ان امروں کے ثابت کرنے کی غرض سے پیش ہوئی کہ یہ معاملہ بالکل صحیح تھا اور اس تمسک پر جن گواہوں کی گواہی ثبت ہے اُنھوں نے درحقیقت اپنی گواہی لکھی تھی اور بلاقی داس نے فی الحقیقت اس پر دستخط کیے تھے جیسا کہ اشخاص موجودین بر سر موقع کی گواہی سے اور خود بلاقی داس کے اعتراف سے معلوم ہوتا ہے۔

پہلا گواہ اس تمسک میں مہتاب[1] یا میتاب یا ماتو یا مہتاب رائے تھا۔ اس شخص کا ذکر گواہان نالش میں کسی نے نہیں کیا سوائے موہن پرشاد کے جس نے بیان کیا کہ اُس سے نہ کبھی اُس کی جان پہچان تھی نہ کبھی اُس کو اُس نے دیکھا تھا اور نہ کبھی اُس کا حال سنا تھا۔ ایسے شخص کے ہونے کے ثابت کرنے کے لیے اولاً ملزم کی طرف کے گواہ طلب ہوئے۔ ایک آدمی مسمیٰ تیج رائے[2] نے بیان کیا کہ اُس کا ایک بھائی اس نام کا تھا جو اگر تحقیقات کے وقت تک زندہ ہوتا تو اُس کا سن ۳۷ برس کا ہوتا اور اس بیان کی تائید روپ نرائن چودھری[3] نے کی اور گواہ ہزاری لعل[4] اور کاشی ناتھ[5] طلب ہوئے جنھوں نے دوسرے دو مہتاب رائے کا حال کہا مگر ان دونوں کے سنوں میں ایک دوسرے سے کچھ فرق تھا اور تیج رائے کے بھائی کے سن سے کسی طرح مطابق نہیں ہوسکتا تھا۔ گواہوں کے دوران شہادت میں معلوم ہوا کہ دو جداگانہ اشخاص تھے اور ہر ایک کا نام بھگو لال تھا اور ہر ایک کا ایک بیٹا تھا جن کا نام صاحب رائے تھا۔ ان اشخاص کے متعلق شہادت میں

---

[1] مہتاب تمسک کی نقل میں ہے صفحہ ۹۳۴ میتو صفحہ ۹۵۵ میں میتال صفحہ ۹۶۹ میں متہب صفحہ ۹۷۰ و ۹۷۴۔

[2] صفحہ ۹۶۹۔

[3] صفحہ ۹۷۳۔

[4] صفحہ ۹۷۰۔

[5] ۹۷۱۔

کچھ ابہام تھا مگر اس بارے میں چنداں اہمیت نہ تھی اس لیے کہ کسی گواہ نے ان لوگوں میں سے جن کے ہونے کی قسم انھوں نے کھائی کسی کو مہتاب رائے نہیں بتایا جو گواہ تھا یا جس کی گواہی کہی جاتی ہے کہ تمسک پر تھی۔ تیج رائے نے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اس گواہ کا بھائی تھا بیان کیا کہ یہ اپنے بھائی کی مُہر کو پہچانتا تھا اور جرح[۱] میں کہا کہ یہ مُہر اُس کے پاس تھی اور اُس کو پیش کر سکتا تھا۔ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ اُس کو مُہر کے پیش کرنے کا حکم ہوا ہو اور جتنا بیان ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مُہر وہ نہ تھی جو تمسک پر ہوئی تھی۔

کمال الدین کی مُہر کے بارے میں ملزم کی طرف سے یہ نہیں کہا گیا کہ کمال الدین جو نالش کا گواہ تھا وہی تمسک کا بھی گواہ تھا۔ ملزم کے گواہوں نے کہا کہ تمسک[۲] پر جس کی گواہی تھی وہ کمال محمد ساکن مرشد آباد تھا جو نو سال اس تحقیقات کے پیشتر فوت ہوا تھا مگر اُن کی اس بارے میں شہادت تمسک کے دستخط ہونے کی شہادت سے ٹھیک طور سے جدا نہیں ہو سکتی۔ اس دستخط کی گواہی چار گواہوں نے دی اور کہا کہ یہ اُس وقت پر موجود تھے اور جو کچھ ہوا تھا ذرا ذرا بیان کیا۔ ان گواہوں کا نام جودیپ[۳] چوبے اور چیوٹن[۴] ناتھ اور للو دومن[۵] سنگھ اور شیخ یار محمد[۶] تھا۔ انھوں نے قصہ بیان کیا کہ بلاقی داس نندکمار کے گھر پر آیا۔ نندکمار نے اُس پر ایک قرضے کی ادائی کا سخت تقاضا کیا۔ اُس نے مہلت مانگی اور تمسک لکھ دینے کو کہا جس پر نندکمار راضی ہوا۔ تب بلاقی داس اپنے گھر گیا وہاں اُس کے پیچھے یہ چار آدمی گئے اور

---

۱ صفحہ ۹۷۰۔

۲ جاڈل چوبے صفحہ ۹۷۴۔

۳ صفحہ ۹۷۴ و ۹۸۳۔

۴ صفحہ ۹۸۳

۵ صفحہ ۹۹۱

۶ صفحہ ۱۰۰۸۔

محمد کمال اور صلابت بھی گئے تب اُس نے ایک محرر کو تمسک لکھنے کا حکم دیا۔ اور یہ تمسک تیار ہوا تب اُس نے اُس پر مُہر کی پھر محمد کمال نے [illegible] پھر مہب رائے نے مُہر کی پھر صلابت نے اپنا نام دستخط کیا۔ تب بلاقی داس نے تمسک محمد کمال کو دیا اور اُس سے اور صلابت سے کہا کہ اُس کو نندکمار پاس لے جائیں۔ اب کی شہادات میں کچھ اختلاف تھے۔ مثلاً جودیب چوبے[1] نے بیان کیا کہ تمسک پر مُہر کرتے وقت کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی اور جس دوات سے لکھا گیا۔ بلاقی داس کے سامنے دھری ہوئی تھی جس وقت یہ اور دوسرے لوگ کمرے میں داخل ہوئے للّو[2] اور مان سنگھ نے بیان کیا کہ بلاقی داس نے صلابت سے کہا کہ اُس نے جواہرات کے بارے میں نندکمار سے تصفیہ کر لیا تھا اور نندکمار اُس کا مربی تھا اور اُس کے ساتھ جھگڑا کرنا مناسب نہ ہوتا اور خدمتگار دوات لایا۔ مگر ایسے معاملے کے یاد پر بیان کرنے میں جو دس برس پیشتر ہوا اختلافات ہونا مقتضائے بشریت ہے۔ جس بات سے ان گواہوں کی شہادت میں شبہہ پیدا ہوتا ہے یہ امر ہے کہ بہت سے ذرا ذرا تفصیلی امور کے بیان میں جن کے یاد رکھنے کی کوئی خاص وجہ اُن کو نہ ہو سکتی تھی۔ ان کے بیانات غیر طبعی طور پر متفق ہوئے۔ ان گواہوں میں سے دو گواہوں کے اظہاروں کو میں ذیلی حاشیے[3] میں ایک دوسرے کے مقابل لکھتا ہوں۔

[1] صفحہ ۹۷۸۔

[2] صفحہ ۹۹۷

[3] اظہار جودیب چوبے (۱) (۹۷۵)

وہ (یعنی بلاقی داس) مہاراجہ نندکمار کے گھر پر آیا جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ مہاراجہ نندکمار نے بلاقی داس سے کہا روپیہ مجھ کو تم سے یا نا مدت سے ہے۔ اب ادا کردو۔ جواب میں بلاقی داس نے کہا میری سب چیزیں ڈھاکے میں لٹ گئیں۔ مجھے

اظہار شیخ یار محمد (۲) (۱۰۰۹)

بلاقی داس بھی داخل ہوا اور ہمارے پاس بیٹھا۔ مہاراجہ نندکمار اسی گھر میں رہتا تھا۔ مہاراجہ نے بیٹھ کے بلاقی داس سے کہا میرا روپیہ تمہارے پاس بہت دنوں سے ہے۔ اب یہ تمہارے پاس نہ رہے گا۔ اب اسے ادا کردو۔ تب بلاقی داس نے نندکمار کو

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یار محمد نے اپنا اظہار زبانی یاد کیا تھا اس لیے کہ جرح میں

(۱) بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بالفعل ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے - مجھ کو انگریزوں سے ایک مبلغ خطیر پانا ہے - وہ جب مجھ کو وصول ہوگا میں اپنے قرضخواہوں میں سب سے پہلے تمھاری رقم ادا کر دوں گا - اُس کہنے کے بعد اُس نے یہ بھی کہا کہ میں بالفعل ایک تمسک لکھے دیتا ہوں - اس طرح بعجز بلاقی داس مہاراجہ نند کمار سے چمٹ گیا اور اُس کے آگے ہاتھ جوڑے - آخر مہاراجہ راضی ہو گیا بلاقی داس نے تب مہاراجہ سے کہا محمد کمال کو میرے ساتھ میرے مکان پر بھیج دیجئے وہاں جا کر میں فوراً تمسک لکھ دوں گا - یہ کہہ کے بلاقی داس ہمراہی محمد کمال مہاراجہ کے گھر سے روانہ ہوا اور میں بھی مہاراجہ سے رخصت ہوا - زینے سے نیچے اُتر کے بلاقی داس نے کہا آؤ میرے ساتھ میرے گھر چلو - میں تمھارے اور محمد کمال کے سامنے تمسک لکھ کے مہاراجہ کے پاس بھیج دوں گا - بعد ازاں بلاقی داس اور میں بابو ہزاری مل کے گھر پر بڑے بازار میں گیا وہاں پہنچ کر اُس نے مجھ کو بلایا محرر آیا اس سے کہا کہ مہاراجہ کے نام ایک تمسک لکھ دو - محرر نے ایک تمسک فارسی میں لکھا اور بلاقی داس کے

(۲) بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - جواب دیا میرا روپیہ جو میرے گھر میں مقصود آباد اور ڈھاکے میں تھا لٹ گیا - مجھ میں بالفعل قوت اُس کی ادائی کی نہیں ہے - مبلغ خطیر مجھ کو انگریزی کمپنی سے پانا ہے جب وہ روپیہ وصول ہو جائے گا میں پہلے تمھاری ادائی کر دوں گا اور اُس کے بعد اوروں کو دوں گا - اُس روپے کے لیے میں بالفعل تمسک لکھ دوں گا - یہ مجھ سے قبول کر لیجئے اور ہاتھ جوڑ کے مہاراجہ سے چمٹ گیا تاکہ تمسک وہ قبول کر لے - مہاراجہ راضی ہوا اور کہا بہت خوب - تمسک لکھیے - تب اُس نے کہا محمد کمال کو میرے ساتھ کر دیجئے - اور میں گھر پر جا کے تمسک لکھ دوں گا اور اُس پر مُہر کر دوں گا اور گواہوں کی گواہی سے مکمل کر کے محمد کمال کے ہاتھ بھیج دوں گا - مہاراجہ نند کمار نے کہا بہت خوب - بلاقی داس محمد کمال کو اپنے ساتھ لے کے رخصت ہوا - مہاراجہ تب اُٹھا اور ہم تینوں بھی رخصت ہوئے - جب ہم باہر کے گھر میں پہنچے تھے تو بلاقی داس نے مجھ سے کہا - تم بھی میرے ساتھ آؤ - جب تمسک لکھ جائے اور مُہر ہو تو تم دیکھنا اُس کے اس کہنے پر میں راضی ہوا - وہ اپنی پالکی پر سوار ہو کے گیا اور ہم چاروں آدمی بھی گئے - ہماری روانگی کے آدھ گھڑی قبل وہ پالکی پر گیا - ہم بھی

اُس نے کہا اگر میں[1] شروع سے بیان کروں تو بیان کرسکتا ہوں۔ میں بیچ میں بیان نہیں کرسکتا اور جب اُس سے کہا گیا پھر شروع کرو تو اُس نے جو بیان کیا تھا لفظ بلفظ دُہرایا۔

(۱)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہاتھ میں دیا۔ بلاقی داس نے اُس کو دیکھ کر مُہر انگلی سے اُتار کے اُس پر ثبت کردی اور محمد کمال سے کہا کہ تم بھی اُس پر گواہی کردو۔ محمد کمال نے اپنی مُہر اپنے ہاتھ سے بطور گواہ کے کردی۔ اُس نے مہتاب رائے سے کہا تم بھی گواہ ہو جاؤ۔ مہتاب رائے نے اپنے ہاتھ سے اُس پر مہر کردی۔ اس نے صلابت سے کہا تم بھی گواہ ہو جاؤ۔ صلابت نے بھی دستخط کردیے۔ صلابت نے تمسک بلاقی داس سیٹھ کے ہاتھ میں دیا اُس نے اس کو محمد کمال کے ہاتھ میں دیا اور کہا تم اس کو صلابت کے ساتھ مہاراجہ کے گھر پر لے جاؤ۔

(۲)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اُس کے گھر پہنچے۔ ہم نے بلاقی داس کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور اُس کے ساتھ مہتاب رائے اور صلابت اور ر للو، دون سنگھ اور ایک محرر تھا۔ ہم بیٹھ گئے۔ بلاقی داس نے اپنے منشی سے کہا ۴۸۰۲۱ روپے کا تمسک مہاراجہ نندکمار کے نام پر لکھ دو۔ اُس نے ایک تمسک فارسی میں لکھا۔ محرر نے پڑھ کر سنایا بلاقی داس نے سُن کر اپنے ہاتھ میں اُس کو لیا اور ایک انگوٹھی اپنی انگلی سے نکال کے سکہ دوات میں جو اُس کے پاس رکھی ہوئی تھی ڈبوئی اور اُس مُہر کو اُس کاغذ پر جو اُس کے سامنے پڑا ہوا تھا ثبت کیا اور مہر کرکے محمد کمال سے کہا تم بھی اس پر گواہی کردو اور یہ تمسک اُس کے ہاتھ میں دیا۔ اُس نے بھی اپنی انگلی سے مُہر اُتار کے تمسک پر بطور گواہ کے ثبت کی۔ پھر بلاقی داس نے مہتاب رائے سے کہا بابو مہتاب رائے تم بھی اس پر گواہی کردو۔ مہتاب رائے نے بھی اپنی انگلی سے مُہر اُتار کے ثبت کردی اور گواہ ہوا۔ پھر اُس نے اپنے وکیل صلابت سے کہا تم بھی اس تمسک کے گواہ ہو جاؤ۔ اُس نے

[1] صفحہ ۱۰۱۰۔

یہ بھی نہایت شبہہ کی بات ہے کہ تمسک کی رائے کی ٹھیک تعداد (۲۱۰۲۱) اُس کو دس برس تک بلا خاص وجہ یاد رہی - جیوتن ناتھ[1] اور للو[2] دومن سنگھ کے بیانات بھی ایسے ہی ہیں اگرچہ تقریباً بالکل ایک نہیں ہیں جیسے ان دو کے ہیں - ان چاروں[3] گواہوں نے گواہوں کے مُہر کرتے اور صلابت کے دستخط کرنے کی ایک ہی ترتیب[4] اپنے اظہار میں بیان کی - اُن چار میں سے تین نے مُہروں کے پہچاننے کا اظہار کیا - کہ صاحبان مُہر کے ہاتھ میں پہنے ہوئے دیکھی تھیں اعتراف کیا اور جب اُن کو تمسک دکھایا گیا تو ٹھیک طرح سے بتا دیں - ان گواہوں کی صداقت کے متعلق ایک اور کیفیت تھی کہ ان سب نے محمد کمال کے ہونے پر حلف کیا جس کو انھوں نے کہا کہ اُس کی تمسک پر گواہی تھی مگر ایسے شخص کے وجود کے اثبات کی کوشش تک کسی اور نے نہ کی اگرچہ

(۱) بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ختم

(۲) بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - وہ دوات ہاتھ میں لے کے اپنا نام بطور گواہ کے فارسی میں لکھا - تب بلاقی داس نے یہ تمسک محمد کمال کے ہاتھ میں دیا اور صلابت سے کہا تم بھی محمد کمال کے ساتھ جاؤ اور یہ تمسک مہاراجہ نندکمار کے حوالے کر دو - محمد کمال اور صلابت یہ تمسک لے کے مہاراجہ نندکمار کے گھر گئے میں بھی اپنے گھر گیا - اس تمسک پر مُہر اور دستخط ہونے کا حال میں اتنا جانتا ہوں جو بیان کیا -

[1] صفحہ ۹۸۷ -

[2] صفحہ ۹۹۴ -

[3] صفحہ ۹۷۵ - ۹۸۷ و ۹۹۵ و ۹۹۹ و ۱۰۰۹ مقابلہ ہو -

[4] جادب ۹۹۷ - ۹۹۹، جیوتن ۹۹۱، دومن ۹۹۶، ۹۹۷

ان گواہوں میں سے دو جو ذیب[۱] اور شیخ یار محمد[۲] نے اس کے نندکمار کے گھر سے نکال کے دفن کیے جانے پر حلف کیا اور شیخ یار محمد نے سات آدمیوں کا نام لیا کہ وہ حاضر تھے مگر کوئی ان میں سے گواہی میں طلب نہیں ہوا۔ ان چار گواہوں کا ہر ایک شخص نندکمار کے متوسلین[۳] میں سے تھا۔

اور بھی کیفیات موجود تھے جن سے ان گواہوں کے اظہار میں یا بعض کے اظہار میں شک پڑتا ہے مگر میں بنظر اختصار اُن کو نظر انداز کرتا ہوں۔

ملزم کی طرف سے اس امر کے دکھانے کی بھی شہادت گزری کہ بلاقی داس کی مہر جو تمسک پر ثبت ہے صحیح ہے۔ اس کے لیے ایک گواہ میر اسد علی[۴] طلب ہوا

---

۱ صفحہ ۹۸۳۔

۲ صفحہ ۱۰۱۲۔

۳ جادب۔ سابق میں میں مہاراجہ نندکمار کا ملازم تھا۔ وہ آجکل بیکار ہیں۔ اُن کی نوکری جاتی رہی اس لیے میری بھی گئی صفحہ ۹۷۵۔

چیتن ناتھ۔ میں سابق میں مہاراجہ کا نوکر تھا اب نہیں ہوں۔ وہ بیکار ہیں مجھ کو امید ہے۔

سوال۔ تمھاری کیا امید ہے۔؟

جواب۔ میں کچھ نوکری پا جاؤں گا۔

سوال۔ کیا وجہ ہے کہ تم نوکری کی امید رکھتے ہو۔

جواب۔ کوئی وجہ نہیں ہے۔ مہاراجہ بڑا آدمی ہے اُس سے کام نکلتے ہیں۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ مجھ کو نوکر رکھوا دیں گے۔

سوال۔ اس امید میں تم کیسے پڑے ہو۔

جواب۔ جب سے کہ مہاراجہ بیکار ہیں میں اُن کے گھر پر دوسرے یا تیسرے برابر جایا کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں اچھا جب میں برسرکار ہوں گا تمھارے لیے کوئی صورت نکال دوں گا صفحہ ۹۸۸۔

للّو دین سنگھ، رادھاچرن نندکمار کے داماد کا نوکر تھا صفحہ ۹۹۲۔

شیخ یار محمد نے بیان کیا کہ یہ کسی کا نوکر نہ تھا مگر مہاراجہ کے ساتھ برابر دس یا پندرہ برس رہا ہوں۔ صفحہ ۱۰۰۹۔

۴ ۹۹۸-۱۰۰۲۔

جس نے ایک رسید پیش کر کے کہا کہ یہ اُس کو بلاقی داس نے دی تھی۔ اس پر ویسی ہی مُہر تھی جیسی ظاہر کی گئی تھی کہ بلاقی داس نے اس تمسک پر کی تھی۔ اسد علی نے بیان کیا کہ یہ رہتاس سے خزانہ میر قاسم پاس لے جاتا تھا، میر قاسم نے اُس کو یہ خزانہ بلاقی داس پاس[۱] درگاوتی میں لے جانے کا حکم دیا۔ اُس نے ڈیڑھ سو سوار ڈیڑھ سو پیادوں کے ساتھ جا کے خزانہ بلاقی داس کو ایک خیمے میں درگاوتی میں حوالے کیا اور اُس سے اُس کی رسید لی۔ بروقت تحقیقات یہ گواہ نوکر نہ تھا اور[۳] بیان کیا کہ مجھ سے اور مہاراجہ نند کمار سے ملاقات ہوئی تھی اور اُس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ جب اُس کو کوئی خدمت ملے گی تو مجھ کو بھی ضرور ملے گی۔ اپنے بطور گواہ طلب ہونے کی اور پٹنے سے کلکتے میں اس رسید کے لانے کی نا اطمینان بخش اور بالکل غیر مربوط وجہ بتائی۔ علاوہ بریں اکثر خصوصیات میں اُس کا بیان متضاد تھا۔

یہ رسید[۴] مورخہ ۲۸ ماسوم ۱۱۷۲ مطابق ۸ اکتوبر ۱۷۶۴ء تھی۔ یہ امور پایۂ ثبوت کو[۵] پہنچے ہیں کہ یہی ۱۷۶۴ء میں میر قاسم آخیر مرتبہ بہار سے پسپا ہوا اور بظاہر اسی سنہ کی ابتدا میں رہتاس[۶] اُس سے چھن گیا۔ اگرچہ اس کی ٹھیک تاریخ مذکور نہیں ہے۔ ۲۳ اکتوبر ۱۷۶۴ء کو جنگ واقع ہوئی[۷] اور اس جنگ کے چند ہفتے[۸] بیشتر قاسم علی خاں بکسر میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ نواب وزیر شجاع الدولہ کی جہت سے اس جنگ کے قبل ایک ماہ یا چھ ہفتے تک بلاقی داس نواب کے خیمے میں

---

[۱] ۱۰۰۰ ام اگونتا
[۲] اسکو درگوتی، دیوس گاتی اور دورگاتی بھی کہتے تھے
[۳] ۹۹۹
[۴] صفحہ ۴۰۰ ترجمان مسٹر الیٹ حتمی طور سے تاریخ بیان کی مگر اس بارے میں جو اور لوگوں نے بیان کیا ہے اُسی سے یہ تاریخ مطابق ہوتی نہیں معلوم ہوتی۔
[۵] صفحہ ۱۰۰۴ مسٹر ہرسٹ۔
[۶] صفحہ ۱۰۰۳ کرنیل گدرڈ۔
[۷] صفحہ ۱۰۰۴
[۸] میجر الکونی صفحہ ۱۰۰۴ کپتان کارنگ صفحہ ۱۰۰۵ کشن جیون داس صفحہ ۱۰۰۵ و صفحہ ۱۰۰۶۔

روپیہ وصول کرنے کی غرض سے قید رہا اور اُسی زمانے میں اسی جہت سے اور اسی غرض سے میر قاسم قید تھا۔ یہ سب[ل] امور کشن جیون داس کی شہادت سے ثابت تھے جو اُس وقت بلاقی داس کے ساتھ بطور صدر[۲] گماشتے کے تھا۔ کشن جیون داس نے بیان کیا کہ اُس کو اسد علی خاں کا کچھ حال معلوم نہیں اور بلاقی داس پاس سپاہیوں کے ساتھ خزانے کا آنا اُس کو بالکل یاد نہیں پڑتا اگر اس رسید کی تاریخ پر خزانہ آیا ہوتا تو شجاع الدولہ کا خزانچی اُس کو ضرور چھین لیتا اِس[۳] خزانچی کی حوالات میں بلاقی داس تھا اور اُس نے اُس کو لوٹا تھا۔ کشن جیون داس نے اس بات پر بھی حلف کیا کہ جس معاملے کا اسد علی نے ذکر کیا اس کا پتا کہیں بہیوں میں نہیں ہے جن میں حسابات مابین بلاقی داس و میر قاسم کے درج تھے۔

ان باتوں سے امور ذیل ثابت ہوتے ہیں۔ اولاً یہ کہ اسد علی کی شہادت درج تھی اور ثانیاً یہ کہ اُس کے پاس ایک آلہ تھا جس سے ایسا چھاپہ ہوتا تھا جیسا کہ تمسک پر تھا جو کہا جاتا تھا کہ بلاقی داس کی مُہر کا ہے جعل کرنے کے لیے ایسا آلہ درکار ہوتا ہے۔

ملزم کی طرح کی شہادت کا ذیل کا ٹکڑا اس کی جواب دہی کا نہایت قوی جزو تھا۔ کشن جیون داس نے حلف کیا کہ بلاقی داس کے مرنے کے بعد جب اُس نے اُس کے روزنامچے سے حساب اُٹھایا تو اُسے کہیں ذکر جواہرات کا جن کے متعلق تمسک تھا معلوم نہ ہوا۔ اُس کا بیان تھا کہ اُس نے جواہرات کا حساب پدموہن داس سے مانگا۔ پدموہن داس نے ایک اقرار[۵] نامہ نکالا

[ل] صفحہ ۱۰۰۶ و صفحہ ۱۰۰۷۔
[۲] صفحہ ۱۰۲۰۔
[۳] صفحہ ۱۰۰۲ و صفحہ ۱۰۰۴۔
[۴] صفحہ ۱۰۲۰ و صفحہ ۱۰۲۳۔

[۵] یہ لفظ تحقیقات کی روداد میں کہیں قرارنامہ کہیں قراءنامہ کہیں کرسامانہ لکھی ہے اور ایک جگہ (غالباً چھاپے کی غلطی سے) قنانامہ ہے صحیح لفظ بیشک قرارنامہ ہے۔ قرار کے معنی مضبوطی و استحکام اثبات کے ہیں اور عام طور سے معاہدۂ تحریری کو کہتے ہیں۔ قرارنامہ تحریری معاہدہ عہد و پیمان (ولسن)۔

جو پد موہن داس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور جس پر بلاقی داس کی مہر تھی۔ اس اقرار نامے سے کشن جیون داس نے بلاقی داس کی بہیوں میں داخلہ لکھا اور وہ باتیں لکھ کے جو اس تمسک کے مضمون سے بالکل مطابق نہیں نندکمار کے نام مبلغ[1] ۶۹۶۳۰ روپے ۷ آنے دادنی درج کیے۔ اگر یہ شہادت سچ تھی تو صاف بات ہے کہ نندکمار براءت کا مستحق تھا اس لیے کہ اس شہادت سے ثابت ہوا کہ جس روپے کی بابت یہ تمسک تھا وہ درحقیقت بلاقی داس سے نندکمار کو پانا تھا۔ یہ داخلہ تمسک کی ادائی کی مدت کے بعد لکھا گیا کوئی چار برس تحقیقات کے پیشتر اور چھ یا سات مہینے پد موہن داس کے مرنے سے قبل بلاقی داس کی جایداد کے متعلق نالش کرنے کی غرض سے یہ بہیاں مرتب ہوئی تھیں۔ اسی گواہ[2] نے بیان کیا کہ وصی پد موہن داس اور نالشی موہن پرشاد نے بہیوں میں یہ داخلہ ضرور دیکھا ہوگا اور اس نے اُن سے اس کا ذکر کر دیا تھا۔ یہ بات اُس نے نہ بیان کی اور نہ سابقاً اُس سے پوچھی گئی کہ آیا موہن پرشاد نے بلاقی داس کا دستخط کیا ہوا کاغذ دیکھا تھا۔ یہ امر ظاہر ہے کہ اگر اُس نے یہ کاغذ دیکھا تھا تو پھر نندکمار پر اُس کا نالش کرنا نہایت برا فعل ہوتا اس لیے کہ اس سے ظاہر ہوتا کہ اُس نے اُس پر جعل کی نالش کی درانحالیکہ وہ اُس کے بے قصور ہونے سے واقف تھا۔ اس مقدمے کے بالکل آخر میں اور بہت سی شہادت

---

[1] اس رقم کی جمع یوں تھی۔

دادنی حسب تمسک	۴۸۰۲۱	
چار آنے فی روپیہ عوض سود	۱۲۰۰۵	۴/
	۶۰۰۲۶	
۱۶ روپے سیکڑا بٹہ سکے کا	۹۶۰۴	۳/
	۶۹۶۳۰	۷/

یہ رقم دادنی ہوئی۔

[2] صفحہ ۱۰۲۳

پیش ہونے کے بعد کشن جیون داس نند کمار[۵۱] کی خواہش سے دوبارہ طلب ہوا اور اُس سے پوچھا گیا کہ آیا اُس نے موہن پرشاد کو اُس اقرار نامے کا مضمون سمجھا دیا تھا۔ اُس نے جواب دیا کہ موہن پرشاد اور نند کمار اور وہ خود باہم نند کمار کے گھر پر ــــ تھے اور اُس نے (یعنی کشن جیون داس نے) یہ اقرار نامہ موہن پرشاد کے سامنے پڑھا تھا۔ جرح میں اُس نے اتنا اور بیان کیا کہ موہن پرشاد نے اس کاغذ کو اپنے ہاتھ میں لے کے پڑھا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ بات اُس نے پہلے کیوں نہیں بیان کی جواب دیا کسی نے جب اس بارے میں پوچھا نہیں تو کیوں میں موہن پرشاد کے بُرے افعال بیان کرتا۔ بعد ازاں اُس نے کہا کہ اس واقعے کو بھول گیا تھا۔ بعد ازاں مکرر کہا کہ موہن پرشاد سے ڈرتا تھا اور اس امر کے صاف[۵۲] بیان کرنے کی کوشش میں بہت گھبرا گیا۔ موہن پرشاد سے دوبارہ طلب کر کے اس باب میں دریافت نہیں کیا گیا مگر اپنے اظہار کے ابتدا میں اس نے داخلۂ مذکور کے علم سے انکار کیا تھا۔

خود یہ کاغذ بروقت تحقیقات پیش نہیں ہوا[۵۳]۔ اگر کشن جیون داس کا کہنا مان لیا جائے تو یہ کاغذ جب اُس نے اُس کو دیکھا تھا تو نند کمار کے قبضے میں تھا چونکہ اُس نے بیان کیا کہ مہاراجہ نے اُس کو اپنے گھر سے منگایا تھا مگر دوسرے گواہ موہن[۵۴] داس نے بیان کیا (اگر اس کی شہادت اُسی کاغذ کی بابت ہو جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہے اگرچہ یہ امر ہرگز صاف نہیں ہے) کہ اُس نے نند کمار کے کہنے سے نقل اصل کاغذ کی اور اصل پدموہن کو دی اور نقل اپنے پاس رکھی جو تحقیقات میں پیش ہوئی۔

اس تمام شبہات کا حاصل یہ ہے کہ پدموہن نے کشن جیون داس کو ایک کاغذ دکھایا جو گویا بلاقی داس کا دستخط کیا ہوا تھا باین مضمون کہ تمسک مذکور کے قرضے کی قسم واجب الادا ہے۔ بلاقی داس کے اس دستخط کو اُس کے سابق کے گماشتے کشن جیون داس نے

---

[۵۱] صفحہ ۱۰۶۰ و ۱۰۶۲۔ [۵۲] ۱۰۴۷۔ [۵۳] صفحہ ۱۰۶۱۔

[۵۴] صفحہ ۱۰۴۹۔ مشکل ہے دریافت کرنا کہ اس اظہار میں کس طرف اشارہ ہے اس لیے کہ جس کاغذ کے متعلق ہے اُس کی نقل نہیں دی گئی مگر ایک شخص سنگولال صفحہ ۱۰۵۲ جس کو موہن داس نے کہا کہ اُس نے جس کاغذ کی نقل کی تھی اُس پہ اس کی تصدیق تھی بیان کرتا ہے "میں نے ایک اقرار نامے کی تصدیق کی" میں کہہ سکتا ہوں کہ باوجود بہت دفعہ سمجھنے کی کوشش کرنے کے اس مقدمے کے چند کاغذات میری سمجھ میں نہیں آئے چونکہ کسی کو دکم از کم مجھ کو) ممکن نہیں کہ مضمون ان کا دریافت کرے کہ کیا ہے۔

بتایا ہے کہ سچی تھی۔ اس کاغذ کو کشن جیون داس نے کہا کہ نندکمار کے مدعی نے دیکھا اور پڑھا تھا اُس نے اس سے انکار کیا اور کشن جیون داس متضاد باتیں کہنے لگا جس سے اعتماد اُس کی شہادت پر متزلزل ہو گیا ممکن ہے کہ پدموہن اس فریب میں شریک رہا ہو۔ اسی اقرارنامے کو کہتے ہیں کہ اُس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا اور اُس پر دستخط بلاقی داس نے کیے تھے یا ایسا کرنا متصور ہوتا تھا آیا اُس نے جعلی دستخط بنائے یا سچے دستخط پر دغا سے یہ عبارت لکھ لی اس امر کی توضیح کی جائے گی۔ یہ بات سمجھنی مشکل ہے کہ جب یہ کاغذ سچا تھا تو کیوں اتنی مدت تک روک رکھا گیا اور جب اس سے کشن جیون داس کے توہمات کے دفع کرنے کا کام لیا جا چکا ہے تو غائب ہو گیا اور صرف نقل[1] اس کے بدلے بطور دلیل کے پیش ہوئی۔ فقرات مذکور ذیل میں جو قابل ملاحظہ ہیں۔ موہن پرشاد کی گواہی سے پدموہن پر بہت الزام آتا ہے۔

سوال۔ کیا تم نے ذکر اُس اندیشے کا جو جعل کی بابت تم کو ہوا تھا پدموہن داس سے کبھی کیا تھا۔

جواب۔ جب پدموہن داس نے تمسک مہاراجہ نندکمار کے پاس سے رات کو لا کے مجھ کو پڑھ کر سنایا تو اس کی صبح کو میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا سب تمسکات لایا تھا تو اُس نے مجھ کو تین کاغذ دکھائے اور فارسی کاغذ پڑھ کر مجھ کو سنایا تھا میں نے کہا ان کاغذات کی بابت کچھ دینا نہیں تھا یہ کیا معنی ہیں۔ پدموہن داس نے کہا کہ تسلی سے رہو میں اس کا حال تم سے کہہ دوں گا بعد ازاں بلاقی داس کی بیوہ نے کاشی ناتھ کے ذریعے سے نالش مسٹر رسل کے پاس کی گسائیں نے بھی نالش عدالت (یعنی محکمہ میئر بلد) میں کی اور مسٹر میر کو مختار اور وکیل کو مختار عدالت کیا۔

سوال۔ کیا پدموہن داس نے تسکین بخش حال ان تمسکات کا کبھی بیان کیا تھا۔

جواب۔ نہیں وہ ہمیشہ مجھ کو ٹالتا رہا یہ کہہ کے کہ بتا دوں گا، بتا دوں گا۔

سوال۔ کیا تم نے اس کی بابت چند مرتبہ اُس سے پوچھا تھا۔؟

جواب۔ میں نے اُس پر بہت زور نہیں ڈالا۔ گسائیں نے زور ڈالا اور نتیجہ یہ ہوا کہ پدموہن داس قید ہو گیا۔

یہ ہیں وہ اہم امور جن پر بحث بروقت تحقیقات کے ہوئی چند اور بھی امور ایسے تھے مثلاً کہا جاتا کہ موہن پرشاد نے جھوٹی حلفیہ شہادت دلانے کی کوششیں کیں جو بہت قاعدے یا اہمیت کی نہ تھی اور جن کو میں نے جگہ بچانے کی غرض سے ترک کیا مگر جن امور کی میں نے تنقیح کی ہے یہ وہ ہیں جن پر حکم موقوف تھا۔

[1] صفحہ ۱۰۴۷۔

اب ایک سوال جو بہت دلچسپی رکھتا ہے، یہ باقی رہ گیا کہ آیا نند کمار کا مقدمہ انصاف کے ساتھ ہوا یا نہیں؟ اس کے جواب میں نند کمار کے اثبات جرم کے قرائن پر رائے زنی کرنے سے قبل میں امپی کے فیصلے کو تمام و کمال ذیل میں نقل کرتا ہوں۔ آگے چل کے امپی کے خلاف جو دفعات قائم کی گئی تھیں اور ان میں اسے "صریح و شرمناک طرفداری" کا ملزم قرار دیا گیا تھا، اس الزام کا سب سے بہتر جواب خود اس فیصلے سے بہم پہنچ سکتا ہے۔ فیصلہ یہ ہے:۔

"قیدی (یعنی نند کمار) فارسی کی ایک جعلی دستاویز بنانے کا مجرم قرار دیا گیا ہے اور اس جعل سے اس کی نیت یہ تھی کہ بلاقی داس کو دھوکا دے۔ دوسرا جرم یہ ہے کہ جعلی جاننے کے باوجود اس نے یہ دستاویز شائع کی۔ فرد قرارداد جرم میں ان جرائم کو کئی طریق سے متعدد دفعات میں درج کیا ہے۔ کہیں تو اسے "لازمی تحریر" بتایا ہے اور کہیں "تمسک" کے نام سے یاد کیا ہے جس کا منشا مختلف اشخاص کو جو مختلف طور پر تعلق رکھتے تھے، دھوکا دے کے روپیہ وصول کرنا تھا۔"

میں مقدمے میں سے ان سب دفعات کو علیحدہ کر دوں گا، میرے نزدیک جن پر کوئی شہادت موثر نہیں ہو سکتی۔ البتہ جن کی شہادت موثر ہو سکتی ہے یا خصوصیت کے ساتھ موثر ہے، صرف ان کا ذکر کروں گا۔ چنانچہ اُن دفعات کو میں نے خارج کر دیا ہے جن میں دستاویز کی اشاعت کا مدعا بلاقی داس کو دھوکا دینا بتایا گیا ہے۔ اس لیے کہ جو اشاعت ثابت ہے وہ بلاقی داس کی وفات کے بعد ہوئی تھی۔ اسی طرح پدموہن داس اور گنگا بشن کی فریب دہی کی دفعات بھی خارج کر دی ہیں جن کو فرد میں مشترک وصی قرار دیا گیا ہے حالانکہ پدموہن داس کے وصی ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔

اب وہ دفعات جن پر میری رائے میں شہادت موثر ہے، صرف پہلی، پانچویں، نویں اور تیرھویں[1] ہیں، جن میں اس دستاویز کو بلاقی داس کے دھوکا دینے کی

---

[1] یہ جو کچھ اس نے اوپر لکھا، اس کے معارض معلوم ہوتا ہے۔

غرض سے بنانے کا الزام درج ہے۔ اٹھارھویں میں گنگا بشن اور رہنگو لال کو دھوکا دینے کی نیت تحریر ہے جو بلاقی داس کی وصیت میں اس کے بھتیجے اور امین بتائے گئے ہیں۔ انیسویں میں اسی بیان کی جعلی سمجھنے کے باوجود اشاعت کا ذکر ہے جس کا مقصد گنگا بشن اور رہنگو لال کو ٹھگنا تھا اور شہادت سب سے زیادہ قوت کے ساتھ اسی دفعہ پر منطبق ہوتی ہے۔ بیسویں اور اکیسویں دفعات میں پس ماندہ وصی گنگا بشن کو ٹھگنے کی نیت سے جعل سازی اور اشاعت کا الزام ہے۔

اس امر کی کوئی شہادت موجود نہیں کہ یہ دستاویز فی الواقع کس وقت بنائی گئی۔ اسی لیے آپ ٹھیک طور پر مشکل سے کہہ سکتے ہیں کہ آیا یہ جعل بلاقی داس کی زندگی میں تیار ہوا یا اس کے بعد اور آیا اس کی غرض بلاقی داس کو ٹھگنا تھی یا اس کی وفات کے بعد ان پس ماندوں کو جن کا جاگیر سے تعلق ہے۔

دستاویز کی اشاعت یقیناً بلاقی داس کی وفات کے بعد ہوئی۔ لہٰذا اگر آپ قیدی کو اس جرم کا مجرم قرار دیں تو یہ سمجھنے میں ایسی کوئی دشواری نہیں پیش آئے گی کہ وہ کس کو دھوکا دینا چاہتا تھا کیونکہ ظاہر ہے اس کا مقصد اس کے اوصیا یا وصیت سے فائدہ اُٹھانے والوں کو ٹھگنے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چونکہ جاگیر کی تقسیم، روپے کے حصص کے مطابق ہونے والی تھی جیسا کہ اس ملک میں رواج ہے اور جیسا کہ قدیم اہل روما میں ایس کی تقسیم ہوا کرتی تھی، لہٰذا اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اس کا بُرا اثر بلاقی داس کے بھتیجوں، گنگا بشن اور رہنگو لال پر پڑے گا۔

لیکن میں یہ تصریح، کہ شہادت کا کونسا حصہ اصل جعل سے متعلق ہے، پوری شہادت پر نظر ڈالنے کے بعد کروں گا اور جب جعل ثابت ہو جائے گا تو پھر یہ بتاؤں گا کہ شہادت کا کونسا حصہ دستاویز کی اشاعت پر عائد ہوتا ہے۔

اس مقدمے کی تحقیقات میں بہت دن صرف ہوئے اور شہادت بھی بہت طول طویل ہے۔ اور ہر چند آپ صاحبوں نے اس پر جس قدر توجہ قائم رکھی، اتنی توجہ کسی جوری کو میں نے استنے طویل مقدمے میں مبذول رکھتے نہیں دیکھا۔ تاہم پوری شہادت کو یکجا کرنے، اور مقدمے کے ابتدائی زمانے میں جو شہادت پیش ہوئی، اُسے آپکے حافظے میں تازہ کر دینے کی غرض سے، اس سب کو دُہرا دینا ضروری ہے"

(یہاں میر مجلس موصوف نے پوری شہادت کو دوبارہ پڑھ کر سنایا اور پھر سلسلۂ تقریر اس طرح جاری رکھا:-)

"قوانین انگلستان کی رو سے اُن قیدیوں کے وکیل کو جن پر خیانت مجرمانہ کا الزام ہو، جوری کے سامنے شہادت پر تنقید کرنے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ وہ صرف قانونی مسائل تک اپنی تقریر کو محدود رکھتے ہیں۔ لیکن میں نے ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ کوئی بات جوری سے کہنا چاہتے ہیں تو میں وہ آپ تک پہنچا دوں گا اور ان اقوال کا پورا لحاظ رکھا جائے گا۔ اور اس طرح انھیں وہ فوائد حاصل ہو جائیں گے جو دیوانی مقدمے والوں کو حاصل ہوتے ہیں۔"

اس پر مسٹر فیرر نے حسب ذیل باتیں کہیں جو میں اُسی کے لفظوں میں آپ کے سامنے نقل کرتا ہوں تاکہ آپ انھیں وہی وقعت دیں جس کے بعد غور وہ مستحق ہوں۔

(۱) "یہ بلاقی داس کے ساتھ کوئی جعل سازی نہیں کیونکہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ یہ جعل بلاقی داس کی زندگی میں بنایا گیا تھا۔"

اور اس کا یہ کہنا واقعی بالکل صحیح ہے کہ جعل سازی کے ٹھیک ٹھیک وقت کا کوئی ثبوت ہم نہیں پہنچا۔

(۲) "اوصیا کے ساتھ یہ اس لیے جعل سازی نہیں ہے کہ استغاثے کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اوصیا کو جعل کی پہلے سے خبر دیدی گئی تھی اور اُنھوں نے بعلیب خاطر تمسک کی رقم ادا کی۔ پدموہن تو صراحۃً اس واقعے سے باخبر تھا۔"

یہ امر کہ گنگا بشن بھی اس طرح باخبر تھا، اس شہادت پر منحصر ہے جس کا میں آگے ذکر کروں گا لیکن میری دانست میں یہ شبہہ کرنے کی قوی وجہ ہے کہ اگر کوئی دغا کی گئی تو اس راز میں پدموہن داس بھی شریک تھا۔ مگر میں نے مقدمے سے اُن دفعات ہی کو خارج کر دیا ہے جس میں گنگا بشن اور پدموہن داس کو

لہ مسٹر بس ٹیڈ نے جج نے اس آخری تقریر کو مختصر بتایا ہے۔ وہ ضرور اس سطر کو نظر انداز کر گئے کیونکہ شہادت کے یہ بیانات ہی "اسٹیٹ ٹرائلز" کے ۱۳۱ صفحات پر چھپے ہیں۔

مشترک اوصیا کی حیثیت سے فریب دینے کی نیت سے جعل بنانے یا اسے شائع کرنے کا الزام قائم کیا گیا ہے کیونکہ استغاثہ یہی ثابت کرنے سے قاصر رہا کہ پد موہن واقع میں وصی تھا۔ اس بارے میں کوئی تحریر پد موہن کی پیش نہیں کی گئی اور سارا انحصار اس امر پر رکھا گیا ہے کہ پد موہن داس نے ایک مرتبہ میر کلہ کی کچہری میں جو حسابات داخل کئے اُن پر دستخط کیے تھے۔ ہم نے اُسے کافی نہیں سمجھا۔ اس طرح تو موہن پرشاد بھی وصی ثابت کیا جا سکتا ہے کہ اُس نے بھی عدالت مذکور میں حسابات پر دستخط کئے تھے"۔

(۳) "امینوں کے ساتھ بھی جعل سازی نہیں ہوئی کیونکہ وہ اس کی اشاعت کے وقت بجز موقت تعلق کے کوئی اصلی تعلق نہیں رکھتے تھے اور نہ حالیہ تعلق اور مستقبلہ بے تعلقی"، کوئی واقعی تعلق نہیں ہے۔ اگر اس موقع کے پیدا ہونے سے قبل وہ فوت ہو جاتے تو یہ تعلق یا حق اُن کے ورثا کو متوارث نہ ہوتا بلکہ بلاقی داس کے اقرب عزیزوں کو پہنچتا۔ نظر برایں اُن اُمنا کے ساتھ کوئی فریب نہیں ہوا۔

یہ ایک قانونی مسئلہ ہے اور اس میں مجھے چار و ناچار مسٹر فیرر سے اختلاف کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ میری اور ہم سب کی رائے میں بھتیجوں اور خاندانی اوصیا کے حقوق، اصلی تعلق کے مصداق ہیں اور جب کبھی بلاقی داس کا واجب الادا روپیہ کمپنی ادا کرتی، تو یہ اس کے قائم مقاموں ہی کا حصہ ہوتا۔ شاید مسٹر فیرر اسی وصولی کے موقع کو موقت سمجھے ہیں"۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ میرے ساتھ کی عدالتوں میں جو رائے ظاہر کی گئی ہے، اُس کے غلط سمجھنے کی وجہ سے یہ اعتراض پیدا ہوا۔ اس رائے کو پڑھ کر اول اول مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ اور وہ یہ ہے کہ: "کمپنی سے واجب الادا روپیہ وصول ہونے سے قبل، نہ اوصیا مقرر ہونے والے تھے اور نہ وصیت کے اور کسی حصے پر عمل ہوتا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ بلاقی داس اس قرضے کی وصولی کے بغیر اپنے آپ کو محض قلاش سمجھتا تھا اور صرف اس روپے کی وصولی کی صورت میں وصیت کرنی چاہتا تھا"۔ لیکن وصیت نامے کو پڑھ کر میں نے اپنے بھائی ارکان عدالت کو جتایا کہ اس میں دوسری رقوم کے بھی حساب کتاب موجود ہیں اور پھر ہم دونوں متفق ہو گئے کہ کمپنی سے

روپیہ وصول نہ ہونے کی صورت میں بھی اوصیا کا تقرر اور وصیت نامے پر عملدرآمد ہوتا۔ اور یہ کہ اس عدم وصولی کے باوجود بلاقی داس نہیں چاہتا تھا کہ بغیر وصیت کئے ہوئے مرجائے۔ مگر ان سب سے قطع نظر، یہ شہادت موجود ہے کہ کمپنی کے تمسکات سے بھی وصیت نامے کی تکمیل ہوگئی؛

مذکورۂ بالا تین اعتراضوں کے علاوہ مسٹر فیرر نے ذیل کے مشاہدات بھی پیش کئے :-

"فارسی خطوط، اس ملک کے عام دستور کے موافق مہر کئے ہوئے ہوں تو شہادت میں پیش نہیں ہوسکتے بحالیکہ ہمارے قوانین کے بموجب انگلستان کے دستور کے مطابق جن خطوط پر مہر کردی گئی ہو، وہ پیش ہوسکتے ہیں؛"

آپؐ نے ان خطوط پر نظر ڈالی اور ان کے قریب زمانے کی تحریر ہونے کا مشاہدہ کیا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ یہ فرضی ہیں لیکن چونکہ انھیں شہادت میں پیش نہیں کیا گیا، اس لئے میں نے خود آپ سے کہہ دیا کہ اس کا کوئی اثر آپ نہ لیں، میں نہیں سمجھتا کہ دنیا کے کسی ملک میں بھی قانون ایسے خطوں کو شہادت میں داخل کرنا جائز قرار دے سکتا ہے۔ یہ ایک لفافے میں تھے جس پر بلاقی داس کی مہر تھی لیکن اپنے لفافوں سے الگ نکلے ہوئے تھے اور یہ لفافے کھولے جاچکے تھے۔ ایسے لفافوں میں

لہ مسٹر بیورج مقدمے کی تنقید کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ:- "جوری کے مزاج کا اندازہ اسی واقعے سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ مقدمے کے دوران میں ملزم کی طرف سے ایک کاغذ جوری کے سامنے پیش ہوا تو اس جماعت کے سرگروہ نے کہا کہ ایسے کاغذ پیش کرنا اور ان سے یہ ثبوت ڈھونڈنا کہ وہ فی الواقع اس تاریخ کے ہیں، جس کا ملزم کی طرف سے ادعا کیا جارہا ہے، ہماری عقل و فہم کی توہین کرتی ہے"؛ روئداد میں یہ واقعہ صفحہ ۸۹۹ پر درج ہے اور امپی کی آخری تقریر سے عموماً مطابقت رکھتا ہے اب اگر یہ کاغذات کلیۃً غیر مستند تھے اور سوائے اس کے کہ انھیں ایک لفافے میں جس پر بلاقی داس کی مہر تھی، اگرچہ پہلے سے کھولا جاچکا تھا، پیش کیا گیا، اور کوئی وجہ استناد نہ رکھتے تھے، تو بے شبہہ انھیں شہادت میں لانا' جوری کی عقل و فہم کی توہین کرتی تھی اور اگر جوری والوں نے ایسا خیال ظاہر کیا، تو اس میں قباحت کیا تھی؛ مگر بیورج صاحب وجوہ تو بیان نہیں کرتے صرف یہ لکھتے ہیں کہ جوری نے ایسا کہا؛

کوئی تحریر بھی رکھی جاسکتی ہے۔ پھر ان خطوں پر کسی کے دستخط بھی ثبت نہ تھے۔ ایسی چیز کو جائز شہادت سمجھا جائے تو ہر مقصد کے لئے جو چاہے گھڑا جاسکتا ہے انگلستان میں خطوں پر کاتب کے دستخط ہوتے ہیں اور اس کا خط بھی ثابت کرنا ہوتا ہے۔ غرض ایسے خطوں کو شہادت میں داخل کرنا محال ہے"

اس کے بعد فیرر صاحب کہتے ہیں کہ "گواہ مرچکے۔ تحریر پرانی ہوچکی اور استغاثہ مدت سے اس کو جانتا تھا" حضرات، یہ اعتراضات خاص وزن رکھتے ہیں اور فیصلہ کرنے کی غرض سے آپ پوری شہادت پر غور کریں تو لازم ہے کہ ان پر بھی پوری توجہ مبذول کریں اور مجھے یقین ہے کہ آپ ضرور ان پر توجہ کریں گے[1]"

پھر فیرر صاحب کہتے ہیں کہ "ملزم کے بلاقی داس کی جعلی مُہر بنانے کی کوئی شہادت نہیں پیش کی گئی حالانکہ اس کا صرف اسی پر الزام ہے"

واقع میں اس کے مُہر بنانے کی کوئی شہادت نہیں۔ لیکن مسٹر فیرر کا یہ کہنا کہ اس جرم کا اسی کو ملزم گردانا گیا ہے، درست نہیں ہے۔ حقیقت میں اُس پر مُہر بنانے کا نہیں، بلکہ دستاویز جعلی بنانے کا الزام ہے اور نیز اُسے جعلی جان کر شائع کرنے کا۔ اور جیسا کہ میں آگے بتاؤں گا، اسی پر شہادت زیادہ تر موثر ہے اور اسی پر مجھے آپ کی فوری توجہ معطوف کرنی ضروری ہے"

مسٹر فیرر کہتے ہیں کہ "ملزم کا ایک ایسی چیز کا اقبال کرنا، جو اس کی جان کو خطرے میں ڈال دیتا، اور ایسے اشخاص کے سامنے اقبال کرنا جو اُس کے معتمد علیہ نہ تھے، سراسر لغو ہے۔ پھر تین مہینے بعد اُس کا کمال الدین کا کمیت میں ضمانت دینے سے انکار کرنا، حالانکہ انکار سے جو بُرے نتائج صریحًا پیدا ہوسکتے تھے، اُن کے مقابلے میں یہ ضمانت بہت ادنیٰ درجے کی بات تھی، بالکل ناقابل یقین چیز ہے۔ تیسرے صرف ایک بار جو اقبال کیا گیا ہو، اور وہ بھی صرف موجودہ گواہوں کے سامنے، جیسا کہ کمال نے شہادت میں بیان کیا، بہت ہی کم اعتبار رکھے لائق رہجاتا ہے"

---

[1] کیا اس سے قیدی کے خلاف شرمناک تعصب ظاہر ہوتا ہے؟

یہ ہر طرح انسب ہے کہ ان امور پر آپ غور کریں[1] اور اچھی طرح جانچیں کہ ان گفتگوؤں کے وقت یہ لوگ کس قسم کے تعلقات رکھتے تھے۔ اس نوعیت کے اقبال، بے شبہہ مشتبہ ہوتے ہیں اور سوائے اس صورت کے کہ دوسرے طریقوں سے اُن کی تصدیق ہو جائے، آپ اُن پر ضرورت سے زیادہ اعتبار کرنے میں بہت احتیاط کریں۔"

قولہ (اعنی مسٹر فیرر): "کمال نے ملزم کے اقبال کی جو صورت بتائی ہے، اُس میں کوئی خاص اور غیر معمولی وجہ نہیں بیان کی۔ چونکہ یہ بخوبی معلوم ہے کہ بالکل معمولی صورتوں میں اس مُلک کے باشندے نہایت ظالمانہ تجویزیں سوچتے رہتے ہیں جو عمل میں نہیں آتیں اور نہ جتنی مدت اس معاملے میں ہوئی ہے، اس سے زیادہ گزرنے کے باوجود عام طور پر لوگوں کے علم میں آتی ہیں اور ان میں سچ اور جھوٹ کی اس عیاری سے آمیزش کی جاتی ہے کہ اصلیت کا پتا چلانا قریب قریب ناممکن ہو جاتا ہے۔"

(اقول) "اُس مُلک میں میری سکونت اور تجربہ اس قدر کم ہے کہ میں اس قول کی صحت کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اس میں دیسیوں کے بیانات کے بدنام ہونے پر توجہ دلائی گئی ہے۔ آپ مدت سے اس مُلک میں رہتے ہیں اور بعض یہیں کی پیدائش ہیں۔ آپ جان سکتے ہیں کہ یہ کہاں تک صحیح ہے۔ اور میں اسے کلیۃً آپ پر چھوڑتا ہوں۔"

مسٹر برکنس نے اس بارے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے:-

"دستاویز کے محض مشروط ہونے کی بنا پر اس کا جعلی ہونا قرین قیاس نہیں رہتا۔ کیونکہ شرط نے اس کو کمزور کر دیا اور اگر وہ جعلی بنائی جاتی تو اس میں کمزوری پیدا کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔"

(اقول۔) "بے شبہہ غیر مشروط دستاویز بنانا بھی اسی طرح بلا وقت ممکن تھا، جیسے یہ۔ لیکن اگر وہ جعلی ہے تو اس کے زمانۂ جعل کی کوئی شہادت نہیں ملتی اور ممکن ہے کہ وہ بلاقی داس کا قرضہ وصول ہو جانے کے بعد بنائی گئی ہو اور مشروط بنا کے ممکن ہے

---

[1] یہ تقریر بہت زیادہ قیدی کی موافقت میں ہے۔

[2] اس سے بڑھ کر منصفانہ طرز بیان کیا ہو سکتا تھا؟-

اس کو زیادہ قرین صحت دکھانے کی کوشش کی گئی ہو۔ بہرحال اس بات کا بہتر فیصلہ آپ خود کرلیں۔"

(قولہٗ اعنی مسٹر برکس) "دستاویز میں زیوروں کی چوری کی جو کیفیت لکھی ہے، اُس سے ادائے قرض کا لزوم ضعیف ہوجاتا ہے لہٰذا ممکن ہے کہ اس سے متوفی یا اُس کے قائم مقاموں کو از روئے انصاف سبکدوشی کا فائدہ مل جائے۔"

(اقول) زیوروں کے ذکر کرنے کا واقعہ بے شبہ ایسا ہے جس سے پوری داد وستد مشتبہ ہو جاتی ہے کیونکہ زیوروں کی چوری کی کوئی شہادت نہیں دی گئی ہے بلکہ واقع میں جو شہادت اس بارے میں پیش ہوئی اس سے تو بہت کچھ اسی بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ایسے کوئی زیور ضائع نہیں ہوئے۔ اس واقعے سے قیدی کے حق میں معنی پیدا کرنا، بڑی ذہانت کی بات ہے۔ اب آپ فیصلہ کریں گے کہ آیا یہ تعبیر لینی ممکن بھی ہے یا نہیں؟

قیدی کے وکیل نے یہ خیالات ظاہر کئے ہیں اور آپ کو چاہیے کہ ان کے متعلق میری رائے کے ساتھ غور کریں۔

اب میں شہادت پر، جو سرکار اور صفائی کی طرف سے پیش کی گئی ہے، چند خیالات کا اظہار کروں گا۔ میری خواہش ہے، جیسا کہ دوران مقدمہ میں بھی کئی بار میں کہہ چکا ہوں، کہ آپ اپنے فیصلے پر کسی قسم کا بیجا اثر نہ پڑنے دیں اور جو کچھ پیش آیا ہے نہ اس کی بنا پر قیدی کے خلاف کوئی رائے قائم کریں نہ کسی اور خارجی امر کی وجہ سے، جو شہادت میں ہمارے سامنے پیش نہیں ہوا ہے۔

سرکار کی جانب سے جعل کے ثبوت میں جو شہادت پیش ہوئی، وہ موہن پرشاد کی ہے جس نے بیان کیا کہ راجہ نند کمار نے علانیہ کہا تھا کہ اُس نے تین دستاویزیں تیار کیں یا اُن کا مسودہ لکھا، جن میں سے ایک کی مالیت ۴۸۰۲۱ روپیہ ہے۔ اور زیر بحث دستاویز کی رقم بھی یہی ہے لہٰذا یہ قول جعل کے اقبال کی شہادت میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ اس اقبال کے دوسرے معنی لئے جا سکتے ہیں[1] اور شہادت میں کوئی

---

[1] یہ قیدی کی موافقت میں ہے۔

امتیاز نہیں کیا گیا کہ آیا اس کا مطلب لکھنے یا لکھوانے اور مسودہ کرنے یا تیار کرانے سے تھا، لہذا یہ ممکن ہے کہ اس کا منشا بلاقی داس سے مسودہ تیار کرانا ہو۔ نظر بر این اس کے الفاظ کے پہلے معنی کو میں دشوار یا زبردستی کے معنی سمجھتا ہوں، اس لئے بھی کہ فی الواقع اُس نے دستاویز کی تخصیص و تعین نہیں کی۔ کمال الدین نے جو شہادت دی وہ بھی جعل پر عائد ہوتی ہے، کیونکہ مہاراجہ نندکمار نے اُس سے کہا کہ میں نے تمھاری (= کمال الدین کی) مُہر خود دستاویز پر ثبت کر دی ہے۔ اور کمال الدین ثابت کرتا ہے کہ مہاراجہ نندکمار نے اُس سے استدعا کی کہ دستاویز کی گواہی دے اور اُس کے عوض میں بہت سے وعدے وعید کیے، جعل بنانے کی یہی شہادت ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ زیادہ ضروری اُن الزامات پر توجہ کرنا ہے، جن پر میں نے کہا کہ شہادت عائد ہوتی ہے اور جن میں فریب دینے کی نیت سے، دستاویز شائع کرنے کا الزام ہے۔"

جعل بنانے کی نسبت جو شہادت ہے، اسی سے اس کے جعلی ہونے کے علم کا ثبوت بہم پہنچتا ہے۔ موہن پرشاد ثابت کرتا ہے کہ مہاراجہ نندکمار نے دستاویز پیش کی اور کمپنی کے تمسکات کی ایک رسید بھی مہاراجہ کی لکھی ہوئی تھی، جو زیر بحث دستاویز کی رقم ادا کرنے کے لیے وصول ہوئے نیز یہ کہ یہ رقم فی الواقع مہاراجہ نندکمار کو وصول ہوئی۔"

دو گواہوں کا بیان ہے کہ صلابت کے قلم سے جو نام تحریر ہونا بتایا گیا ہے وہ اس کے خط میں نہیں ہے۔ سبوت پوتک[1] (؟) اس بارے میں حلف اُٹھاتا ہے کہ میں اس کی تحریر سے پورا واقف ہوں اور بیان کرتا ہے کہ اُس کے دستخط کرنے کا عام طریقہ کیا تھا اور یہ کہ اس دستاویز پر جو دستخط ثبت ہیں، وہ اس طرح کے نہیں ہیں۔ راجہ نوب کشن (انوب کشن ؟) دستاویز دکھائے جانے پر قطعی حلف اُٹھاتا ہے کہ یہ صلابت کا خط نہیں ہے لیکن بعد میں اپنی رائے کی قطعیت سے دست بردار ہوتا ہے لیکن یہ واقعہ کہ اس نے فوراً ہی تین کاغذوں پر دستخط کیے اور ثابت بھی

[1] Saboot Pottack

ہو گیا کہ یہ صلابت ہی کے خط میں ہیں، قطعی حلف سے بھی زیادہ ثبوت ہے کہ وہ صلابت کے خط کا علم رکھتا ہے؛

میں دوبارہ آپ کو متنبہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس گواہ کے تامل تذبذب، یا یکبارگی چلا اُٹھنے سے یا دوسری باتوں سے قیدی کے خلاف کوئی اثر نہ لیں بلکہ صرف اُس کے واقعی بیان پر توجہ کریں[1]؛

یہ دونوں گواہ متفق ہیں کہ اس دستاویز کا خط صلابت کے اصلی خط سے بہتر ہے[2]؛

اس معاملے کے ثبوت میں دوسرے قرائن بھی پیش کئے گئے ہیں۔ مثلاً وہ کھاتا جو اس دستاویز کی تاریخ تحریر یعنی ۱۷۶۵ء سے بعد کا ہے، اور جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بلاقی داس اس وقت مہاراجہ کا صرف دس ہزار روپے کا مقروض تھا[3]۔ لیکن میں سمجھتا ہوں اس پر زیادہ زور نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس میں دوسرے قرضوں کا بھی حوالہ ہے جو اس کی کتابوں میں مل سکتے ہیں؛

وکیل سرکار نے ثابت کیا کہ ایک رقم کثیر کی ہنڈی بنارس میں اسی زمانے کے قریب سکھاری گئی جب کہ یہ دستاویز لکھی گئی تھی اور یہ رقم بلاقی داس کے حساب میں لارڈ کلائیو کو ادا کی گئی ہے[4] اس سے بلاقی داس کا اُس وقت خوش حال ہونا ثابت کرنا منظور ہے اور یہ دکھانا کہ اس زمانے میں وہ ایسی دستاویز نہیں لکھ سکتا تھا۔ مگر میری دانست میں اس سے کوئی ایسی بات ثابت نہیں ہوتی[5] خود لارڈ کلائیو کے نام سے اس سے بھی بڑی رقم بلا شبہہ مل سکتی تھی اور یہ یقینی ہے کہ بلاقی داس ان دنوں مہاراجہ نندکمار کا مقروض تھا:

ایک اور واقعہ یہ ہے بلاقی داس نے کبھی زیوروں کے

---

[1] کیا یہ قیدی کے ساتھ سختی کا ثبوت ہے؟ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضرورت سے زیادہ نرمی کا برتاؤ ہے۔

[2] یہ رائے قیدی کی موافقت میں ہے۔

[3] یہ شہادت روئداد میں موجود نہیں۔

[4] یہ بھی قیدی کے موافق ہے

امانت رکھنے یا چوری جانے کا ذکر نہیں کیا اور اُس کے بہی کھاتوں میں کہیں ان کا داخلہ درج نہیں ہے؟

کمال الدین نے ایک کاغذ پیش کیا جس پر خود اُس کی مُہر ثبت ہے اور وہ حلف کرتا ہے کہ یہ مہاراجہ نند کمار کے قبضے میں تھا۔ آپ صاحبوں نے پہلے کہا تھا کہ آپ کی دانست میں یہ مُہر ویسی ہی ہے جیسی دستاویز کی۔ لیکن آپ اسے اچھی طرح جانچیں۔ میں نے نہیں جانچا مگر مجھ سے کہا گیا ہے کہ دونوں مُہروں کے نشان میں کچھ خرابی ہے؟

کمال الدین اس کا سبب یہ بتاتا ہے کہ اس کی مُہر مہاراجہ نند کمار کے قبضے میں تھی اور حلف اُٹھاتا ہے کہ وہ اُسے واپس نہیں ملی۔ اس کی تائید میں کوجہ پیٹروس (Coja petruse) = خوجہ بطروس ؟) نے گواہی دی جس کے حال سے آپ سب واقف ہیں اور منشی صدر الدین نے جن کے سامنے کمال الدین نے اسی زمانے میں مہاراجہ نند کمار سے جو گفتگو ہوئی اُسے دُہرایا تھا۔ آپ دیسیوں کے طور طریق سے واقف ہیں اور فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آیا بہ ظنِ غالب یہ سب محض ایک گہری سازش ہے جیسا کہ قیدی کے وکیل نے اشارہ کیا ہے؟

کمال الدین کے چال چلن کی نسبت خوجہ بطروس سے سوال کیا گیا اور اس کا جواب آپ نے سُن لیا ہے[1]۔ حسین علی کی شہادت سے اُس پر دغابازی کا جرم

---

[1] یہ سوالات جوری نے کئے تھے اور اُن کے یہ عجیب وغریب جواب ملے:۔

" جوری: تم کمال الدین خاں کو بیس سال سے جانتے ہو۔ اس کا چال چلن کیسا ہے؟

جواب:۔ میں نے اس کی کبھی بدنامی نہیں سنی۔

سوال:۔ کیا وہ نیکنام ہے؟

جواب:۔ مجھے اُس کی کوئی بُرائی معلوم نہیں۔ دُنیا معمولی سی بات پر بُرا یا بھلا کہنے لگتی ہے۔ اسے بھی بعض لوگ اچھا اور بعض بُرا کہتے ہیں۔ میرے نزدیک اُس نے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی ہے"

اس کا عام چال چلن کیسا ہے۔

۔ آدمی اگر اس کو اچھا کہتے ہیں تو ہم بُرا بھی کہتے ہیں۔

عاید کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ رابطہ الوانز (Cowda Newas) اس کے بارے میں کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ علی ہذا مُہر کن اور اس کی کمال الدین سے گفتگو کمال الدین کے اعتبار کو مجروح کرنے کی نسبت زیادہ قوی کرتی ہے۔

یہ دستاویزات ان کاغذات میں، جو بلاقی داس کی جاگیر کے متعلق میر بلد کی کچہری میں داخل ہوئے، منسوخ شدہ پائی گئی لیکن یہ موہن داس اور بلاقی داس کے کاغذات ملے جلے تھے۔

سرکاری شہادتوں کا خلاصہ یہ ہے اور اس میں شبہہ نہیں کہ جعل کی نسبت آپ جو کچھ خیال کریں، اُس کی اشاعت کی (جعل جاننے کے باوجود) شہادت موجود ہے۔ دوسری طرف، اگر آپ قیدی کے گواہوں کا اعتبار کریں تو الزام کا پورا پورا جواب مل جاتا ہے۔ بلاقی داس کے دستاویز لکھنے کی دو ایک نہیں پورے چار اشخاص نے شہادت دی ہے جن میں تین مہاراجہ نندکمار کے مکان میں جو گفتگو ہوئی، اُس میں شریک تھے جب کہ بلاقی داس نے دستاویز کا خیال رکھنے کا اقرار کیا۔ یہی اشخاص اُن تینوں دستخط کرنے والوں کی، جو اب مر چکے ہیں، تحریر کی تصدیق کرتے ہیں۔ مہتاب رائے کے بھائی کو پیش کیا گیا جو بیان کرتا ہے کہ مہتاب رائے کو ہزاری مل اور کاشی ناتھ بخوبی جانتے تھے۔ بے شبہہ یہ دونوں ایک مہتاب رائے سے واقف تھے مگر انھوں نے اُس کا جو حال بیان کیا اُس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ گواہ کا بھائی نہ تھا۔ بریں ہم، کاشی ناتھ نے اپنے واقف کے گھرانے کا ذکر کیا اور اُس کے باپ کا نام بنگولال بتایا مگر یہ بھی کہا کہ ایک اور بنگولال بھی تھا۔ یہ بات بہت غیر معمولی معلوم ہوتی ہے کہ دو مختلف خاندانوں میں بنگولال، صاحب رائے اور مہتاب رائے موجود ہوں۔ مگر دو بنگولال اور دو ہی مہتاب رائے ہونے میں کوئی شک نہیں اور اسی لئے شہادت اتنی خلاف قیاس نہیں۔ تیج رائے (Taje Roy) اور روپ نرائن دوسرے مہتاب رائے کے ہونے کا حلف اُٹھاتے ہیں۔ تاہم یہ عجیب بات ہے کہ یہ شخص جسے اس کا بھائی غریب آدمی اور ایک قیدی کا ملازم بتاتا ہے جس کا کاشی ناتھ یا ہزاری مل کو علم نہیں، اسے قیدی کا وکیل خاندانی اور مشہور آدمی بتاتا ہے جو کاشی ناتھ اور ہزاری مل سے شناسائی رکھتا تھا۔

کمال الدین کے بیان کی تردید میں، صفائی نے ایک اور کمال الدین کو نکالا ہے اور چاروں گواہ قطعی حلف اٹھاتے ہیں کہ اس دوسرے کمال نے دستخط کئے تھے۔ دو گواہوں کے بیان سے اُس کا فوت ہو جانا ثابت ہوتا ہے ان میں سے ایک گواہ جے دیپ چوبے (؟) (Joydeb Chobee) نے لوگوں کو کسی کا جنازہ لے جاتے دیکھا اور اُس سے کہا گیا کہ وہ کمال کا جنازہ ہے۔ دوسرا گواہ شیخ یار محمد، واقعتہً اُس کے جنازے میں شریک تھا؛

کمال الدین حلف سے قطعی طور پر اسے اپنی مُہر بتاتا ہے اور یہ گواہ اسے دوسرے کمال کی مُہر ہونے پر حلف اُٹھاتے ہیں۔ جے دیپ چوبے نے ایک واقعہ بیان کیا جس سے اُسے علم ہوا کہ وہ کمال ہی کا جنازہ تھا۔ اُس نے پوچھا کہ یہ برہمن کی ارتھی ہے یا مسلمان کا جنازہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کے جنازے اور برہمنوں کی ارتھی لے جانے میں فرق ہوتا ہے اب آپ کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ آیا وہ بغیر دریافت کئے یہ امتیاز کر سکتا تھا یا نہیں۔ اس کا تو بیان ہے کہ اُس نے امتیاز کیا اور مشاہدہ اس قدر واضح تھا کہ وہ ایسی دریافت کرنے سے قطعاً انکار کرتا ہے؛

کمال کا مرنا مہاراجہ نندکمار کے مکان میں بتایا جاتا ہے۔ لہذا یہ عجیب بات ہے کہ اُس کی واقعی وفات کا شیخ یار محمد کے سوا اور کوئی گواہ نہ پیش ہوا۔ حالانکہ مہاراجہ کے خاندان کے بہت سے لوگ بہ آسانی گواہی دے سکتے تھے۔ خاصکر اس لیے کہ یار محمد حمالوں کے سوا پانچ اشخاص کے نام لیتا ہے جو جنازے میں شریک تھے۔ ان میں تین کو وہ خود دفن کر چکا مگر دو زندہ ہیں اور اس حقیقت کی صفائی کو بھی ضرور اہمیت معلوم ہوگی کیونکہ یہ پہلا موقع نہیں ہے جب کہ کمال الدین نے اپنی مُہر کے متعلق شہادت دی ہے؛

صلابت کی وفات پر دونوں فریق متفق ہیں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ وہ مُورد (= مسلمان) جس نے دستاویز تحریر کی، اس کا کوئی حال نہیں بیان کیا گیا۔ حالانکہ

ل میرا خیال ہے کہ یہ اُس نے اپنے ۶ مئی کے بیان میں کہا ہوگا؛

وہ بہت خاص گواہ ہوتا۔ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں پیش ہوا کہ وہ کس کی تحریر ہے۔ بلاقی داس کے پاس اُس وقت ایک منشی، بال کشن نامی کا نوکر ہونا، جو اب مر چکا ہے ثابت ہے۔ مگر اس کی کوئی شہادت نہیں کہ یہ دستاویز اُس کے قلم کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، دستاویز لکھے جانے کے گواہوں میں سے ایک شخص اس منشی سے واقف تھا؛
ایک گواہ نے صلابت کو بلاقی داس کا فارسی محرر اور نیز وکیل بتایا ہے اور کشن جیون داس بھی ظاہرا اس کی تصدیق کرتا ہے۔ یعنی جب اس سے پوچھا گیا کہ اُس وقت بلاقی داس کا فارسی محرر کون تھا تو اُس نے جواب دیا کہ "ایک شخص بال کشن تھا اور صلابت بھی فارسی جانتا تھا"۔ لیکن یہ دستاویز صلابت کے قلم کی نہیں بتائی گئی اور اگر صلابت نے محرری کا کام کیا ہے تو پھر بلاقی داس دوسرے محرر سے کس موقع پر کام لیا کرتا تھا؟
دستاویز لکھنے والے محرر کو اُس کے واقعات کے صحیح علم ہونے کی بجز ایک گواہ کے اور کسی نے شہادت نہیں دی حالانکہ اُس میں بہت خاص معاملات قلمبند کئے جا رہے تھے۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مہاراجہ نندکمار کے ہاں سے بلاقی داس کے مکان میں لوگوں کے آنے سے پیشتر، اس کمرے میں کسی قسم کی ہدایات نہیں دی گئیں اور بعد میں ہدایات دئے جانے کی بھی ایک گواہ کے سوا سب نے تردید کی ہے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ بلاقی داس نے اس کمرے میں آنے سے قبل ہی اُس مُور (= مسلمان محرر) سے گفتگو کی ہے جس کو اتنے عرصے کے بعد گواہوں نے یاد نہ رکھا ہو؛[۱]
دستاویز لکھے جانے کے وقت کی کیفیت میں گواہوں کا بیان قدرے مختلف ہے لیکن یہ اختلاف کچھ غیر معمولی نہیں۔ البتہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض جزئیات کو تو انھوں نے اتنی صحت کے ساتھ یاد رکھا اور بعض کو بالکل بھول گئے؛

---

[۱] اس میں بھی قیدی کی موافقت کا پہلو ہے جو کسی دوسرے کو نہ سوجھتا۔ کم سے کم مجھے تو نہ سوجھ سکتا تھا؛

اس عمدہ حافظے کی سب سے اچھی مثال یہ ہے کہ انھیں مُہریں بخوبی یاد رہیں حالانکہ بعض نے حلفیہ بیان کیا کہ انھیں صرف تین چار دفعہ انھوں نے مُہر والوں کی انگلی میں دیکھا تھا۔ اور گویہ الٹی کھدی ہوئی ہوں گی۔ نیز بعض گواہ فارسی نہیں جانتے اور اُس کے حرف بھی پہچان نہیں سکتے۔ بایں ہمہ وہ حلفیہ اور قطعی طور سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اُن کے چھاپ کو بخوبی پہچان سکتے ہیں اور یہ سچ بھی ہے کیونکہ وہ دستاویز پر جو نام چھپے ہوئے ہیں انھیں صحت کے ساتھ بتادیتے ہیں کشن جیون داس نے ضرور بلاقی داس کی مُہر کو دوسرے گواہوں کی نسبت زیادہ بار دیکھا ہوگا لیکن وہ اُس کا نقش یاد رکھنے کی ذمہ داری نہیں لیتا اور جب اُس سے کہا گیا کہ دوسرے گواہوں نے ایسا ذمہ لیا تو اُس نے کہا کہ وہ بہت اچھے حافظے رکھتے ہیں اور میں اس وصف سے محروم ہوں۔

گواہوں نے دستاویز پر جس ترتیب سے مُہر و دستخط کئے، اُس کے بیان کرنے میں بھی ان سب گواہوں نے یکساں صحت کے ساتھ شہادت دی ہے۔ دستاویز لکھے جانے کی شہادت میں جو اختلافات ہیں اُن پر میں رائے زنی نہیں کرتا بجز ان دو مثالوں[1] کے کہ ایک گواہ نے تو رقم یاد رکھی حالانکہ وہ ایسی زبان میں پڑھی گئی تھی

---

[1] ان میں پہلی مثال سے چوٹن ناتھ (chovton Nauth) کا بیان مراد ہے اور نندکمار نے ہیسٹنگز پر رشوت ستانی کا دعویٰ کیا تو اُس کا گواہوں میں نام لیا تھا۔ اس کا متعلقہ بیان (صفحہ ۶۸۹) حسب ذیل ہے:۔

سُوال۔ جس دستاویز لکھے جانے کی تم شہادت دیتے ہو، تمھیں معلوم ہے، اس کی رقم کیا تھی؟

جواب۔ وہ چالیس ہزار سے اوپر اور پچاس ہزار کے اندر تھی۔

سوال۔ تم کو یہ کیونکر علم ہوا؟

جواب۔ جس وقت بلاقی داس کے سامنے اور اُسی کے مکان میں یہ دستاویز پڑھی گئی تو چونکہ میں فارسی نہ جانتا تھا میں نے بلاقی داس سے دریافت کیا کہ رقم کتنی ہے اور اُس نے بتایا کہ چالیس اور پچاس ہزار کے درمیان ہے۔

جسے وہ سمجھتا نہیں اور دوسرے شیخ یار محمد کہ وہی ایک گواہ ایسا ہے جس نے ٹھیک ٹھیک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سوال:۔ کیا اُس وقت بلاقی داس کے مکان میں یہ ذکر تھا کہ اتنی رقم کی دستاویز لکھی گئی ہے؟

جواب:۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ رقم ۴۰ اور ۵۰ ہزار کے درمیان تھی؟

سوال:۔ کیا اس کا اُس وقت تذکرہ ہوا؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں۔ میں نہیں جانتا۔

سوال:۔ پھر تم کو کیونکر علم ہوا؟

جواب:۔ بلاقی داس نے محرر کو پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے اُسے سُنا اور یہ بات یاد رہی؟

سوال:۔ کیا محرر نے ساری دستاویز پڑھی؟

جواب:۔ اُس نے وہ اوّل سے آخر تک پڑھی۔

سوال:۔ کیا صرف پڑھتے ہوئے سُن کر تم کو یہ رقم یاد رہی؟

جواب:۔ کسی اور ذریعے سے مجھے یہ علم نہیں ہوا۔ دستاویز کا ذکر میں نے مہاراجہ کے ہاں پہلے سُنا تھا۔

سوال:۔ کیا تم نے رقم کا ذکر اُس وقت سنا؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال:۔ دستاویز کس زبان میں پڑھی گئی؟

جواب:۔ فارسی میں۔

سوال:۔ کیا وہ ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھی گئی؟

جواب:۔ مجھے ایک دفعہ سے زیادہ پڑھا جانا یاد نہیں۔

سوال:۔ کیا وہ کسی اور زبان میں بھی پڑھی گئی؟

جواب:۔ مجھے یاد نہیں کہ دوسری زبان میں) پڑھی گئی ہو۔

سوال:۔ چالیس ہزار کی فارسی کیا ہے؟

جواب:۔ میں کیونکر کہہ سکتا ہوں۔ میں فارسی نہیں جانتا۔

سوال:۔ اگر تم فارسی نہیں جانتے اور رقم کا علم صرف دستاویز کے فارسی میں پڑھے جانے سے ہوا؟

رقم بتائی آپ نے اُسے گواہی دیتے سُنا اور اُس پر خود رائے قائم کی ہوگی اور پوری شہادت پڑھی جس میں وہ ایک بات کی ایک ہی سانس میں توثیق بھی کرتا ہے اور تکذیب بھی؟

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہم سے کہا گیا تھا کہ مورز (= ہندوستانی) اور فارسی میں ان رقوم کے لئے یکساں الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس پر تحقیقات کی گئی اور شہادت میں جو رقوم مذکور ہیں، اُن کے لئے فارسی اور ہندوستانی الفاظ ہمارے سامنے بولے گئے اب یہ خود آپ اندازہ کریں گے کہ وہ کس حد تک ملتے اور کس حد تک مختلف ہیں؟

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ تو تم کو رقم کس طرح معلوم ہوگئی؟
جواب:۔ آپ نے مجھ سے گنگا جلی اٹھوائی ہے۔ اپنی یاد سے زیادہ بات میں کیوں کر کہہ سکتا ہوں؟"

مسٹر ایلیٹ نے بعد میں کہا کہ (۴۰۰۰۰ کو) فارسی میں "چہل ہزار" اور ہندوستانی میں "چالیس ہزار" کہتے ہیں اور (۵۰۰۰۰ کو) فارسی میں "پنجا ہزور" اور "ہندوستانی میں "پچیس ہزور"، "مگر ایک دوست نے حال میں مجھے بتایا کہ فارسی میں انھیں "چہل" اور "پنجا" اور ہندوستانی میں "چالیس" اور "پچاس" ہزار لکھنا چاہئے؟ رہی شیخ یار محمد کی شہادت پر تنقید، تو اس میں ایک سے زیادہ فقرے قابل حوالہ ہیں۔ مثلاً دستاویز کی رقم پوچھی گئی تو اُس نے آدھا جواب فارسی میں دیا اور کہا کہ یہ ترجمان، مسٹر ایلیٹ کی اطلاع کی غرض سے فارسی میں کہتا ہوں، تب اُس سے سوال ہوا کہ تم نے ساری شہادت فارسی میں کیوں نہ دی؛ تو کہنے لگا کہ "یہ بات اتفاق سے میری زبان سے (فارسی میں؟) نکل گئی۔ میں نے تمھاری اطلاع کی غرض سے' نہیں کہا، جب اس سے پوچھا کہ تم نے دوسری دستاویزوں کو تصدیق ہوتے بھی دیکھا ہے تو وہ بہت گڑبڑا گیا۔ (صفحہ ۱۴۰ تا ۱۰۱۶) محض تحریری روئداد سے اس کی اہمیت پر رائے قائم کرنا محال ہے۔ ممکن ہے اس کی وجہ بدحواسی، بھول، ضد یا بدمزاجی ہو یا محض دروغ گوئی۔ اگلے فقرے میں ایمپی نے زیادہ تر اسی کا اشارہ کیا ہے۔ لیکن اگر وہ محض ایسے موقعوں کی تاک میں تھا جس سے قیدی کے خلاف مواد فراہم ہوتا ہو تو اُس نے یقیناً جے دیپ چوبے اور شیخ یار محمد کی شہادتوں میں جو غیر طبعی اتفاق پایا جاتا ہے اس پر تنقید کی ہوتی (دیکھو صفحہ ۱۳۰-۱۲۱ اصل کتاب)۔

جس طریق سے دونوں طرف کے گواہوں نے گواہی دی، اُس پر بھی میں رائے زنی نہیں کروں گا۔ آپ نے اسے خود معائنہ کیا۔ جو رعی کا گواہوں کے طریق عمل کو خود مشاہدہ کرنا اور موقع بہ موقع سوالات کئے جانا منجملہ اُن فوائد کے ہے جو ایسی رُو درزُو جرح کرنے میں مضمر ہیں۔

صفائی نے زیوروں کے امانت رکھے جانے یا چوری ہونے کو ثابت کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیشو جیون داس (؟) جس کی شہادت پر میں آئندہ رائے زنی کروں گا، یہاں تک کہتا ہے کہ "میں نے ایسی چوری کا ذکر نہیں سُنا اور ایسا ہوتا تو وہ ضرور سنتا بلکہ صدہا آدمیوں کو اس کا علم ہوتا" وہ زیور کے ایک معمولی نقصان کا ذکر کرتا ہے مگر یہ دوسرے شخص کی ملکیت تھے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا یہ مشتبہ امر ہے۔ لیکن اگر زیور فی الواقع امانت رکھے گئے، جس کی کوئی شہادت نہیں (بجز اقرار ناموں کے، جس کا میں آگے ذکر کرتا ہوں)، گو وہ کھوئے نہ گئے ہوں، پھر بھی ممکن ہے بلاقی داس نے مہاراجہ نند کمار سے کہہ دیا ہو کہ وہ جاتے رہے۔ اور مہاراجہ نے اس کا اعتبار کر لیا ہو یا مزید تحقیق تفتیش کی بجائے تمسک لکھوا لینے پر اکتفا کی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ یہ مہاراجہ نند کمار کے ساتھ فریب کیا گیا ہو۔

میر اسد کی شہادت بہت اہم ہو سکتی ہے۔ وہ ایک کاغذ پیش کرتا ہے جو قاسم علی کی املاک کی فہرست ہے جسے بلاقی داس نے گواہ کو دیا اور اُس پر مُہر ثبت کی اور گواہ نے دیکھے، اُسے بلاقی داس کے حوالے کیا تھا۔ مُہر کے چھاپے کو آپ دیکھیں گے کہ وہ دستاویز کی مُہر کے مطابق ہے۔ اسی مطابقت دکھانے کی غرض سے یہ رسید پیش کی گئی ہے جس سے ثابت ہو کہ دستاویز کی مُہر ٹھیک بلاقی داس کی یہی مُہر ہے نہ کہ جعلی مُہر۔ گواہ کا بیان ہے کہ یہ دستاویز اُس وقت ہوئی جب کہ بلاقی داس فوج کے ساتھ درگھٹی میں تھا۔ لیکن رسید کی تاریخ، فوج کے مقام اور اُس زمانے میں قاسم علی اور بلاقی داس دونوں جس حال میں تھے، ان سب کے اعتبار سے یہ قطعاً ثابت ہے کہ یہ رسید بلاقی داس کی

لہ یہ نند کمار کی موافقت میں ہے اور اتنا صاف بھی نہیں ہے کہ ہر شخص کی نظر جاتی۔ کم سے کم میرا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا۔

نہیں ہوسکتی اور تمام قصّہ محض من گھڑت ہے؛

اس سے ایک حیرت انگیز نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ عجب نہیں اسی سبب سے گواہوں نے مُہروں کو اس قدر صحت کے ساتھ یاد رکھا ہو۔ تیج رائے کہتا ہے کہ مہتاب رائے کی مُہر اُس کے پاس ہے۔ کمال الدین کی مُہر کا نندکمار کے پاس ہونا بھی ثابت ہے اور اب اس رسید پر جس شخص نے بلاقی داس کی جعلی مُہر چھاپی، ضرور اُس کے پاس متوفّی مذکور کی مُہر ہوگی۔ نظر بر ایں، اگر ان گواہوں نے کسی طور سے ان مُہروں کو دیکھا ہے، تو پھر اُن کا اُن کے چھاپ سے پوری طرح واقف ہونا، قابلِ حیرت نہیں رہتا۔ یہ نتیجہ بہت سنگین ہے لیکن اسے قبول کرنے سے پہلے میری خواہش ہے کہ آپ اس پر اچھی طرح اور بخوبی غور کرلیں؛

کشن جیون داس نے آج صبح تک اپنی گواہی ایسی سادگی اور کچھ ایسی صداقت و صاف گوئی کی ادا سے دی کہ میں ہر بات جو اُس نے کہی سچ سمجھتا رہا۔ اسی لئے مجھے بڑی پریشانی ہوئی کہ اب اس کی شہادت کے ایک حصّے پر شبہہ کرنے کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں۔ اُس نے ایک "قرارنامے" (= اقرار نامے) کا ذکر کیا جس میں پوری معاملت تحریر تھی اور جسے بلاقی داس نے تسلیم کیا اور دستخط ثبت کئے تھے۔ اگرچہ بلاقی داس کی وفات کے بعد، پدموہن داس کے کہنے سے کھاتے میں وہ اندراج جیسے بلاقی داس کی زندگی میں لکھا جانا دکھایا گیا تھا، خواہی نخواہی شبہے میں ڈالنے والی بات تھی۔ بایں ہمہ مجھے اقرار ہے کہ کشن جیون داس نے میرا اس قدر کامل اعتماد حاصل کرلیا تھا کہ جو کچھ اُس نے کہا[1]، میں نے اُسے بے کم وکاست مان لیا۔ قرارنامے کو

[1] اس فقرے اور اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس سے میرے نزدیک یہ خیال کہ نندکمار کو امپی نے قانونی پیرائے میں جان سے مروا دیا، باطل ہو جاتا ہے۔ اگر امپی قانون شہادت پر سختی سے عمل کرتا تو نندکمار کی صفائی کے سب سے مستحکم حصّے کو خارج کرا سکتا تھا۔ کیونکہ پدموہن کے کہنے سے بلاقی داس کی کتابوں میں اس کی وفات کے بعد کشن جیون داس کا خود کچھ لکھ دینا، از روئے قانون کوئی شہادت نہیں ہوسکتا تھا۔ اسی طرح اقرارنامے کے مضمون کو قابل ادخال بنانے کے واسطے جو ابتدائی ثبوت ضروری تھا، وہ پیش نہیں کیا گیا اور نہ یہ کاغذ نندکمار نے پیش کیا نہ پدموہن کے کاغذات کی تلاشی

قابل ادخال شہادت بنانے کی کوششیں بھی کی گئیں مگر قانوناً کوئی کامیاب نہ ہوئی۔ اس پر بھی، چونکہ کشن جیون داس کا مجھے بہت کچھ خیال تھا اور دوسرے ایسے کاغذ کی موجودگی میں قیدی کا اس کے فائدے سے محروم رہ جانا، اس کے حق میں بہت سختی کا باعث ہوتا، لہٰذا میں نے (اپنے ساتھیوں کی پہلے رائے لے کے) کہہ دیا کہ گو یہ صحیح معنیٰ میں شہادت نہیں ہو سکتا، تاہم میں اس کو جوری پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اسے جس قدر مناسب سمجھے وزن و وقعت دے۔ اب بھی میں اسے آپ ہی کی رائے پر چھوڑتا ہوں اور اگر آپ باور کرتے ہیں کہ ایسا کاغذ کبھی وجود میں تھا، تو قیدی کو رہا نہ کرنا انتہا درجے کی ناانصافی ہوگی؛ اس بات کو موہن پرشاد کے علم میں لانے کی کوشش کی گئی تھی اور اگر واقع میں یہ کاغذ تھا اور موہن پرشاد کے بھی علم میں آیا، تو یہ استغاثہ نہایت ظالمانہ اور شیطانی ہے۔ اور میرے خیال میں موہن پرشاد قتل سے بھی بڑھ کر خوفناک جرم کا مجرم ہے"

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ لی گئی۔ باوجود اس کے مضمون کو ضمنی شہادت میں لانے کی اجازت دے دی گئی اور جج نے جوری سے کہہ دیا کہ اگر وہ ایسے کاغذ کا وجود تسلیم کرتے ہیں، تو نندکمار کو رہا نہ کرنا انصاف کا خون کرنا ہوگا۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی جج کیا کر سکتا تھا؟ اگر وہ ملزم کو قتل کرا دینے کی سازش میں فی الواقع شریک ہوتا تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایک ایسی دستاویز کی شہادت کو کیوں مشتبہ نہ بتاتا جو خود عدالت میں پیش ہی نہیں ہوئی؟"

لہ جب امپی پر مقدمہ چلایا گیا تو فاکس نے اپنی تقریر میں یہ رائے ظاہر کی: "یہ کمیٹی کو چاہئے کہ خصوصیت کے ساتھ مجلس (= امپی) کی اس عیاری پر غور کرے کہ اس نے جوری سے کہا کہ اس کے سامنے یہ سوال درپیش ہے کہ آیا قیدی جعل سازی کا مجرم ہے یا اس پر مقدمہ چلانے والے قتل سے بدتر جرم کے مجرم ہیں؟ اس طرز بیان کا اثر کیا ہو سکتا تھا؟ اس سے خواہی نخواہی آدمی کی فطری نرمی بروئے کار آتی اور اسے زیادہ نرم رائے قائم کرنے اور یہ سمجھنے پر مائل کرتی ہے کہ کئی اشخاص کو قتل سے بڑھ کر سخت جرم کا مجرم بتانے سے بہتر ہے کہ قیدی کو جعل سازی کا مرتکب قرار دیا جائے" (پارلیمنٹری ہسٹری بست و ہفتم صفحہ ۴۷۶) مگر یہ رائے مجھے شرمناک حد تک ناانصافانہ معلوم ہوتی ہے۔ امپی نے جو کچھ اس موقع پر کہا اور اوپر نقل کیا گیا ہے اس کا قدرتی اثر تو یہ ہے کہ جوری استغاثے کے مطابق رائے قائم نہ کرے۔ فاکس نے امپی کے منشا کو بالکل غلط پیش کیا ہے کہ جوری یا تو نندکمار کو جعل سازی کا مجرم گردانے

لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ قیدی کے وکیل کی شہادت ختم ہونے کے بعد جو کچھ ہوا اُس سے کشن جیون داس پر میرے اعتماد میں بہت کمزوری آگئی۔ جرح کا کوئی موقع بھول جانے کے عذر پر، جیسا کہ عام طور سے ہوا کرتا ہے، وکیل نے یہ خواہش نہیں کی کہ داس کو دوبارہ عدالت میں طلب کیا جائے۔ البتہ ہمیں معلوم ہوا کہ مہاراجہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اور وہ صرف یہ تھا کہ کشن جیون داس سے اقرار نامے کے متعلق مزید سوالات کئے جائیں۔ اور پہلا ہی سوال جو اس سے کیا گیا وہ یہ تھا کہ آیا اس نے کبھی موہن پرشاد سے بھی اس اقرار نامے کی صراحت کی تھی۔ جواب میں وہ یہ کیفیت بیان کرتا ہے کہ موہن پرشاد نے اقرار نامے کو مہاراجہ نندکمار کے ہاں دیکھا ہے۔

جب[1] اس سے جرح کی جاتی ہے کہ یہ بات اُس نے پہلے کیوں نہ کہی تو اُس کی ساری سادگی اور صداقت و صاف گوئی کی شان فوراً غائب ہو جاتی ہے۔ اُس کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ورنہ موہن پرشاد قتل سے بدتر جرم کا مرتکب قرار پائے گا۔ حالانکہ یہ بالکل ممکن تھا کہ اقرار نامے کے معاملے میں موہن پرشاد کی بات مانی جائے اور کشن جیون داس کا یقین نہ کیا جائے اور نندکمار رہائی کا مستحق قرار پائے۔ جوری جعل کے پرانے ہونے، تمام اہم گواہوں کے مر چکنے وغیرہ کی بنا پر جنھیں امپی نے احتیاط سے خود بیان کر دیا ہے۔ نندکمار کو رہا کر سکتی تھی۔ دوسرے مجھے یہ بات سخت مبالغہ آمیز نظر آتی ہے کہ ایک نرم دل جوری محض اس بنا پر کسی کو مجرم قرار دے گی کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اہل استغاثہ جھوٹے اور ملزم کے شدید دشمن ثابت ہوتے ہیں۔ کسی شخص کو سنگین جرم کی فی الواقع سزا دینے اور یا دوسرے شخص کی سیرت پر محض الزام عائد ہونے کو کیونکر برابر سمجھا جا سکتا ہے؟

[1] تحقیقاتی کمیٹی کے روبرو اس معاملے میں بھی شہادت لی گئی اور فیرر سے (صفحہ ۲۹) سوال ہوا کہ "کیا تمھارے نزدیک عدالت کے اشارے کے بعد نندکمار جس سوال پر مُصر رہا، اُس کا ملزم کی سزا دہی میں کافی دخل تھا؟"

جواب:۔ میرِ مجلس نے اپنی آخری تقریر میں جو کچھ کہا اس سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے (خود فیرر اس وقت عدالت میں موجود نہ تھا) مگر جوری کے دلوں پر اس کا کیا اثر ہوا، یہ میں نہیں کہہ سکتا۔
فیرر نے اس سے قبل اپنے ماتحت وکیل مسٹر برکس کا ایک خط بھی پیش کیا تھا جس میں

آنکھیں نیچی ہو جاتی ہیں۔ زبان لڑکھڑانے لگتی ہے۔ وہ غلط باتیں گھڑتا اور خود اپنے اقوال کی تردید کرتا ہے۔ غرض وہ بالکل دوسرا آدمی نظر آتا ہے' جواب میں وہ کہتا ہے کہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا اس لیئے میں نے نہیں کہا۔ اور مہاراجہ نند کمار کو اپنے خط میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقدمہ ختم ہوتے ہی اس کے فیصلے کی برکس نے فیرر کو اطلاع دی تھی۔ وہ لکھتا ہے کہ یہ کیا افسوس ہے کہ راجہ نے کشن جیون داس کو دوبارہ بلوا کر یہ تمام مصیبت مول لی کہ اسی موقع پر اس کی پہلی شہادت کا سارا اعتبار مٹ گیا۔ اور سر ایلجا نے کہا کہ اس نے اپنے تئیں ایسا صاف گو گواہ ثابت کیا تھا کہ اگر گواہی کے ختم ہونے کے بعد وہ غلط بیانی نہ کرتا تو میں محض اس کی شہادت پر جوری کو ہدایت کرتا کہ ملزم کو مجرم قرار نہ دے کیونکہ میرے خیال میں اقرارنامے کا وجود پوری طرح ثابت ہو گیا تھا۔

جج کے متعلق لوگوں کا جو کچھ خیال قائم ہوا' اس کی اس سے بہتر شہادت کیا ہو گی فیصلہ سنانے کے بعد ہی وکیل صفائی نے یہ خط اپنے بالادست وکیل کو تحریر کیا تھا اور اگر اس کا قول صحیح ہے تو روئداد کی تحریر سے بھی زیادہ صاف طور پر واضح ہے کہ امپی' ملزم کو رہا کرا دینا چاہتا تھا گو وہ خود ایسا جوری سے نہ کہہ سکا۔ مسٹر ٹولفری کی شہادت بھی اس بارے میں قابل ذکر ہے جو ان دنوں کلکتے میں نائب شیرف تھا اور بعد میں مختار کا کام کرنے لگا۔ کمیٹی نے اس سے دریافت کیا کہ کیا میر مجلس کے استغاثے کی طرفداری کرنے کی کوئی مثال اُس کے مشاہدے میں آئی؟"

جواب:۔ نہیں۔

سوال:۔ کیا تمہیں خود قیدی کی درخواست پر مقدمہ ختم ہونے کے بعد گواہ کشن جیون داس کا دوبارہ عدالت میں بلائے جانے کی کیفیت یاد ہے؟۔

جواب:۔ یاد ہے۔

سوال: تمہارے نزدیک جج نے اس کی آخری گواہی کی نسبت جو رائے ظاہر کی حق بجانب تھی؟

جواب:۔ میں اس سے یہ مطلب سمجھتا ہوں کہ گواہ کے پہلے اور دوبارہ بیان دینے کے طرز میں جو فرق تھا صرف اُس کے متعلق جواب دیا جائے۔ تو واقع میں یہ فرق اتنا نمایاں تھا کہ کوئی شخص اُس کا مشاہدہ کئے بغیر نہ رہ سکتا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میر مجلس نے جو کچھ کہا وہ حق بجانب تھا۔"

واضح رہے کہ اس وقت ٹولفری کی عمر صرف "ساڑھے بیس سال" کی تھی۔"

اس لئے نہیں لکھا کہ موہن پرشاد کا خوف تھا۔ پھر یہ بھی کہتا ہے کہ میں کہنا بھول گیا تھا۔ موہن پرشاد سے ڈرتا تھا اس لئے گواہی میں بیان نہ کرسکا۔ وغیرہ؟ موہن پرشاد بڑا آدمی ہے لیکن داس خط لکھنے میں نہ ڈرا اور نہ اُس نے یہ خط موہن پرشاد کو دکھایا تھا پھر اُسے خط میں یہ واقعہ لکھنے میں کیا چیز مانع تھی؟ اگر وہ موہن پرشاد سے اتنا خائف ہے کہ اس بات کو گواہی میں نہ بیان کرسکا تو کیا فوج کے حسابات کے متعلق اُس کا براہ راست اور از خود مقابلہ کرتے وقت اُسے یہ خوف نہ تھا؟[1]

پھر یہ خوف کسی حالیہ تہدید سے نہیں پیدا ہوا بلکہ کئی سال قبل کی گفتگو کا نتیجہ ہے۔ اب یہ فیصلہ آپ کریں کہ داس کس حد تک شہادت کے وقت موہن پرشاد سے خائف تھا اور اس کی تہدید کا گواہی میں کس حد تک اثر پڑا ہوگا؟

حیرت کی بات یہ ہے کہ گواہ سے بار بار رجوع ہوئی خصوصاً اقرار نامے کے بارے میں مگر مہاراجہ نندکمار نے پہلے یہ سوال اپنے وکیل کو نہ سمجھایا؟

اگر کشن جیون داس کی شہادت کا یہ آخری حصہ درست ہے تو یا وہ سخت حلف دروغی کا مجرم ہے اور یا اپنی پچھلی شہادت کی نمایاں تکذیب کرتا ہے۔ اُس سے دریافت کیا گیا کہ اقرار نامے سے جو داخلہ چڑھایا گیا اس کی گنگا بشن اور موہن پرشاد کو بھی خبر تھی؟ تو اُس نے جواب دیا کہ داخلے[2] کے وقت انھیں علم ہونے کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر بعد میں انھیں معلوم ہوگیا تھا۔ یہ میں کس طرح کہہ سکتا ہوں کہ وہ پہلے جانتے تھے؟ انھیں تو اس کا علم دیوانی عدالت کے کاغذوں سے ہوا ہوگا۔ وہ سب وہاں بلائے گئے تھے۔ مجھے اگر اُن کے علم ہونے کی خبر ہو، تو میں کہوں؟

وہ اس بات کو ضرور جانتا ہے کہ انھیں خود اقرار نامے کا علم ہونا ثابت کیا جائے تو یہ بڑی اہم بات ہوگی کیونکہ اسی اقرار نامے میں اس رقم کی تفصیلات درج تھیں جس کا داخلہ چڑھایا گیا! اور اس پر بلاقی داس کے

---

[1] مجھے علم نہیں کہ یہاں کس خط کا ذکر ہے۔ البتہ فوج کے حسابات کا قصہ یہ ہے کہ موہن پرشاد نے بیان کیا کہ میں نے بلاقی داس کی فوج سے لین دین کی کتابیں کبھی نہیں دیکھیں کشن جیون داس نے حلفیہ کہا کہ خود میں نے موہن پرشاد کے حکم سے صندوق میں سے کتابیں نکالیں اور اس کے مکان پر چھوڑ آیا اور موہن پرشاد کو علم تھا کہ کیا کتابیں ہیں۔

[2] ۱۰۲۲ و ۱۰۲۳۔ آخری جملہ کہ "خبر ہو تو میں کہوں" روئداد میں نہیں ہے۔ ایمپی نے یہ تقریر اپنی یادداشتوں کی بنا پر کی ہوگی اور ابتدائی حصہ روئداد کی نسبت مختصر ہے (روئداد سوال جواب کی صورت میں ہے) مگر مضمون یکساں ہے؟

دستخط ہوئے تھے، مگر تھوڑی ہی دیر بعد وہ[1] قطعی کہتا ہے کہ موہن پرشاد اور گنگا بشن کو ان حسابات سے واقفیت نہ تھی؛
اپنی شہادت کے دوسرے حصے میں[2] اُس نے پدموہن داس سے کہا کہ اس تمسک کی نسبت جس کی رقم اب ہم ادا کر رہے ہیں یا کر چکے ہیں (یہاں ترجمے میں کچھ شبہہ ہو گیا تھا) میرا اطمینان کر دو؛
مہاراجہ نندکمار کے مکان پر یہ تصریح کس وقت کی گئی اس کا صحیح علم نہ ہو سکا لیکن ضرور ہے کہ یہ رقم تمسک ادا ہونے سے پہلے کی ہو ورنہ بعد میں اُس کا کچھ فائدہ نہ تھا نظر برایں، اگر کشن جیون داس نے پہلے سے اقرار نامہ دیکھا اور اُس کا حال موہن پرشاد سے کہہ دیا تھا تو پھر اس کے متعلق وہ اطمینان کیوں چاہتا تھا؟ اور صرف اُس کاغذ کو پیش کر دیے جانے سے جیسے وہ پہلے دیکھ چکا تھا، اُس کا کیا اطمینان ہو سکتا تھا؛
ایسے شخص کی شہادت کی نسبت جس سے مجھے پہلے اس قدر حسن ظن تھا، مجبوراً یہ رائے زنی کرتے وقت مجھے دلی صدمہ ہے مگر میں چاہتا ہوں آپ اسے فراموش نہ کریں کہ اس رائے اور دوسری رایوں کو جو میں ظاہر کروں، آپ اسی حد تک کام میں لائیں جس حد تک وہ خود آپ کی رائے اور مشاہدے سے مطابقت رکھتی ہیں اور جب ایسی مطابقت نہ پائیں تو آپ انھیں مسترد کر دیں کیونکہ شہادت پر فیصلہ کرنے والے آپ ہیں نہ کہ میں؛
موہن اور دوسرے گواہوں نے خاص خاص واقعات بتا کے اور عام چال چلن کی بنا پر موہن پرشاد کو پھانسنے کی بھی کوششیں کیں۔ آپ پر لازم ہے کہ فیصلہ کریں کہ وہ کس حد تک کامیاب رہے۔ کمال الدین کے معاملے میں تو ان کی اسی قسم کی کوششیں بالکل رائگاں رہیں؛
قیدی کے حق میں بہت سی باتیں کہی جا سکتی ہیں اور مجھے یقین ہے آپ کی انسانی ہمدردی ان سے کام لینے کی جہاں تک وہ کام دے سکتی ہیں پوری سفارش کرے گی؛ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ صفائی کا اگر اعتبار کیا جائے تو وہ الزام کی پوری تردید کرتی ہے یہی نہیں بلکہ اس سے اہل استغاثہ پر لازماً ایک شرمناک بدمعاشی کا نہ مٹنے والا داغ لگ جاتا ہے؛ بلاقی داس سے دستاویز لکھوانے کے چار قطعی گواہ ہیں۔ کمال کی شہادت کے خلاف کئی گواہ ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ دستاویز پر گواہی لکھنے والا دوسرا کمال تھا۔ مہتاب رائے کا سرکاری شہادت میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اسے دستخط کرتے ہوئے چار گواہوں نے دیکھا، وہ دوسرے گواہ بھی جن میں ایک اُس کا بھائی ہے، وہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ ایسا کوئی شخص تھا؛
راجہ انوپ کشن (؟) اور ٹیک (؟) نے حلفیہ بیان کیا کہ دستاویز پر صلابت کا نام صلابت کے خط میں نہیں ہے۔ اس کے مقابلے میں چار گواہ قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے بچشم خود اُسے دستخط کرتے دیکھا؛

[1] دیکھو ۳۲۳، ۱۰، چوتھے سوال کے جواب کا آخری جزو ۔ ۔ ۔ صفحہ ۲۲۰
[2] میرے نزدیک یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ جوری پر اثر انداز ہونے کیلئے ان مباحث کو اس سے زیادہ زور اس سے زیادہ ایجاز اور اس سے زیادہ بہتر طریق پر پیش کیا جا سکے۔

اُس[۱] مقدمے میں موہن پرشاد کی شہادت پر واقعات کا بہت کچھ انحصار ہے۔ آپ کو انصافاً غور کرنا چاہیے کہ اس کی ساکھ کو کہاں تک نقصان پہنچا ہے۔ آپ میں سے بیشتر اصحاب اس سے واقف ہیں۔ آپ کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ کس حد تک احترام کا مستحق ہے اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس نے بدنیتی یا ایذا رسانی کے خیال سے ایک بے گناہ شخص پر سنگین جرم کا الزام عاید کیا۔ اگر آپ اسے اس فعل کا مرتکب ہی سمجھتے ہیں تو اس کی گواہی کو مطلق اہمیت نہیں دینی چاہیے۔ موہن[۲] پرشاد نے اُس دستاویز کے متعلق واقعی حلف اٹھایا جو مہاراجہ نند کمار نے داخل کی تھی اور جس کے ضمن میں کمپنی کی دستاویزیں بھی پیش ہوئی تھیں۔ یہ وہی دستاویز تھی جو شہادت میں پیش کی گئی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ وہ اسے واقعات کی بنا پر جانتا ہے لیکن اس نے یہ توضیح نہیں کہ وہ واقعات کیا تھے۔ صرف اسی بیان کو میں اس کی تائید پر محمول کرتا ہوں کیونکہ پوری جواب دہی اس دستاویز کی شناخت اور اسے اصلی دستاویز ثابت کرنے پر منحصر ہے۔

آپ کو اندازہ ہوگا کہ فوج کی کتابوں کے متعلق موہن پرشاد کا بیان کشن جیون داس کے بیان سے کس حد تک متغائر معلوم ہوتا ہے اور ان دونوں بیانوں میں سے کس کو صحیح سمجھنا چاہیے۔

موہن پرشاد کو اس لیے متہم کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ اس نے گنگا[۳] دزیر کو

۱۔ جس شخص نے اس طریقے سے گواہی دی ہو کیا وہ ایسی جرح سے دل توڑ سکتا ہے جو موہن پرشاد میں بد باطنی کا میلان ظاہر کرے؟ کیا یہ بات قابل تسلیم ہے کہ نیرد واقف حال تھا یا اسے توقع تھی کہ وہ ایسے واقعے کا اظہار کرے جس سے اس کا تعلق ہیسٹنگز سے پایا جائے مگر اس نے بہر حال ایسا نہیں کیا؟

۲۔ یہ ایک صحیح مشاہدہ ہے جس سے قیدی کی تائید ہوتی ہے۔

۳۔ ظاہر ہے کہ یہ نام گنگا بشن کی بجائے غلطی سے چھپ گیا ہے۔ اس بارے میں ذیل کی عبارت 'رُوداد' کے صفحہ ۹۶۵ پر درج ہے۔

مسٹر جسٹس لی مسٹر نے یہ بیان کیا کہ ڈاکٹر ویمس نے اُسے یہ اطلاع دی کہ گنگا بشن کو

عدالت میں حاضر ہونے سے روکا تھا جس کی نسبت کہا گیا تھا کہ وہ گواہی دینے کے قابل ہے اور بطور گواہ پیش ہونے پر رضا مند ہے لیکن یہ معاملہ ایسا صاف ہو گیا کہ ہمیں اس سے کامل اطمینان ہو گیا اور بے شبہہ آپ بھی مطمئن ہو گئے ہوں گے۔ مستغیث نے اسے اس لیے طلب نہیں کیا کہ اسے اس مقدمے میں دلچسپی تھی اور قیدی نے بھی اسی وجہ سے اسے طلب نہیں کیا لہٰذا قیدی سے کوئی بدگمانی منسوب نہ ہونی چاہیے۔

قیدی کے وکیل نے ان دقتوں کو پرزور الفاظ میں ظاہر کیا جو مقدمے کے طول کھینچنے کے باعث پیدا ہو گئی ہیں۔ آپ نے سن لیا ہے کہ موہن پرشاد کو پہلی مرتبہ جعل سازی کا شبہہ کب ہوا اور کمال الدین کے بیان سے اس کے شبہے کی تصدیق کب ہوئی۔

یہ تو آپ نے سنا ہے کہ عدالت سے کاغذات کب سپرد کیے گئے۔ اگر ان کی حوالگی میں دیر کرنے کی کوئی سازش ہوتی اور آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ بات موہن پرشاد کے اختیار میں تھی کہ حصول کاغذات سے قبل وہ مقدمے کو موثر طریقے سے چلا سکتا تھا تو مہاراجہ نند کمار کے لیے بڑی دشواری ہوتی خصوصاً اس صورت میں جب کہ دستاویز کے تمام گواہ مر چکے ہیں۔ آپ کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ عدالت میں گواہی کے لیے کھٹیا پر لایا جا سکتا ہے اور چونکہ جیوری کو اس کی شہادت لینے کی بہت خواہش ہے اس لیے عدالت نے یہ رائے ظاہر کی کہ گنگا بشن کو بلاقی داس کی جائداد سے بہت کچھ مفاد کا تعلق ہے: ایسی صورت میں وکیل تاج اسے طلب نہیں کر سکتا۔ لہٰذا قیدی سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنے وکیل سے اس بات کا مشورہ کرے کہ آیا وہ گنگا بشن کو گواہی کے لیے طلب کرنا چاہتا ہے یا نہیں۔ ساتھ ہی اس کے عدالت نے جیوری کو مطلع کیا کہ چونکہ تاج کی طرف سے گنگا بشن کو بہ حیثیت گواہ طلب نہیں کیا جا سکتا اس لیے جیوری کو بدگمان نہ ہونا چاہیے اگر قیدی بھی اسے طلب کرنے سے انکار کر دے۔

قیدی نے خواہش کی تھی کہ اسے طلب کیا جائے لیکن مسٹر ولیمس نے ثابت کر دیا کہ اگر گنگا بشن کو عدالت میں لایا گیا تو اس کی جان کو سخت خطرہ ہے (صفحہ ۹۶۶)۔

اس واقعے کا لحاظ دوسرے واقعات کے ساتھ کرنا چاہیے جو اس کی تائید میں ہیں۔ بریں ہم یہ باور کرنا چاہیے کہ اس شکل میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے کیوں کہ بہت سے گواہ اس وقت بھی زندہ ہیں جو دستاویز کی تکمیل کے وقت موجود تھے۔

دو تحریری شہادتیں موجود ہیں جن کو قیدی معتبر سمجھتا ہے۔ ان میں سے ایک کتاب کا وہ داخلہ ہے جو اقرار نامے کی رقموں کے متعلق معاہدہ ہونے کے بعد کیا گیا تھا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ وہی رقمیں ہیں جن کے متعلق کشن جیون داس نے کہا تھا کہ اقرار نامے میں درج ہیں اور جن کا داخلہ کتاب میں بھی ہے یعنی

	روپیے
دربار کے اخراجات	۶۰۰۰
دستاویز، بٹہ اور بڑھوتری	۶۹۰۰۰ ۲ ۷
	۷۵۰۰۰ ۲ ۷

دوسری[۱] تحریر اس حساب کے متعلق ہے جسے موہن پرشاد اور پدموہن داس نے پیش کیا ہے اور جس میں پدموہن داس نے اس رقم کو اپنی طرف لے لیا ہے اور اس کا حوالہ حساب مابعد میں بھی درج ہے۔

میرے خیال میں اس سے بہت زیادہ مفید نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ موہن پرشاد کا بیان ہے کہ یہ رقمیں ادا کر دی گئی تھیں اور اس لحاظ سے وہ بالیقین ان کو اپنی طرف لے لینگے تاکہ ان پر یہ رقمیں عاید نہ ہوں۔ وہ ایسا ضرور کریں گے خواہ روپیہ جایز یا ناجایز کسی طرح بھی ادا کیا گیا ہو۔

[۲] یہ بات واقعی بہت غیر اغلب ہے کہ نندکمار جیسا معزز اور دولت مند شخص اتنی قلیل رقم کے لیے ایسے ذلیل جرم کا مرتکب ہو۔

۱۔ میں نے ان کاغذات میں اپنے مصارف مقدمہ کی تفصیل امپی کی پیش کردہ وجوہ کی بنا پر درج نہیں کی ہے۔

۲۔ یہ رقم سات ہزار پونڈ سے زیادہ تھی اور اگر پدموہن داس کا بیان جو بلاقی داس کی بیوہ کے متعلق ہے صحیح ہے تو یہ رقم اس بیوہ کی نصف جائداد سے زیادہ تھی۔

یہ بات اور زیادہ غیر ممکن معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص نے بلاقی داس کی زندگی میں اس کی سرپرستی کا ثبوت دیا ہو اور اس کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم کا سلوک کیا ہو وہ اپنے اس دوست کی وفات کے بعد فوراً ہی اس کی بیوہ اور اس کے عزیزوں کو تباہ و برباد کر دے۔ اسی طرح کا ایک مقدمہ عدالت میں دائر ہوا تھا جو دیوانی کی نوعیت رکھتا تھا لیکن یہ بات فی الواقع ثابت نہیں ہوتی کہ موہن پرشاد فریق کی حیثیت رکھتا تھا اور حقیقتہً میں نہیں جانتا کہ اظہار واقعات کو کسی فریق نے بھی کیوں مناسب نہیں سمجھا۔

سلہ۔ قیدی کی تائید میں ان واقعات کو کیوں پیش نہیں کیا گیا اس کی وجہ مسٹر فیرر نے مجلس مواخذہ کے روبرو اپنی شہادت میں یوں ظاہر کی ہے۔ (فیرر کا بیان شہادت صفحہ ۱۲۱)

"یہ صحیح ہے کہ نند کمار کے مقدمے میں کسی فریق نے بھی دیوانی عدالت کی کارروائیوں کو شہادت میں پیش نہیں کیا۔ میں نے مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر شہادت میں ان کا اظہار نہیں کیا:

(۱) ان کارروائیوں میں نند کمار کے گواہوں کے بیانات متعدد اہم امور میں ایک دوسرے سے متناقض ہیں۔

(۲) عدالت نے جب مدعی کو تاکیداً طلب کیا کہ وہ خصوصیت کے ساتھ اپنے مطالبے کی نوعیت کا اظہار کرے تو اس نے صریح طور پر وثیقہ متنازعہ فیہ کو جعلی قرار دیا۔

(۳) جب مدعی نے نند کمار کو یہ موقع دیا کہ وہ اس معاملے کو ثالثی پر چھوڑ دے یا حلف اٹھائے کہ اس کا مطالبہ صحیح ہے اور یہ کہ وثیقہ متنازعہ فیہ واقعی بلاقی داس کا تحریر کردہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ نند کمار نے دونوں باتوں سے انکار کر دیا۔

(۴) جب نند کمار نے یہ دیکھا کہ اس کے انکار کی وجہ سے عدالت فیصلہ کرنے والی ہے اور فیصلے میں تعویق پیدا کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً وہ نئے گواہ بھی پیش نہ کر سکے گا تو وہ ثالثی پر رضامند ہو گیا۔

میرے نزدیک یہی وجوہ تھیں جن کی بنا پر میں نے شہادت میں ان کارروائیوں کو پیش نہیں کیا۔"

شہادت میں جس قدر گنجائش تھی اور چند منٹ جو مجھے غور و خوض کے لیے ملے تھے ان دونوں چیزوں کے اعتبار سے جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں نے اپنے خیالات ظاہر کیے۔

آپ اصحاب تمام امور پر بے لوثی، غیر جانب داری اور ایسی توجہ سے غور فرمائیں گے جیسی کہ آپ میں سے ہر ایک میں کئی روز سے اس مقدمے کی سماعت میں پائی جا رہی ہے۔

آپ غور کریں گے کہ شہادت کا کونسا پلہ بھاری ہے اور ہمیشہ یہ پیش نظر رکھیں گے کہ خصوصاً سنگین مقدمات فوجداری میں شہادت کو سونے کی ترازو میں نہ تولنا چاہیے کیوں کہ یہ ممکن ہے کہ قبل اس کہ آپ قیدی کو مجرم قرار دیں مقابلے کے پلڑے میں وزن کا بہت کچھ اختلاف ہو۔ جائداد کے مقدمات میں دونوں پلڑوں کا وزن مساوی ہوتا ہے اور شہادت میں ذرا سی خلاف بیانی پر صورت حال بدل جاتی ہے۔ لیکن سنگین مقدمے میں چونکہ جان کے برابر کوئی قیمتی شے نہیں ہوتی ہے اس لیے آپ اصحاب کو چاہیے کہ قیدی کے حق میں فیصلہ صادر کرنے سے قبل اس امر کا پورا اطمینان کر لیں کہ اس کی معصومیت کا کوئی امکان باقی نہیں رہا ہے۔

جواب دعویٰ کی نوعیت یہ ہے کہ اگر اسے باور نہ کیا گیا تو میرے فریق کے لیے سخت خطرہ[1] لازمی ہے اور اس صورت میں جب کہ آپ اسے باور نہ کریں آپ کا یہ خیال ہوگا کہ ایسی دروغ حلفی سے اس کی تائید کی گئی ہے جو شدید قسم کی ہے کیوں کہ اس کے ذریعے یہ کوشش کی گئی ہے کہ مستغیث اور گواہوں پر دروغ حلفی اور دروغ حلفی کی ترغیب دہی کا الزام عاید کیا جائے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - یہ وجوہ اس طریق کار کی بخوبی تصدیق کرتی ہیں، جو فیرر نے اختیار کیا تھا اور ان سے بڑی حد تک یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا موکل مجرم تھا۔ وہ نہ سمجھ سکا کہ ان کارروائیوں کو مقدمے میں کیوں پیش نہ کیا گیا۔ غالباً یہ وجہ ہوگی کہ ان کے مقدمے میں قطعاً جان نہ تھی۔

[1] - میرے خیال میں یہ بیان مبالغہ آمیز ہے۔ کسی اچھے مقدمے کی نسبت یہ کہدینا کہ اس میں دروغ حلفی سے کام لیا گیا ہے ہندوستان میں کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔

توقع ہے کہ آپ اصحاب مستغیث اور اس کے گواہوں کے کردار پر بار بار غور کریں گے ارتکاب جرم کی تاریخ سے مقدمے کی مدت کو ملحوظ رکھیں گے اور اس پر بھی غور کریں گے کہ قیدی نے کس قسم کا ثبوت پیش کیا اور کس نوعیت سے جرم کا اقبال کیا نیز اس کے عہدے اور مرتبے کا لحاظ رکھا جائے گا ۔ یہ تمام اسباب اس لیے بیان کیے گئے ہیں کہ آپ اصحاب اس الزام کے متعلق بے تامل یقین کرنے سے باز رہیں جو قیدی پر عاید کیا گیا ہے ۔ لیکن آپ اگر ان حلفی بیانات کو جو اس کے خلاف ہوئے ہیں صحیح تسلیم کرتے ہیں تو ان سے خود واقعات کی نوعیت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی ۔ آپ کا جذبۂ انصاف اور خود آپ کے احساسات قیدی کو مجرم قرار دینے کی اجازت اس وقت تک نہ دیں گے جب تک کہ کامل طور پر اس کے ارتکاب جرم کا یقین آپ کے ضمیر کو نہ ہو جائے ۔ اگر واقعات و حالات سے وہ مجرم ثابت نہیں ہوتا ہے تو آپ اصحاب ایسا فیصلہ صادر کرنے کی جانب مائل ہوں گے جو بشریت کے تقاضے پر مبنی ہو گا البتہ آپ کے ضمیر کو اس کے مجرم ہونے کا اطمینان ہو جائے تو مجھے یقین ہے کہ آپ اصحاب کے از روئے حلف فیصلہ صادر کرنے میں کسی قسم کا گمان حائل نہ ہو گا ۔

یہ صورت حال نند کمار کے مقدمے کی تھی ۔ اس پر میں اپنی ذاتی رائے دینے سے قبل بعض ایسے امور متعلقہ بیان کرتا ہوں جو روداد میں مندرج نہیں ہیں ۔ پہلی بات جو قابل ذکر ہے وہ خیال ہے جو امپی کے طرز عمل کی نسبت قایم کیا گیا ہے ۔ ۱۸۵۸ء میں وہ بہ حیثیت ملزم ماخوذ ہوا ۔ اس ماخوذی سے ظاہر ہوتا ہے کہ "امپی[1] قیدی کے مشیر کی طرح کام کرنے کی بجائے مستغیث کا عملی طور پر کارکن اور وکیل بن گیا اور مقدمۂ مذکور میں اس نے نہایت ذلت آمیز جانب داری کے ساتھ شہادت قلمبند کرنے کے بعد قیدی کو ملزم قرار دیا ۔ انھیں امور پر اس نے بحث کی جو مستغیث کی تائید میں تھے اور جو واقعات قیدی کے حق میں مفید تھے ان کو قطع نظر انداز کر دیا یا

[1] ماخوذی ۔ نند کمار کا الزام صفحہ ۵ ۔

سرسری طور پر ان سے گزر گیا۔ اس پوری کارروائی میں اس کی یہ علانیہ خواہش اور مصمم قصد ظاہر ہوتا تھا کہ مہاراجہ نند کمار کی تباہی اور موت کا سامان کیا جائے۔"

اس عبارت کا ہر لفظ مجھے بالکل غلط اور بے بنیاد معلوم ہوتا ہے لیکن جو بیان میں نے مقدمے کی بابت دیا ہے وہ اور امپی کی مرتبہ شہادت ہر دو بجائے خود مظہر واقعات ہیں۔ جس چیز کی طرف اب میں متوجہ ہوتا ہوں وہ ایک ایسا اسلوب بیان ہے جسے سر گلبرٹ الیٹ نے ترجیح دی اور جس میں اس الزام پر اپنے خیالات ظاہر کیے۔ سر گلبرٹ الیٹ نے مواخذۂ امپی پر جو تقریر کی تھی اس پر خود اس[1] نے ایک خاص حد تک غور مکرر کیا تھا۔ جس بیان کا ابھی اوپر حوالہ دیا گیا اس کی تائید میں اس نے حد مذکور تک ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ باقی تقریر کا اقتباس دیا گیا ہے جو پارلیمنٹی تاریخ کے تقریباً پندرہ[2] کالم پر مشتمل ہے۔ اس اقتباس میں الیٹ کی اُن دلایل و تجاویز کا ایک حوالہ بھی موجود نہیں ہے جو اس نے الزام کی تائید میں پیش کی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے (جہاں تک کہ رُوداد کا تعلق ہے) کہ اس نے مقدمے کے اس حصے کو بالکل نظر انداز کر دیا کیوں کہ دوران مقدمہ میں امپی کے طرز عمل کے متعلق اس نے کچھ بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ الیٹ نے امپی پر جو بڑے الزامات عاید کیے وہ یہ ہیں کہ اس نے ہیسٹنگز کے ساتھ یقیناً سازش کی، نند کمار پر جو مقدمہ چلایا گیا وہ بالکل غیر آئینی تھا اور خصوصاً اس حالت میں جب کہ سنگین جرم اس پر عاید کیا گیا وہ ہرگز منصفانہ نہ تھا اور حکم سزا سنانے کے بعد اسے مرافعے کی مہلت دینے سے علانیہ انکار کر دیا گیا۔ ایسا سخت اور سرگرم دشمن جس نے ایسے پُر زور الفاظ میں عدالت پر بے ضابطگی کا سنگین الزام لگایا ہو حیرت ہے کہ تحریک مواخذہ پر اس الزام سے بالکل دست کش ہو جائے۔ یہ واقعہ اس الزام کے قطعی غلط ہونے کا بہت قوی ثبوت ہے۔ بہرکیف یہ مشتبہ ہے کہ ایسی کوئی صورت حال تھی بھی یا نہیں۔

[1] ۔ پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۷، صفحہ ۳۶۴ نیز حاشیہ۔

[2] ۔ صفحہ ۴۲۷ تا ۴۴۲۔

بہر حال جسٹس نے جس نے ایلیٹ کو جواب دیا ایلیٹ کے اس اصرار پر کہ نند کمار بے گناہ ہے متحیر ہو کر کہا کہ "میں ہر گواہ کی شہادت کو انتقادی طور پر جانچنے کے معاملے میں معزز رکن کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ میں نے حقیقت میں کبھی یہ ضروری نہیں سمجھا کہ اس قسم کی مفصل تحقیقات میں پڑوں۔ میں اس عام خیال سے جو میرے سامنے آیا مطمئن ہو گیا کہ مدت دراز تک مقدمہ چلنے کے بعد بہت ہی واضح اور صاف شہادت سے نند کمار مجرم ثابت ہوا۔ مقدمے کے دوران میں عدالت اور خصوصاً سر ایلیجا امپی نے قیدی کے ساتھ نہایت شفقت کا برتاؤ کیا"! اگر ایلیٹ مقدمے کے متعلق تفصیل سے بحث کرتا تو اس کی تقریر کی رُوداد اس کے حق میں بہت ہی غیر منصفانہ ہوتی۔ میں زیادہ اغلب یہ سمجھتا ہوں کہ سٹن نے فیرر کی شہادت کے طویل و دقیق بیان کے متعلق جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے غلط حوالہ دیا اور ایک علانیہ مستند رُوداد سے ایلیٹ کی تقریر کے اہم حصے کا حوالہ قطعاً نظر انداز کر دیا گیا۔ بہر حال یہ ہو سکتا ہے سٹن نے کہا کہ "اگر کوئی شخص دیکھنا چاہے تو میرے پاس سر ایلیجا امپی کی اصلی تحریریں موجود ہیں۔ کوئی مشکوک کتاب یا تحریر نہیں ہے۔ ہر شخص کو ہر صفحے میں قابل اعتراض باتیں مل سکتی ہیں اور ایسی باتیں بھی جو قیدی کی سراسر تائید میں ہیں"۔

یہ بات تعجب خیز ہے کہ ایک واقعے کو جو امپی کے خلاف بہ زور بیان کیا جا سکتا تھا اس وقت نظر انداز کر دیا گیا جب سر گلبرٹ ایلیٹ نے امپی کی مخالفت کی تھی گو یہ واقعہ کرنیل فلرٹن کی ایک تقریر میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس واقعے کا ذکر حسب ذیل عبارت میں فیرر کی اس شہادت میں کیا گیا ہے جو اس نے مجلس مواخذہ کے روبرو دی تھی۔

لہ۔ پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۷ صفحہ ۴۴۴۔

لہ۔ یہ امپی کے ان کاغذات میں شامل نہیں ہیں جو برطانوی عجائب خانہ میں موجود ہیں۔

لہ۔ پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۷۔ صفحہ ۴۷۵۔

"عام طور پر ہمارے کُل خاص گواہوں سے تمام ججوں نے بہ استثنائے سر رابرٹ چیمبرس یکے بعد دیگرے یعنی سب سے اول مسٹر جسٹس لی مسٹر، اس کے بعد مسٹر جسٹس ہائیڈ اور آخر میں سر ایلجا امپی نے بہت ہی طویل و سخت سوالات جرح کیے مگر سر رابرٹ چیمبرس نے فی الحقیقت بہت ہی کم سوالات کیے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ کھانا کھانے کے لیے عدالت کے برخاست ہونے سے قبل (میرا خیال ہے کہ مقدمے کا دوسرا یا تیسرا دن تھا، میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کونسا دن تھا) جب قیدی کی طرف سے بیانات شروع ہو چکے تھے تو نندکمار نے خواہش کی کہ وہ عدالت سے باہر مجھ سے کوئی بات تنہائی میں کہنا چاہتا ہے۔ اسے اجازت دے دی گئی اور ہم دونوں عدالت کے اُس شاندار اور کشادہ کمرے کے ایک گوشے میں چلے گئے جہاں دوسرے اوقات میں اجلاس ہوا کرتے تھے۔ کچھ فاصلے پر ہمارے گرد اگرد شیرف (ناظم ضلع) کے لوگ تھے۔ میں ملک کی زبان سے ناواقف تھا اور نندکمار انگریزی نہ جانتا تھا۔ ہم دونوں نے مترجم کے ذریعے مبادلۂ خیال کیا۔ مترجم کا نام اوکرمنا تھا اور اس پر نندکمار کو اعتماد تھا۔ اس شخص نے بعد کو جنرل کلیورنگ کے مہاجن کی حیثیت سے کام کیا۔ نندکمار نے ابتدائے پُر زور الفاظ میں ان خدمات کا شکریہ ادا کیا جن کی انجام وہی میں مجھے زحمت اُٹھانی پڑی تھی۔ پھر وہ کہنے لگا کہ حالات کے مشاہدے سے اسے یہ یقین ہو گیا ہے کہ اب کوششیں بے سود ہیں کیونکہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ عدالت اس کی جانی دشمن بنی ہوئی ہے۔ اس قسم کی رائے قایم کرنے کی وجہ اس نے یہ بتائی کہ اس کے گواہوں کے ساتھ عدالت کا برتاؤ ایسا نہ ہوا جیسا مستغیث کے گواہوں کے ساتھ تھا۔ اس بنا پر اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ آیندہ عدالت کو نہ مجھے کوئی زحمت گوارا کرنے دے بلکہ بلا تامل اپنی قسمت کی افتاد پر صابر رہے۔ میں نے اسے پر زور نصیحت کی کہ وہ اس قسم کے خیالات ہرگز دل میں نہ لائے اور یہ یقین رکھے کہ عدالت اس کے معاملے میں انصاف کرے گی اور اگرچہ بعض باتیں اسے کسی قدر غیر معمولی نظر آئی ہوں گی کیوں کہ وہ ہماری عدالتوں سے

---

[1] - فیرر کا بیان شہادت صفحہ ۱۱ تا ۱۳

ناواقف ہے تاہم میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ایسا نتیجہ نکل سکے جیسا اس نے اخذ کیا تھا۔ اس نے مجھ سے بہت ہی زور اور سنجیدگی کے ساتھ یہ پوچھا (کیا آپ نے غور نہیں کیا کہ مستغیث کے گواہوں کے مقابلے میں میرے گواہوں کے ساتھ عدالت نے کس قدر مختلف برتاؤ کیا؟ اور کیا آپ کی رائے میں عدالت میری مخالف نہیں معلوم ہوتی؟ میں نے ان باتوں کا براہ راست جواب دینے سے گریز کیا لیکن اس سے کہا (کیوں کہ یہ باتیں اس کے ذہن میں اچھی طرح جم گئی تھیں) کہ میں ان خیالات کو جو اس نے ججوں کے متعلق ظاہر کیے ہیں کسی نہ کسی طریقے سے ان کے گوش گزار کر دوں گا۔ لیکن یہ امر بہت اہم اور نازک تھا اور میں اس وقت سوچ میں پڑ گیا کہ اسے کس طرح انجام دینا چاہیے۔ میں نے بہرحال اسے موثر طور پر سمجھایا کہ وہ اپنے دل و دماغ میں اس قسم کی باتوں کو جگہ نہ دے اور کھانے کے بعد جب اسے عدالت میں لایا جائے گا تو میں بتاؤں گا کہ اس کے متعلق میں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔ یہ وہ گفتگو ہے جو میرے اور اس کے درمیان ہوئی۔ وہ عدالت میں واپس آیا اور تھوڑی دیر کے بعد عدالت کے جج کھانا کھانے کے لیے اٹھے۔ میں نے اپنے خیالات کے بموجب عدالت میں مذکورہ باتوں کو بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ذاتی طور پر بھی ایسے واقعات کے اظہار میں مجھے بڑا شش و پنج اور اندیشہ لاحق تھا۔ بہرکیف مجھے یہ خیال ہوا کہ جب قیدی عدالت میں آئے تو صفائی کی بحث کو چھوڑ کر اس کے بیان کردہ واقعات عام طور پر عدالت کے سامنے ظاہر کر دوں اور ساتھ ہی ساتھ میں خوف زدہ بھی ہوا کہ قیدی میرے طرز عمل کو منظور کرے گا مگر چونکہ اس قسم کی ناخوشگوار صورت حال کا وقوع میں آنا مناسب نہیں تھا لہٰذا میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جو گفتگو میرے اور قیدی کے مابین ہوئی تھی اس کو ججوں سے خانگی طور پر بیان کر دوں۔ پس ججوں کے کھانے سے فارغ ہوتے ہی میں اوپر ان کے کمرے میں گیا اور مجھے بخوبی یاد ہے کہ اس واقعے کا ذکر براہ راست یا بالواسطہ میں نے اس وقت نہ بعد کو کسی سے حتیٰ کہ مسٹر بریکس سے بھی نہیں کیا جو اس مقدمے میں میرا شریک کار تھا (وکلا نیچے کھا رہے تھے اور ججوں کے کھانے کا کمرہ عدالت کے کمرے سے متصل اوپر تھا)۔ اوپر جا کر میں نے

چیف جسٹس کو چوبدار کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ وہ باہر میرے پاس آیا۔ کوئی خاص گفتگو ہونے سے قبل میرے ایما اور اس کی خواہش پر دیگر تینوں ججوں کو بھی بلا یا گیا اور وہ سب آ گئے۔ میں نے یہ التجا کی کہ جو واقعہ میں اس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں اس کے متعلق مجھ پر کوئی الزام نہ رکھا جائے کیونکہ یہ خیال بلا واسطہ یا بالواسطہ میرے دل میں پیدا نہیں ہوا ہے اور نہ میں اس کا محرک ہوں بلکہ یہ قیدی کا خیال ہے جس کا اظہار اس نے مجھ سے اس وقت کیا جب میں عدالت سے واپس ہو رہا تھا۔ یہ واقعہ آج کے کھانے کے وقت سے پہلے کا ہے اور بہت نازک معاملہ ہے۔ میری رائے میں اس کا اظہار عدالت میں ہرگز مناسب نہ تھا۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ جس طریقے سے میں اس خیال کا اظہار آپ اصحاب کے سامنے کرنا چاہتا ہوں اس سے آپ خفا نہ ہوں کیوں کہ وہ مجھے قابل اعتراض نہیں معلوم ہوتا اور میں اس خیال کو کبھی ظاہر نہ کرتا اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اس کے ظاہر نہ کرنے سے بعد کو کوئی ناگوار صورت نہ پیدا ہو جائے۔ ججوں نے آپس میں مختصر سے مشورے کے بعد میری التجا سننے کا ارادہ کر لیا۔ مجھ سے نند کمار کی جو گفتگو ہوئی تھی اس کو حتی الوسیع میں نے بجنسہٖ بیان کر دیا۔ مجھے خوب یاد ہے اور کامل یقین ہے کہ ان کے جواب کا خلاصہ حسب ذیل تھا:

اول یہ کہ جب مستغیث اور اس کے گواہ سیدھے سادے طریقے سے واقعات بیان کر چکے تو اس کے بعد ہماری صفائی کی بحث بجائے خود مشتبہ ہو گئی۔ دوم یہ کہ ان کو مستغیث کے وکلا گواہوں پر جرح کرنے کے بالکل ناقابل معلوم ہوئے برخلاف اس کے ہمارے وکلا خوب تیار دکھائی دیے اور یہ کہ اگر وہ اپنے اختیار کردہ طریقے پر عمل نہ کرتے یا آیندہ نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ انصاف کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ سوم یہ کہ عدالت نے مستغیث اور قیدی کے گواہوں کے درمیان برتاؤ میں فرق کیوں کیا اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عدالت کو قیدی کی طرف کے بیانات جیسے مشتبہ نظر آئے ویسے مستغیث کے نہیں معلوم ہوئے اور دوسرا یہ کہ عام طور پر میں نے مستغیث کے گواہوں پر اسی قدر جرح کی تھی جس قدر اس مقدمے میں ججوں کو اس کی ضرورت تھی اور جہاں کہیں میں نے

پر کچھ امور تشنہ چھوڑ دیے تھے وہاں البتہ ججوں نے گواہوں پر ایسے سوالات کیے جو ان کی نظر میں امور مذکور کی توضیح اور اغراض انصاف کی تکمیل کے لیے ناگزیر تھے۔ میرے بیان کے متعلق ججوں نے جو کچھ جواب دیا اس کا ذکر پورے طور پر میں نے یہاں کر دیا ہے مگر اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں سر رابرٹ چیمبرس کی بھی کوئی بات شامل ہے بلکہ یہ صرف دوسرے تین ججوں کے خیالات ہیں اور اس بارے میں پھر یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اپنے حافظے اور یقین کامل کی بنا پر میں ایک واقعہ جانب داری سے نہیں بلکہ من وعن اور صاف صاف اس طرح بیان کر رہا ہوں جس طرح وہ میرے اور ان کے درمیان پیش آیا اور اس کو میں (اس صورت حال کے لحاظ سے جو اب میرے پیش نظر ہے) پوشیدہ رکھنے میں خود کو حق بجانب نہیں سمجھتا۔ مجھے یاد نہیں کہ سر رابرٹ چیمبرس نے اس وقت کچھ کہا یا نہیں۔ جب دوسرے جج کمرے میں واپس گئے تو وہ پیچھے رہ گیا یا فوراً اس کے بعد عدالت کا دوسرا اجلاس اس روز شروع ہونے سے پہلے موقع پاکر (فی الواقع مجھے اس کا یقین نہیں کہ پہلے یا بعد مگر میرا خیال ہے کہ بعد کو ہی) اس نے مجھ سے گفتگو کی جب کہ اس کے اور میرے سوا اور کوئی شخص موجود نہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ جو بیان میں نے دیا اس سے اسے بہت اضطراب ہوا اور اسے اندیشہ ہے کہ اس قسم کے خیالات پھیل جائیں اور خاص طور پر اس نے مجھ سے خواہش کی کہ میں نندکمار کو اس کی جانب سے یہ کہوں کہ جو سوالات اس نے اس کے گواہوں پر کیے تھے یا آئندہ وہ کرے وہ جس قدر ان کی موافقت میں ہوں گے اسی قدر ان کی مخالفت میں بھی۔ وہ حتی الامکان ان سے بہت ہی کم صرف وہی سوالات کرے گا جو اسے کسی ایسے مسئلے کی تشریح کے لیے نہایت ضروری معلوم ہوں جس کو فریقین کے وکلا نے پیش کیا ہو اور تشنہ وغیر واضح چھوڑ دیا ہو۔ جہاں تک مجھے صحت کے ساتھ یاد ہے یہی وہ سارا واقعہ ہے جو گزرا تھا۔

اس روز کھانا کھانے کے بعد عدالت کا اجلاس شروع ہونے سے قبل میں نے نندکمار سے اس واقعے کا اظہار کیا جو میں نے ججوں سے بیان کیا تھا

اور جواب میں ججوں نے بہ غلبۂ آرا جو کچھ کہا تھا اس کا بیشتر حصہ میں نے نند کمار سے پوشیدہ رکھا البتہ سر رابرٹ چیمبرس نے جس بات کی مجھ سے خواہش کی تھی اس کا ذکر کما حقہٗ کر دیا اور حتی المقدور ہر طریقے سے جہاں تک ممکن ہوا میں نے اس کی دل جمعی کی کوشش کی۔ اس امر کے متعلق کہ ججوں کو اپنے طرز عمل کی درستی کا یقین تھا کم از کم فرضی ثبوت کے طور پر میں یہ خیال ظاہر کرتا ہوں کہ انھوں نے قیدی کے گواہوں کے ساتھ سابق کی بہ نسبت بعد کو زیادہ برا سلوک کیا۔ سر رابرٹ چیمبرس نے اپنے بیان میں جو کچھ کہا تھا اس پر میرا خیال ہے کہ وہ سختی سے قایم رہا۔"

سلہ۔ مسٹر بیورج نے لکھا ہے (کلکتہ ریویو جلد ۶۶ صفحہ ۲۸۶) "یہ صحیح نہیں ہے کہ مقدمے میں بالکل انصاف سے کام لیا گیا۔ سر ایلجا امپی کا طرز عمل اول سے آخر تک قبیح رہا" مجھے کچھ معلوم نہیں کہ یہاں کس طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اس بیان کی تائید بدرجۂ اقل بھی روداد سے نہ مجلس مواخذہ کے روبرو پیش شدہ شہادت سے ہوتی ہے اور جہاں تک مجھے علم ہے نہ تو اور کوئی شہادت موجود ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ واقعہ کیا تھا۔ مسٹر بیورج نے آگے لکھا ہے کہ "مسٹر فیرر نے جو قیدی کا وکیل تھا دارالعوام میں بیان کیا کہ اس کے گواہوں کے ساتھ ججوں نے برا برتاؤ کیا اور جب اس نے اس کے متعلق احتجاج کیا تو ان کے ساتھ زیادہ برا برتاؤ کیا گیا۔" اس تحریر سے تن کی عبارت کا محض حوالہ دیا جا سکتا ہے مگر اس سے اس کا مطلب بالکل الٹ جاتا ہے اور حقیقت میں فیرر کی طرف سے شکایت کا اظہار ہوتا ہے جیسا کہ اس کا یہ بیان ہے کہ "کم از کم فرضی ثبوت یہ ہے کہ ججوں کو اپنے طرز عمل کی درستی کا یقین تھا۔" اس کے علاوہ باقی بیان غلط ہے۔ فیرر نے نہ دارالعوام میں یہ کہا کہ اس کے گواہوں کے ساتھ ججوں نے برا برتاؤ کیا، اور نہ اس نے شکایت کی۔ برخلاف اس کے اس نے یہ بیان کیا کہ اس نے نند کمار سے کہا تھا کہ "میں نے کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ایسا نتیجہ نکل سکے جیسا نند کمار نے اخذ کیا تھا۔"

یہ بہت اہم بیان ہے اور اس سے کئی واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فیرر کا اپنے موکل کے متعلق کیا خیال تھا۔ صرف ایک خیال جو اس کو نندکمار کی نسبت نیک گمان اور اس کے بیان کو جو اس نے عدالت میں دیا صحیح بنا سکتا تھا یہ ہے کہ اُسے یہ یقین تھا اور بے شبہ اس نے یقین کیا کہ اول تو عدالت کی روش غیر منصفانہ نہیں ہے اور دوم یہ کہ ججوں نے نندکمار کے گواہوں سے جو سوالات کیے ان سے ان کے بیانات شہادت بہ ناجت ہونے پر ٹوٹ گئے کہ وہ دروغ حلفی سے کام لے رہے تھے۔ اگر اس نے عدالت کی نسبت یہ خیال کیا کہ وہ انصاف نہیں کر رہی ہے تو اس نے نندکمار سے غلط بیانی کی۔ اگر اسے یہ یقین نہیں تھا کہ نندکمار کے گواہوں نے دروغ حلفی کی تو پھر اس نے نندکمار سے اپنی ملاقات کا ذکر کرتے وقت ججوں کے جوابی بیان کے بیشتر حصے کو کیوں نندکمار سے پوشیدہ رکھا؟ ظاہر ہے کہ اس نے گواہوں کے متعلق ججوں کے مخالفانہ خیالات کو پوشیدہ ہی رکھا۔ فیرر کی شہادت سے ایک اور امر کے متعلق چیمبرس کے کردار کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کے سیاسی دوستوں نے بعد کو اس پر لعن طعن کی۔ اگر چیمبرس نے نندکمار کی رائے کو معقول خیال کیا تھا تو اسے علانیہ اس کا اظہار کرنا چاہیے تھا اور اگر ضرورت ہوتی تو جو واقعہ گزرا تھا اس پر بھری عدالت میں اعتراض کرنا چاہیے تھا۔ اگر اس نے اس واقعے کو صحیح تصور کیا تھا تو اسے اپنے ساتھیوں کا ہم خیال ہونا چاہیے تھا۔ اگر وہ مستقل مزاجی سے کام نہ لے سکتا تھا تو اسے خاموش رہ کر بالکل الگ رہنا چاہیے تھا لیکن یہ طریق عمل کہ اس نے اپنے ساتھیوں سے

لہ۔ فاکس نے ایک بالکل مختلف واقعے کے تذکرے میں کہا تھا کہ "میں سر رابرٹ چیمبرس کے طرز عمل کو پسندیدہ نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ میرا خیال ہے کہ اس نے نہایت کمزوری سے کام لیا تھا۔" (پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۷، صفحہ ۱۶۴) ایلیٹ نے سر رابرٹ چیمبرس کے متعلق یہ کہا کہ وہ ایک سادہ مزاج اور رحم دل آدمی ہے اگرچہ بڑا عالم اور راست باز ہے۔ (پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۷، صفحہ ۴۳۳)

کچھ نہ کہا اور انھیں لاعلم رکھ کر نند کمار کو جداگانہ اطلاع روانہ کی چاپلوسی پر نہیں بلکہ بزدلی پر مبنی تھا۔

دوسرا قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ امپی کے مقابلے میں لی میسٹر اور ہائیڈ نے نند کمار کے مقدمے میں بہت سرگرم حصہ لیا جس کی وجہ سے نند کمار خوف زدہ ہوا۔ یہ واقعہ بے شبہہ اس حقیقت پر مبنی ہے کہ ان دونوں نے بحیثیت ناظم مقدمۂ مذکور کی سماعت کی تھی لیکن یہ بات تعجب خیز ہے کہ جن اشخاص نے مقدمے کی کارروائی میں بڑا حصہ لیا جس سے نند کمار پر خوف طاری ہوا وہ تو بغیر کسی ملامت کے بچ نکلے اور بیچارے امپی کے سر سارا الزام تھوپ دیا گیا۔ تحقیقات مقدمے کے تقریباً دو سال بعد یعنی نومبر ۱۷۷۷ء میں لی میسٹر کا انتقال ہوا اور ۱۷۸۸ء میں اگر اس پر حملہ ہو تو اس کی قبر پر ہو سکتا تھا لیکن ہائیڈ اپنے زمانۂ رحلت یعنی جولائی ۱۷۹۶ء تک برسر خدمت رہا اور اس پر یا چیمبرس[۱] پر کسی نے کوئی الزام قایم نہیں کیا۔

بہرصورت فیرؔ کے بیان سے ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا مقدمے میں فی الواقع انصاف سے کام لیا گیا یا حقیقت میں جج نند کمار کے مخالف تھے اور انھوں نے اس کے گواہوں کے ساتھ سختی کی۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ان کے طرز عمل کی صحیح تفسیر وہی ہے جو انھوں نے برسر موقع بیان کی تھی۔ جب وکیل اپنے فرایض کو نہ سمجھ سکے تو اس وقت جج کو جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جس پر اس قسم کا واقعہ گزرا ہو۔ اگر ایک ملزم کی طرف سے عمدہ طریقے پر جواب دہی ہوئی ہے مگر وہ دروغ بیانی پر بھی محمول ہے مثلاً وہ یہ عذر کرے کہ وہ موقع واردات ہی پر موجود نہ تھا اور یہ فرض کیا جائے کہ ثبوت استغاثہ (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے) ایک ناتجربہ کار و بزدل شخص کے ہاتھ میں ہے تو یقیناً انصاف اسی وقت ہوگا جب کہ مجسٹریٹ صفائی کے بیان پر جرح کرے۔ اس سے ملزم کو

---

[۱] چیمبرس، چیف جسٹس ہو گیا تھا اور اس نے ۱۸۰۳ء میں بمقام پیرس وفات پائی۔ (کلکتۂ قدیم کی صدائے بازگشت صفحہ ۱۷۰ کا حاشیہ)

یہ احساس پیدا ہونا لازمی ہے کہ اس کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا جا رہا ہے خصوصاً اس صورت میں جب کہ جرح سے صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حاکم عدالت قابل سے قابل وکیل کے مقابلے میں جرح کرنے کا بہت بڑا حق رکھتا ہے۔ یہ حق جو اسے اپنے عہدے کی حیثیت سے حاصل ہے زیادہ تر کام میں نہیں لایا جاتا کیونکہ وکیل عموماً جرح بہت کم کرتے ہیں اس خوف کی بنا پر کہ غیر قانونی سوالات سے کہیں ان کے مقدمے کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ واقعے کی صداقت کو معلوم کرنے کے سلسلے میں۔ سوالات خواہ وہ کسی نوعیت کے ہوں مرتب کرنا آسان ہے لیکن یہ نہایت مشکل امر ہے کہ ایسے سوالات منتخب کیے جائیں جن سے اسی قدر صداقت کا پتہ چل جائے جو موکل کے لیے مفید ثابت ہو اور ایسے سوالات سے گریز کیا جائے جن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اس کی بہتر مثال نند کمار کے ان سوالات سے مل سکتی ہے جو کشن جیون داس پر کیے گئے اور جن سے اس کو بدرجۂ غایت نقصان پہنچا۔

اس مقدمے کی رُوداد میں مجھے ذرا سی بھی کوئی بات نہ ملی کہ نند کمار کے گواہوں سے نامناسب جرح کی گئی ہو۔ لیکن رُوداد میں ایک نقص یہ ہے کہ اس میں یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ گواہ کس نے طلب کیے تھے اور نہ گواہوں کے بیانات اور جوابات جرح میں کوئی فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ وکیل سرکار کی ابتدائی و اختتامی تقریر کو بھی بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ ایسی تقریریں ہوئی تھیں یا نہیں اور رُوداد مذکور میں کسی وکیل سرکار کا نام بھی درج نہیں ہے گو ایک یا دو مقام پر اتفاق سے مسٹر ڈرہم کا ذکر آ گیا ہے۔

اس مقدمے میں سب سے زیادہ اہم بات بیان صفائی کی نوعیت ہے۔ مجلس مواخذہ میں فیرر[1] نے جو شہادت دی تھی وہ یہ ہے: "ملزم کی طرف سے بیان صفائی میں میرا اصل مقصد یہ تھا کہ جواب دہی حتی المکان وسیع معنوں میں کی جائے اور مستغیث کے لیے یہ صورت پیدا کر دی جائے کہ وہ تھوڑی تھوڑی

---

[1] فیرر کا بیان شہادت صفحہ ۵۔

بحث کرے اور میں ہر اعتراض کو حتی الوسع صاف کر سکوں" اس تجویز کو عمل میں لانے کے لیے اس نے یہ کیا کہ پہلا سارا دن قانونی اعتراضات میں گزار دیا۔ اس[1] نے ابتدائی الزام پر یہ اعتراض کیا کہ وہ مستغیث کی تحریک پر باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں غلط تاریخ کا اندراج تھا۔ یہ اعتراض مسترد ہو گیا۔ وہ معترض ہوا کہ قیدی کو کٹہرے میں رکھا گیا اور اس کا ہاتھ اوپر اٹھایا گیا۔ یہ اعتراض بھی مسترد ہو گیا۔ اس نے مذبذب طور پر پس وپیش کرتے ہوئے عدالت کے اختیارات پر اعتراض کیا۔ اس سے ایک اہم ترین سوال پیدا ہوا جس کے متعلق میں نے کسی مقام پر بحث کی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فیرر نے اس وقت اس کی اہمیت کو بخوبی نہیں سمجھا۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ اس کا اعتراض مسترد نہیں ہوا بلکہ واپس لے لیا گیا۔ اس نے قیدی کی جانب سے احتجاج کیا کہ اس پر مقدمہ نہ چلایا جائے۔ اس تحریک کو عدالت نے یہ جواب دے کر مسترد کر دیا کہ "منشور[2] کے توانین و دفعات کی رُو سے جس طرح اور کسی شخص پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے اسی طرح اس پر بھی چلایا جا سکتا ہے اور یہ کہ عدالت کو اس مقدمے میں کوئی خاص بات نظر نہیں آتی" پھر اس نے دوسرا احتجاج کیا جس پر عدالت نے مضطرب ہو کر کہا "مجھے اچھی طرح جاننا چاہیے (جیسا کہ فی الحقیقت میرا فرض ہے) کہ اس قسم کے مطالبات یا احتجاجات تسلیم کیے جا سکتے ہیں نہ ان پر کوئی توجہ کی جا سکتی ہے"

مسٹر فیرر نے جواب دیا کہ واقعات عجیب وغریب ہیں اور عدالت کے اختیارات پر بحث کیے بغیر پھر اس نے بعض ایسی دلایل بیان کیں جن کا استعمال اس نے اس وقت کیا تھا جب کہ اس کی غیر مفید تحریک پیش ہوئی تھی لیکن "عدالت نے مجھے روک دیا اور قیدی کو ناگزیر طور پر جواب دہی کے واسطے طلب کیا گیا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ مسٹر جسٹس لی مسٹر نے

۱۔ اس قسم کی تحریک مبنی بر واقعہ تھی۔ یہ اس زمانے میں عام بات تھی جب کہ کسی الزام تحریری میں زمانۂ حال کے قانون کی طرح تغیر و تبدل کا عمل آنا ممکن نہ تھا۔

۲۔ صفحہ ۸۔

یہ کہا کہ وہ بے زبان تصور کر لیا گیا" یعنی اس زمانے کے قانون کی رو سے وہ مجرم قرار دیا گیا۔ پھر اس نے اس وقت کے مروج طریقے کے مطابق مجرم نہ ہونے کی بحث کی۔

قیدی کی جواب دہی سے متعلق اس قسم کے ابتدائی خفیف مناقشات اب بالکل متروک ہو گئے ہیں کچھ تو اس وجہ سے کہ زمانۂ قدیم کے اصول منسوخ کر دیے گئے ہیں یا عدالت کے اختیارات ترمیم کے بموجب ان میں اصلاح کر دی گئی ہے اور کچھ اس وجہ سے کہ اصل قانونی اعتراضات وارد کرنے کے بہتر طریقے قائم کیے گئے ہیں اور کچھ اس وجہ سے بھی کہ قیدی اپنے عذرات وکیل کے ذریعے پیش کر سکے۔ یہ اظہارات لایعنی ہیں کیونکہ قیدی کا مقدمہ اگر درست بھی ہو تو متعدد غیر مفید اعتراضات کرنے سے وہ ابتر حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مسٹر فیرر نے جو اعتراضات کیے تھے ان میں سے کوئی بھی اہم نہ تھا بجز ایک کے جو عدالت کے اختیارات کے متعلق تھا اور اس خصوص میں بھی وہ اچھی طرح بحث نہ کر سکا۔ اس زمانے کا قانون یہ تھا کہ قیدی کے وکیل پر جب سنگین جرم عاید ہو جاتا تو وہ جیوری کو مخاطب نہ کر سکتا تھا۔ اس قاعدے کی سختی کو نند کمار کے حق میں اس حد تک کم کیا گیا کہ اس کے وکیل کے بیانات قلمبند کر لیے گئے جن کو امپی نے اجلاس عدالت سے

۱۔ بے زبان قرار دیے جانے کا نتیجہ یہ تھا کہ اسے موت کی سزا دینے کے لیے سنہ ۱۷۷۲ء تک اصرار ہوتا رہا جب کہ قانون '۱۲۔ جارج سوم' باب ۲۰ کی بنا پر یہ قاعدہ نافذ ہوا کہ بے زبان یا خاموش کھڑا ہونا مجرم ہونے کے مساوی ہے۔ (ملاحظہ ہو میری کتاب 'تاریخ قانون فوجداری' جلد اول صفحہ ۴۲۹)۔ نند کمار کے مقدمے میں ایک قابل توجہ امر یہ ہے کہ اگر یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ۲۔ جارج دوم' باب ۲۵ کا قانون کلکتے میں نافذ نہ تھا دلایل معقول ہیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ جواب دہی سے نند کمار کے انکار کر دینے کی صورت میں اسے موت کی سزا ملنی چاہیے۔

ان آرا کے ساتھ پڑھ کر سنایا جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ قاعدہ واقعی بڑا تھا اور یہ بات قابل افسوس ضرور ہے کہ ججوں نے یہ تسلیم نہیں کیا کہ قاعدۂ مذکور ہندوستان پر منطبق نہیں ہوتا۔ لیکن اصولی قواعد اور پیشہ ورہی معمولات کا جو اثر انسان کے دماغ پر پڑتا ہے اس کا بھی بڑا لحاظ ہونا چاہیے۔ بہرحال عدالت نے فیرر سے کہا[1] کہ نند کمار جو کچھ جواب دہی میں کہنا پسند کرے اس کا اظہار کر دیا جائے۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ نند کمار نے کچھ بھی کہا۔ وکیل سرکار کی بحث کے بعد فیرر[2] نے مختصر الفاظ میں ان واقعات کا ذکر کیا جن کے متعلق اس کا بیان شہادت پیش ہونے والا تھا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا فیرر ایک نوجوان و ناتجربہ کار شخص کی حیثیت سے تھوڑا بہت عدالت سے خوف زدہ ہوا یا نہیں۔ یقیناً چند ہی وکلا کو اپنے ابتدائی زمانے میں ایسے عظیم و اہم مقدمے سے سابقہ پڑا ہوگا۔ اگر فیرر حقیقۃً اپنے فن کا ماہر اور آزاد خیال و باہمت شخص تھا تو اپنے موکل کی حمایت میں اس نے جو طریق کار اختیار کیا تھا اس کا معنی خیز ہونا ضروری ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مقدمے کی ابتدا کے وقت اُسے کسی ایسی بات کا علم اور نہ گمان تھا جس سے بعد کو ہیسٹنگز پر الزامات عاید ہونے کی نوبت آئے گی۔ اول سے آخر تک اس نے براہ راست یا کسی سوال جرح کے ذریعے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ نند کمار کے خلاف الزام ایک عداوتی استغاثہ ہے اور اس سے اس شخص کی زبان بندی مقصود ہے جس نے ہیسٹنگز کو متہم کیا تھا۔ اگر حقیقت واقعہ یہ ہوتی تو اس سے نفس معاملہ میں کافی مدد مل سکتی تھی۔ اور اس کو بہت آسانی سے ثابت کیا جا سکتا تھا۔ موہن پرشاد نہ صرف پیروکار مقدمہ تھا بلکہ مستغیث کی طرف سے خاص گواہ بھی تھا۔ دوران مقدمہ میں اسے آٹھ یا نو مرتبہ شہادت کے لیے طلب کیا گیا۔ نند کمار نے (جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں) بیان کیا کہ اسے

---

[1] - بیسویں سرکاری رُوداد مقدمہ صفحہ ۹۴۰ -

[2] - ایضاً صفحہ ۹۶۸ -

ہیسٹنگز پر الزام عاید کرنے کا خاص موقع اس وقت ملا تھا جب کہ اس نے موہن پرشاد کی تائید کی تھی۔ معمولی ہنرمندی کے ساتھ سوالات کیے جاتے تو ان کے ذریعے ہیسٹنگز سے موہن پرشاد کی دوستی کا انکشاف ہو جاتا، اس کا یہ علم کہ نند کمار نے ہیسٹنگز پر رشوت ستانی کا الزام لگایا ظاہر ہو جاتا نیز یہ واقعہ (اگر صحیح تھا) معلوم ہو جاتا کہ اس نے اس خصوص میں ہیسٹنگز سے مراسلت کی تھی۔ مختصر یہ کہ ہر اس بات کا پتہ چل جاتا جو استغاثے کی ابتدا کے بارے میں مشہور یا مشتبہ تھی۔ اس نوعیت کا کوئی سوال ہی نہیں کیا گیا۔ اس سے یقیناً یہ ثابت ہوتا ہے کہ نفس معاملہ میں نند کمار یا اس کے مختار کو قطعی معلومات یا خاص بدگمانی نہ تھی نیز یہ کہ کمال الدین سے یہ سوال نہیں کیا گیا کہ وہ کنتو بابو کی بجائے جو ہیسٹنگز کا مہاجن تھا بیعنامہ دار تھا یا نہیں۔ اس بارے میں بیورج کہتا ہے کہ وہ بیعنامہ دار تھا۔ اگر یہ اصل حقیقت ہو تو اس کے متعلق کوئی علم یا شبہہ ہونا چاہیے تھا۔ یہی خیال گو ذرا کم قوت کے ساتھ ہی مشیر قانونی ڈرائیور پر بھی عاید ہوتا ہے۔ اس کو بھی گواہ کی حیثیت سے طلب کیا گیا تھا۔ مقدمے کی اصلیت کے متعلق اس پر جرح کیوں نہیں کی گئی؟ اس کی ایک وجہ فیرر کی اس شہادت میں بیان کی گئی ہے جو مجلس مواخذہ میں دی گئی تھی کیوں کہ فیرر خود جانتا تھا کہ فی الواقع مقدمے کی بنا کیا تھی اور مقدمے کی ابتدائی حالت میں تفصیل واقعات پر روشنی ڈالنے سے اس کے موکل پر کیسا برا اثر پڑے گا یا مستغیث کو اس قسم کی تفصیل میں پڑنے کا موقع دینے سے کیا صورت پیش آئے گی۔

ایک مدت کے بعد دارالعوام کے اجلاس میں امپی نے اپنی جواب دہی میں یہ کہا کہ "افواہ اور محض افواہ کی بنا پر معلوم ہوا تھا کہ نند کمار نے ہیسٹنگز پر رشوت ستانی کے الزامات عاید کیے تھے .... الزامات کی تفصیل اکثر ارکان کونسل کی رائیں، ان کی صداقت، الزامات سے متعلق کارروائی مسٹر ہیسٹنگز کا طرز عمل، وجوہ جن کی بنا پر اکثر ارکان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ الزامات قابل گرفت

سلہ۔ پارلیمنٹی تاریخ جلد ۲۶ صفحہ ۱۳۸۰۔

ہو سکتے ہیں یہ تمام واقعات آسانی سے ثابت ہو سکتے تھے اور انسپ طور پر جیوری کی سماعت کے لایق تھے۔ ان کو یقیناً شہادت میں پیش کرنا چاہیے تھا اور اگر یہ صحیح ہوتا جیسا کہ بیان[۵] کیا گیا ہے کہ یہ ایسے واقعات تھے جن سے ہر واقف حال شخص بلاشبہہ یہ رائے قایم کر سکتا تھا کہ یہ مقدمہ اس لیے دایر کیا گیا ہے کہ ہیسٹنگز کے خلاف عاید کردہ الزامات کا ازالہ ہو جائے تو اس قسم کی شہادت کیوں پیش نہیں کی گئی؟ عدالت اور جیوری کو ان واقعات کا علم کیوں نہیں کرایا گیا؟ اگر ان واقعات کی صداقت کا جیوری کو یقین ہو جاتا تو وہ قیدی کو رہا کرنے میں کبھی پس و پیش نہ کرتی۔ اگر ججوں کو اس کی بے گناہی کا یقین ہو گیا ہوتا تو ان کا فرض تھا کہ وہ اس کی رہائی کا حکم[۶] دیتے۔ اس قسم کا یقین پیدا کرنے کے لیے واقعات مذکور مقدمے کے ابتدائی زمانے ہی میں کافی تصور نہیں کیے گئے تھے، اگر کافی سمجھے گئے ہوتے تو وہ اس کی جواب دہی کا اہم جزو بن جاتے۔ پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ ان واقعات سے اس مقدمے کی کارروائیوں کے تیرہ برس کے بعد اب مذکورہ بالا یقین پیدا ہونا چاہیے؟"

یہ خیالات مجھے ایسے وزنی معلوم ہوتے ہیں جیسے اس عبارت کے الفاظ جن میں وہ ظاہر کیے گئے ہیں باثر اور بامعنی ہیں۔

اسی طرح کا اور ایک خیال اس حقیقت سے پیدا ہوتا ہے کہ خود نند کمار نے واقعات بالا کو اپنے جواب صفائی میں بیان نہیں کیا۔ یہ بات قابل تسلیم ہے کہ انگریزی قوانین و ضوابط عدالت کی ناواقفیت کی وجہ سے وہ ان سے مستفید نہ ہوا مگر اس نے طریق جواب دہی کے متعلق اپنے وکیل سے ضرور مشورہ کیا ہوگا اور اگر اس نے فیرر سے کہا تھا کہ اسے یقین واثق ہے کہ یہ مقدمہ ہیسٹنگز نے قایم کرایا ہے اور اپنے اس بیان کی تائید میں اس نے معقول وجوہ بھی پیش کی تھیں تو فیرر نے اسے مشورہ دیا ہوگا کہ اس واقعے کو

۵۔ یہ بیان اُس مواخذے کی دفعات میں جو امپی سے کیا گیا درج ہے۔
۶۔ اس کا امکان نہ تھا لیکن کم از کم تجویز پیش کر کے کسی کو مشورہ دیا جا سکتا تھا۔

جیوری سے بیان کر دیا جائے۔ اس قسم کے ذہنی اور دلچسپ بیان کو موزوں طور پر مرتب کرنے کے لیے کسی فصاحت و بلاغت یا ہنر و کمال کی ضرورت نہ تھی۔ اگر نند کمار تقریر کرنے کا عادی نہ تھا تو اس زمانے کے رسم و رواج کے مطابق اپنے بیان کو لکھ تو سکتا تھا یا غیر اس کے بیان کو لکھ سکتا تھا ہر صورت میں یہ بیان جیوری کے سامنے پڑھا جا سکتا تھا اور اگر (جیسا کہ مواخذے کی کارروائی سے ظاہر ہے)" مذکورہ الصدر واقعات سے ہر واقف حال شخص بلا شبہہ یہ رائے قایم کر سکتا تھا کہ یہ مقدمہ اس لیے دایر کیا گیا ہے کہ ہیسٹنگز کے خلاف عاید کردہ الزامات کا ازالہ ہو جائے" تو اس بیان کا جیوری کو یقین ہو جاتا۔

ان تمام امور کو مجموعی حیثیت سے دیکھا جائے تو میری ذاتی رائے[1]

---

[1] - مسٹر بیورج (کلکتہ ریویو جلد ۶۶ - صفحہ ۲۸۰) کا بیان ہے کہ "کسی حاکم عدالت یا متقدر شخص نے کہا کہ اس نے ساری کارروائی دیکھی اور یہ کہ نند کمار کے مقدمے کی کارروائی بیان ایسی ہی ایمان داری سے کی گئی جیسی انگلستان میں کی جاتی۔ غالباً یہ بیان مبالغہ آمیز نہیں ہے۔" یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں مبالغہ ہو خصوصاً اس صورت میں جب کہ صدر جج پر خون ناحق کا الزام لگایا گیا ہے۔ کیا لارڈ مینسفیلڈ اور اس کے ساتھی خون ناحق کرنے کے عادی تھے؟ کیا مسٹر بیورج نے اٹھارویں صدی یا زمانۂ حال کے تعزیری نظم و نسق انگلستان کا مطالعہ کیا ہے؟ کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ کن خصوصیات کے تحت وہ اب نا انصافی پر مبنی ہے اور کس اعتبار سے بمقابلہ ۱۸۸۵ء کے ۱۷۷۵ء میں بہت زیادہ نا انصافی پر مبنی تھا؟ میں اس موضوع پر تیس سال سے زاید مدت تک نظری اور عملی طور پر مطالعے میں مصروف رہا ہوں لیکن متعدد امور میں بعض مسلم اسباب کی بنا پر مجھے مسٹر بیورج سے قطعی اختلاف ہے۔ مسٹر بیورج نے جو وجوہ بیان کی ہیں ان کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ نند کمار کا مقدمہ ایمان داری سے کیوں نہیں چلا گیا۔ وہ کہتا ہے کہ دستاویز فارسی زبان میں تھی اور گواہ بنگالی تھے۔ یہ بات آسان نہیں ہے کہ کسی مقدمے کو جس کا انحصار یقیناً غیر ملکی زبان کی مہروں اور دستخطوں کے مقابلے پر ہو برطانوی جیوری خواہ وہ کیسی ہی ذہین کیوں نہ ہو خاطر خواہ طور پر فیصل کر دے۔ لفظ "یقیناً" سے اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ

یہ ہے کہ کسی شخص کے مقدمے میں ایسی منصفانہ کارروائی کبھی ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے جیسی نندکمار کے متعلق عمل میں آئی اور ۲ یہ کہ خاص کر امپی نے نہایت دیانت و انہماک کے ساتھ اپنے فرایض انجام دیے۔ دارالعوام کے اجلاس میں اس نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ مسٹر بیورج نے کارروائی مقدمہ کو پڑھا ہی نہیں یا اس کو مطلق نہیں سمجھا۔ سابق بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمے کا انحصار کسی حد تک بھی دستخطوں کے مقابلے سے متعلق نہ تھا۔ رہا مہروں کا معاملہ تو جیوری کو اس بات پر غور کرنا تھا کہ کمال الدین نے مہر کا جو ٹھپا پیش کیا تھا آیا اس میں بھی باریک لکیر کا وہ نشان ہے یا نہیں جو دستاویز کی مہر میں نظر آتا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کیوں اچھی بینائی رکھنے والا کوئی شخص خود کو اس معاملے میں مطمئن نہ کرسکے خواہ وہ فارسی جانتا یا نہ جانتا ہو۔ اگرچہ یہ معاملہ اہم ضرور تھا لیکن مقدمے کا صرف ایک معمولی جز تھا' بلا شبہہ پیچیدہ و دقت طلب بھی تھا لیکن ایسے واقعات پر مشتمل تھا جو بالعموم جیوری میں پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ تھا لیکن اس معاملے کو مقدمے کی منصفانہ کارروائی سے کیا تعلق تھا؟ منصفانہ کارروائی کے معنی ہیں غیر جانب داری کے جو جذبۂ مخالفت یا جانب داری سے پاک ہو۔ کیا مسٹر بیورج یہ کہہ سکے گا کہ اب برطانوی ہند میں ایمان داری سے کسی مقدمے کی کارروائی نہیں ہوتی کیوں کہ اس قسم کے مقدموں کا تعلق زیادہ تر ان واقعات سے ہوتا ہے جن کو بمقابلہ انگریز ججوں کے دیسی جج اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں؟ اس موقع پر مسٹر بیورج کا طرز بیان قابل ملاحظہ ہے جو اس کی تحریر میں پایا جاتا ہے۔ "کوئی حاکم عدالت یا مقتدر شخص" کہنے سے کسی قدر تحقیر مقصود ہے' گویا یہ کوئی بات ہی نہیں کہ وہ کون تھا اور اس نے کیا کہا۔ یہ محض چالاکی کا مظاہرہ ہے جس سے مسٹر بیورج مستثنیٰ نہ تھا۔ مثلاً وہ کہتا ہے "ذہین ہندوستانی' جو ہندوستان میں ہمارے نزدیک سیاسی فرینکلسٹین کی حیثیت رکھتا ہے انگلستان میں ہمارے ہم وطنوں کی نظر میں ایک فہیم غیر ملکی' کا درجہ رکھتا ہے۔ کیا مسٹر بیورج کا یہ خیال ہے کہ وہ انگریز جو ہندوستان میں ہیں اور وہ جو انگلستان میں ہیں ایسے دیو ہیں جنھیں علی الترتیب ذہین ہندوستانی اور فہیم غیر ملکی معرض وجود میں لائے ہیں؟

اپنی جواب دہی کے وقت یہ کہا تھا" میرا[1] ضمیر گواہ ہے کہ جہاں تک انصاف کا تعلق ہے میں قیدی کے ساتھ ہر ممکنہ مہربانی اور رعایت کرنا چاہتا تھا۔ ہمیشہ یہی چاہتا رہا کہ واقعات اس کی تائید میں پلٹا کھا جائیں۔ یہ بڑی حیرت کی بات ہے کہ میں جو چاہتا تھا واقعات سے اس کے خلاف نتیجہ برآمد ہوا۔ جس کی وجہ سے ہر سمجھ دار شخص میرے ذاتی طرزِ عمل پر اعتراض کر سکتا ہے کہ میں نے قیدی کے ساتھ سختی کا سلوک کیا"

میں نے بذاتِ خود دقیق نظر سے اس مقدمے کا مطالعہ کیا ہے جس سے مجھے یقین واثق ہو گیا ہے کہ اس کا ہر لفظ عین صداقت و انصاف پر مبنی ہے۔

سرکاری مقدموں میں امپی کے طریقِ کار پر جو کچھ کہا گیا ہے اور مکالے نے اس کے کردار کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے ان دونوں بیانوں میں نمایاں تضاد پایا جاتا ہے اور اسی چیز نے فی الحقیقت سب سے پہلے اس موضوع کی طرف مجھے متوجہ کیا۔ اس کے بیان کردہ خلاصۂ شہادت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس کے لیے مجھے نادم ہونا پڑتا اگر وہ میری زبان سے نکلتا اور روداد مقدمہ کے کامل مطالعے پر بھی مجھے کوئی خیال ایسا پیدا نہیں ہوا جس کی طرف امپی کا ذہن منتقل نہ ہوا ہو۔ رہا فیصلے کا معاملہ تو میرے خیال میں اس کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے کافی شہادت موجود ہے۔ فی الواقع یہ فیصلہ درست تھا یا نہیں ایک ایسا سوال ہے جس کے متعلق میں اپنی ناقص رائے کا اظہار نہیں کر سکتا کیوں کہ اس وقت گواہوں کے بیانات کی اہمیت کا قطعی طور پر اندازہ کرنا غیر ممکن ہے، اس وجہ سے کہ شہادتوں کے بعض حصے میری سمجھ میں نہیں آئے۔ البتہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر قیدی کی طرف سے گواہ نہ طلب کیے جاتے اور محض مستغیث کے گواہوں کے بیان پر مقدمے کے فیصلے کا انحصار ہوتا تو میرے نزدیک نند کمار مجرم نہ ہونا چاہیے۔ اس کی مہر کے متعلق کمال الدین کی شہادت، اور نند کمار کا اقبالِ جرم اور صلابت کی تحریر کے متعلق شہادت یہ چیزیں میری رائے میں ایسی مستحکم نہ تھیں کہ اتنی طویل مدت

[1] ۱۶ پارلیمنٹری تاریخ صفحہ ۱۳۹۳۔

گزرنے کے بعد جرم کو ثابت کر سکیں۔ دوسری طرف بہت سی جھوٹی شہادتیں پیش کر دی گئیں اور کشن جیون داس کے بیان سے وثیقے کی عبارت کو غلط ثابت کیا گیا۔ ان واقعات نے مقدمے کا رخ پلٹ دیا۔ فیرر نے جو بیان دیا ہے اور اس میں ان واقعات کو عدالت دیوانی میں نہ پیش کرنے کی جو وجوہ بتائی ہیں ان سے فیصلے کی صداقت کی پُرزور تائید ہوتی ہے۔

فیرر نے اپنی شہادت[51] میں فیصلے کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے اس کا حسب ذیل مختصر سا اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے:

"جب میں صفائی[52] کا بیان ختم کر چکا تو میں بالکل تھکا ہوا تھا۔ کلکتے کے نہایت گرم موسم میں بہت دیر تک عدالت میں اور عدالت سے باہر دن رات غیر معمولی دماغی و جسمانی تکان برداشت کرنے کے باعث میری طبیعت بہت کسلمند ہو گئی تھی اس لیے میں فوراً عدالت سے واپس ہو کر گھر گیا اور آرام کرتا رہا یہاں تک کہ میں چیف جسٹس کا بیان یا اس کا کوئی حصہ نہ سن سکا۔ فیصلے کے متعلق پہلی اطلاع جو مجھے ملی مدعیٰ علیہ کے وکیل مسٹر جیرٹ نے دی۔ اس نے چار بجے صبح میری خواب گاہ میں آکر مجھے جگایا اور کہا کہ جیوری نے اپنے فیصلے میں نند کمار کو مجرم قرار دیا ہے۔ صبح جب میں اٹھا تو میری میز پر مسٹر بریکس کا جو اس مقدمے میں میرا شریک کار تھا ایک خط رکھا ہوا ملا جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ میں مسٹر بریکس کی تحریر سے خوب واقف ہوں۔ میں نے اکثر اسے لکھتے دیکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ پورا خط اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے اور میں باور کرتا ہوں کہ مسٹر بریکس اب زندہ نہیں ہے۔"

بریکس کا خط حسب ذیل تھا۔

"جناب مکرم۔ میں نہایت تاسف کے ساتھ اس واقعے کی اطلاع آپ کو دے رہا ہوں جو غالباً آپ نے پہلے ہی مسٹر جیرٹ اور مسٹر فاکس کرافٹ سے سن لیا ہوگا کہ

۵۱۔ مجلس مواخذہ کی رُوداد صفحہ ۱۱۔

۵۲۔ فیرر کا بیان صفائی صفحہ ۱۵۔

نہ صرف راجہ مجرم قرار پایا بلکہ مسٹر ڈرہم مستغیث کی جانب سے میر اسد علی، شیخ یار محمد اور کشن جیون داس پر دروغ حلفی کے متعلق عدالت کے حکم سے مقدمہ چلانے والا ہے۔ راجہ کی کیسی بدنصیبی ہے کہ اس نے اپنے اوپر یہ مصیبت کشن جیون داس پر آخری جرح کرانے کی خواہش کرکے نازل کر لی جس کی وجہ سے اس کی سابق شہادت کی ساری اہمیت خاک میں مل گئی۔ شہادت کا خلاصہ کرتے وقت سر الیجا کا یہ خیال تھا کہ جرح کے آغاز سے شہادت کا بیان ختم ہونے تک وہ ایک راست باز اور غیر جانب دار گواہ ثابت ہوا اور وہ (سر الیجا) جیوری کو ہدایت کرتا کہ اسے مجرم نہ تجویز کیا جائے کیوں کہ وہ سمجھتا تھا کہ اقرار نامے کے وجود کو اس نے صاف طور پر ثابت کر دیا ہے تا آں کہ شہادت کے ختم ہونے کے بعد اس نے مبہم باتیں کیں۔ میں وہ یادداشتیں ملفوف کر رہا ہوں جو آپ نے سر الیجا کو دی تھیں جس نے آپ کی اور میری یادداشتوں سے فایدہ اٹھایا۔ تھوڑا سا آرام لینے کے بعد جس کی مجھے سخت ضرورت ہے کیوں کہ میں کل تین بجے صبح کے بعد سے دو گھنٹے سے زیادہ نہیں سویا ہوں آپ سے ملنے آؤں گا اور مشورہ کروں گا کہ آیندہ کیا تدابیر اختیار کی جائیں۔ میں اس معاملے میں خوشی کے ساتھ حتی المقدور آپ کی امداد کروں گا کیوں کہ میں فی الحقیقت اس ضعیف شخص کے مقدمے سے متاثر ہوں۔

جمعہ بوقت صبح — میں ہوں آپ کا مخلص

۱۶ جون ۱۷۷۵ء — سی، ایف، بریکس "

مسٹر بیورج نے مقدمے کے متعلق جو کچھ خیالات ظاہر کیے ہیں ان کے متعدد حوالے میں نے اس لیے دیے ہیں کہ وہ آخر ترین اہم شخص ہے جس نے اصلی کاغذات کا علم حاصل کرکے نفس موضوع پر بحث کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ان کاغذات کا مطالعہ محنت سے کیا ہے گو کافی طور پر ہوشیاری کے ساتھ نہ ہوا ہو۔ اس نے خاطر خواہ یہ کوشش کی ہے کہ برک کے اس خیال کی حمایت کی جائے کہ ہیسٹنگز نے امپی کے ہاتھوں نند کمار کو قتل کرایا۔ میرے خیال میں یہ بات قابل تسلیم ہے کہ جب گورنر جنرل کی ترغیب دہی سے کوئی جج خون ناحق کا

مرتکب ہو کر ملزم قرار پائے تو شہادت کے اہم ترین حصے میں سازش قتل کی تحقیقات کا ذکر ضرور ہونا چاہیے۔ یہ ممکن اور قرین قیاس ہے کہ اس قسم کی سازش کرتے وقت کسی شخص نے گورنر جنرل اور چیف جسٹس کی گفتگو سن لی ہو یا اس بارے میں کوئی خطوط برآمد ہوئے ہوں لیکن ایسی شہادت کی جس کا اس مقدمے میں پتا نہیں چلتا غیر موجودگی میں مقدمے کی جایز یا ناجایز کارروائی، شہادت کا اہم جزو ہونا چاہیے۔ یہ کہنا کہ ایک شخص عدالت کے حکم سے قتل کیا جاسکتا ہے جب مقدمے کی سماعت ایمان داری سے کی گئی ہو اس اقرار کے مساوی ہوگا کہ ایک طبیب اس مریض کو ہلاک کرسکتا ہے جسے اس نے احتیاط سے مناسب دوائیں استعمال کرائیں۔ نیک نیتی سے مقدمے کی سماعت کرنے کے بعد اگر ایک قیدی کو جو مجرم ثابت ہوا پھانسی دے دی گئی یا ایک ڈاکٹر سے کسی مریض کا موزوں و کامل علاج ہونے کے بعد اگر مریض مر گیا تو میرے خیال میں یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ جج یا ڈاکٹر کو قیدی یا مریض کا قاتل اس بنا پر قرار دیا جائے کہ وہ قیدی یا مریض کی موت کا خواہاں تھا۔ ان صورتوں میں صحیح نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ متضاد حالات میں بھی جج یا طبیب، قاتل نہیں گردانا جاسکتا۔ البتہ یہ بڑا ہی ظلم ہوگا اگر جج یا ڈاکٹر کو اپنے کام سے کوئی دلچسپی نہ رہی ہو۔

اگر قتل کسی ایسی سازش کا ثبوت تھا بھی جس کے متعلق اثنائے راہ میں خطوط پکڑے گئے یا پوشیدہ طور پر گفتگو سن لی گئی تو مقدمے میں جس نیک نیتی یا عمدہ برتاؤ سے کام لیا گیا اس سے ظاہر ہوگا کہ سازش پر عمل نہیں کیا گیا۔ فرض کیا جائے کہ زید عمر سے جو طبیب ہے اس بات پر اتفاق کرتا ہے کہ عمر بکر کو جس کا وارث زید ہے زہر دے کر مار ڈالے۔ عمر بکر کا علاج نہایت عمدگی سے کرتا ہے مگر بکر مر جاتا ہے۔ کیا عمر نے اسے زہر دے کر مار ڈالا؟ اور کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ عمر نے بکر کو زہر دے دیا تھا جب کہ علامات سے یہ بات ظاہر تھی کہ اس نے زہر نہیں دیا کیونکہ اس کا یہ صحیح خیال تھا کہ بکر کی حالت مایوس کن تھی اور وہ بغیر زہر دینے کے بھی مر جائے گا اور اگر بکر کی موت پر عمر مسرور بھی ہوا تو صورت حال میں کیا فرق ہوگا؟ موجودہ مقدمے میں کسی قسم کی سازش کا

ثبوت نہیں ملتا بجز اس کے کہ جو کچھ کارروائی مقدمہ سے اخذ کیا جائے اور نہ یہ ثبوت ملتا ہے کہ امپی کو نندکمار کے قتل سے دلچسپی تھی اور اس کی موت سے امپی کو خوشی ہوئی۔ پس تمام واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ ایمان داری سے چلایا گیا۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ مسٹر بیوریج نے نفس موضوع کے اس حصے کے متعلق کیا لکھا ہے۔ مقدمے کی کارروائی کے متعلق اس کا بیان اٹھاسی سطروں یا دو صفحوں سے کچھ زیادہ پر مشتمل ہے۔ اس بیان میں حسب ذیل امور مندرج ہیں:۔

اولاً نوعیت جرم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ دستاویز کے ترجمے کا حوالہ بھی دیا ہے۔ پھر موہن پرشاد کی شہادت کے متعلق لکھا ہے۔ اس کے بعد کمال الدین کی شہادت کا مجملاً ذکر کرکے سرسری طور پر چند دوسرے گواہوں کے نام لکھ دیے ہیں۔ کمال الدین کی شہادت کے بیان میں ان واقعات کا تذکرہ نہیں ہے جو نندکمار نے اس پر ظاہر کیے تھے، نہ اس بیان کی تائید کو جایطروس اور منشی صدرالدین کی شہادت سے ہوتی ہے، نہ اس میں اس باریک لکیر کے نشان کا ذکر ہے جو کمال الدین کی مہر کے ان دو ٹھپوں میں موجود تھا جن میں سے ایک گواہ نے پیش کیا تھا اور دوسرا دستاویز پر لگا ہوا تھا اور نہ صلابت کی محولہ تحریر کے بارے میں کوئی شہادت ہے۔ شہادت کا باقی حصہ جو استغاثے سے متعلق ہے اور خصوصاً اس کا وہ حصہ جو گواہانِ صفائی کی شہادت میں پایا جاتا ہے بالکل حذف کر دیا گیا ہے۔

نندکمار کا بیان صفائی حسبِ ذیل الفاظ پر مشتمل ہے:

"نندکمار کا بیان یہ تھا کہ دستاویز صحیح ہے۔ اس نے شہادتیں پیش کیں مگر ان سے اس کے مقدمے میں کوئی مدد نہیں ملی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک پیش شدہ گواہ کشن جیون داس کی شہادت فی الواقع اس کے لیے نہایت خطرناک ثابت ہوئی۔ پہلی مرتبہ جب وہ طلب کیا گیا تھا تو چیف جسٹس پر اس کے بیان کا اچھا اثر پڑا تھا لیکن نندکمار کی درخواست پر اسے دوبارہ طلب کیا گیا اور اس پر کرسی نامے (نسب نامے) کے متعلق جرح کی گئی جس میں وہ ٹوٹ گیا۔" ان گواہوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا ہے جن کی شہادت سے نندکمار کے مقدمے کو کوئی

مدد نہیں ملی۔ اس بات کے باور کرنے کی وجوہ نہیں بتائی گئیں کہ دستاویز کے گواہ جھوٹے تھے یا یہ کہ اسد علی نے (جس کا ذکر نہیں کیا گیا) دروغ حلفی اور جعل سازی کی تھی اور اس کے پاس وہی مہر تھی جو اس دستاویز پر لگائی گئی تھی جس کو جعلی کہا گیا تھا۔ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ کشن جیون داس نے کس قسم کی گواہی دی اور وہ نندکمار کے حق میں کس طرح خطرناک ثابت ہوئی۔ اگر حقیقت میں امپی نے نندکمار کو بے گناہ قتل کیا تو یہ بات تعجب خیز ہے کہ قیدی کے گواہ کی شہادت سے اس پر پہلے پہل عمدہ اثر کیوں مترتب ہوا تھا اور اگر بعد کو شہادت مضر ثابت ہوئی تو یہ قدرتی بات ہے کہ مقدمے میں کسی ناجایز کارروائی کا گمان کیا جائے۔ لیکن اس کے متعلق بجز چند الفاظ کے جن کا حوالہ میں نے اوپر دیا ہے اور کچھ نہیں کہا گیا۔ عدم توجہ کی نہایت عجیب و غریب مثال جو اس عبارت سے ظاہر ہوتی ہے اس خیال میں موجود ہے کہ کشن جیون داس پر "کرسی نامے (نسب نامے) کے متعلق جرح کی گئی جس میں وہ ٹوٹ گیا"۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ کرسی نامے[1] کے معنی نسب نامے کے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ لفظ 'کرسی نامے' کا ذکر مقدمے کی روداد میں آیا ہے خصوصاً تلخیص شہادت میں لیکن روداد کے دوسرے حصوں میں اس لفظ کو بالعموم 'قرارنامہ' لکھا گیا ہے جو یقیناً لفظ قرارنامے یا اقرارنامے کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پورے مقدمے میں کسی نسب نامے کے متعلق کوئی سوال ہی پیش نہیں آیا اور نہ کوئی واقف حال شخص اس قسم کے سوال کا قیاس کر سکتا ہے جب کہ بلاقی داس اور نندکمار کے باہمی اقرارنامے کی نوعیت اس اقرارنامے کے عین مطابق معلوم ہوتی ہے جس کو ایک انگریز وکیل تحریری وثیقہ کہے گا اور جو اگر صحیح ترین معنوں میں معاہدہ نہ بھی کہلائے تو معاہدے سے بالکل ملتی جلتی ایک یادداشت اقرارنامہ ضرور ہے۔

اس قسم کی غلطی اسی اہل قلم سے سرزد ہو سکتی ہے جو بوقت تحریر

---

[1] کرسی: بیٹھنے کی چیز۔ گدی۔ کرسی نامہ: شجرہ۔ نسب نامہ (ولسن صفحہ ۳۰۵)۔

مقدمے کے واقعات سے نا واقف ہو۔
حاصل کلام یہ کہ مسٹر ہیورج کے دقیق و طویل مضامین میں جو غلطیاں میں نے بتائی ہیں وہ میرے خیال میں یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہیں کہ اس کے انتقادات سخت اور اکثر غیر منصفانہ ہیں اور یہ کہ ان کو تحریر کرتے وقت اسے عدالتی معاملات سے ایسی واقفیت نہ تھی کہ وہ موضوع زیر تحریر کا قابل تنقید نگار بن سکتا۔ بریں ہم باستثنائے مسٹر اڈالفس صرف یہی ایک ایسا لکھنے والا ہے جس نے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کاغذات اسناد کو جانچنے کی ناکام طور پر ہی کوشش کی ہے۔

ساتواں باب

نندکمار کے مجرم قرار پانے سے لے کر اس کے پھانسی دیے جانے تک کے واقعات

نندکمار کے مجرم قرار پانے سے لے کر اس کے پھانسی دیے جانے تک کی درمیانی مدت میں متعدد واقعات پیش آئے جو قابل توجہ ہیں۔

ان میں سب سے پہلا واقعہ عدالت کی کارروائیوں میں کونسل کی مداخلت ہے۔ سازش کے الزام کے متعلق حکام عدالت کے روبرو جو شہادت پیش ہوئی اس میں کمال الدین کی شہادت نے نہ صرف نندکمار اور بڑے فوک کو ملزم قرار دیا بلکہ نندکمار کے داماد رادھاچرن کو بھی جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس نے مسٹر فوک اور اپنے خسر کے مابین درمیانی شخص کا کام انجام دیا۔ وہ بنگال کے برائے نام نواب مبارک الدولہ کا تنخواہ یاب وکیل تھا اور سرکاری امتیاز کے مختلف اعزازات کا حق دار تھا۔ حکام عدالت نے جب مقدمے کی سماعت کی یا جب اس پر مقدمہ چلانے کی اجازت ہوئی تو اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عام چلن کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ لیکن نندکمار کے مجرم قرار پانے کے کچھ دن بعد یعنی ۲۰ جون کو کونسل نے بغلبۂ آرا ذیل کا مراسلہ صدر عدالت روانہ کیا۔

معزز اصحاب۔ یہ امر ہمارے لیے باعث عزت ہے کہ ہم اس عرضداشت کی

له۔ بیسویں سرکاری رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۰۱۔

نقل ملفوف کرکے آپ کی خدمت میں ارسال کر رہے ہیں جو نواب مبارک الدولہ کے وکیل رائے رادھاچرن نے ہمارے یہاں پیش کی ہے اور جس میں یہ لکھا ہے کہ اس پر فرد قرارداد جرم لگائی گئی ہے اور صدر عدالت میں اس وکیل کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ چونکہ یہ شخص ان صوبوں کے حاکم کا وکیل یا مختار عام ہے اس لیے ہمارا خیال ہے کہ اسے وہی حقوق، مراعات اور تحفظات ملنے چاہئیں جنھیں حکمرانوں کے قایم مقاموں کو عطا کیے جانے کی اجازت قانون اقوام اور قانون[ا] انگلستان دیتا ہے۔ لہذا ہم اس کی جانب سے ان حقوق وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے خلاف جو کارروائی ہو رہی ہے اس کو منسوخ کر دیا جائے اور یہ کہ جن اشخاص نے اس پر مقدمہ دایر کرکے اس قسم کی کارروائی کی ہے ان کے خلاف حسب ضابطہ قانونی چارہ جوئی کی جائے۔

ہم ہیں آپ کے نہایت ادنیٰ و اطاعت گزار خادم

جان کلیورنگ

جارج مانسن

فلپ فرانسس"

ملفوفہ عرضداشت سے رادھاچرن کے عہدے کا اظہار ہوتا ہے اس میں مذکور تھا کہ "وہ کسی حالت میں بھی خود کو قوانین برطانیۂ عظمیٰ کے تابع نہیں سمجھتا" نیز اس میں حکام عدالت کے سامنے اس کی حاضری کی یہ وجہ درج تھی کہ وہ ان حقوق سے ناواقف تھا جو اسے "جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے بحیثیت سفیر یا مختار" قانون انگریزی کی رُو سے حاصل ہیں۔

صدر عدالت کے ججوں نے محول بالا مراسلے پر بہت خفگی ظاہر کی اور میرا خیال ہے کہ یہ خفگی قدرتی اور جایز تھی۔ مراسلے کے آخری الفاظ "اور چاہتے ہیں" وغیرہ کی نسبت بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عدالت کے نام

ا۔ یہ حوالہ ہے قانون ہفتم سال جلوس ملکہ این باب ۱۲ کا جو معاملات دیوانی میں روسی سفیر کی گرفتاری کے موقع پر جیسا کہ تمہید میں مذکور ہے ۱۷۰۸ء میں منظور ہوا تھا۔

اس طریق کارروائی کے متعلق جو وہ اختیار کرنا چاہتی تھی تاکیدی حکم کا درجہ رکھتے تھے۔ چنانچہ عدالت نے ججوں میں سے ایک کو ہدایت دی کہ وہ گورنر جنرل اور کونسل کو مطلع کرے کہ "یہ امر دستور انگلستان کے اصول کے بالکل خلاف ہے کہ ایک شخص یا اشخاص محکمۂ عدالت کو کسی معاملے کے متعلق جو اس کے زیر غور ہو سرکاری مراسلے میں اس طرح لکھے اور یہ کہ اہم تر معاملے میں اس قسم کی تحریر اور بھی زیادہ بے ضابطہ قرار پاتی ہے۔ عدالت میں جو مراسلہ روانہ کیا گیا ہے اس کا طرز تحریر درخواست پر مبنی ہونے کی بجائے حکم کی نوعیت رکھتا ہے اور یہ ایک ایسا طرز تحریر ہے کہ جس سے کسی عدالت کو مخاطب نہ کرنا چاہیے"۔

میرے نزدیک اس قسم کے مراسلے کا اور کوئی جواب نہ دیا جا سکتا تھا اور یہ کہ کونسل کے بیشتر ارکان کے لیے یہ مشکل بات تھی کہ وہ اس سے زیادہ سخت لہجے میں عدالت پر حملہ کرنے اور اگر ممکن ہوتا تو اس کی تحقیر کرنے کے سلسلے میں موقع پا کر اپنی تجویز کا اظہار کرتے۔

مزید[1] مراسلت بھی ہوئی جس کے متعلق مجھے صرف اس قدر کہنے کی ضرورت ہے کہ عدالت نے کونسل کو متوجہ کیا کہ آیندہ اس کی درخواست، حلفی بیان کی تائید سے وکیل کے ذریعے پیش ہونی چاہیے۔ تھوڑی سی تعویق کے بعد ایسا کیا گیا[2] اور رفیر نے عدالت میں یہ استدلال پیش کیا کہ مبارک الدولہ با اختیار حاکم ہے، ایسٹ انڈیا کمپنی سفرا کو باریاب کر سکتی ہے اور رادھا چرن رائے اسی نوعیت کا سفیر ہے۔ عدالت نے متفق طور پر رائے قایم کی کہ رادھا چرن رائے سفیر نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ محض ایک کارکن کی ہے اور اس وقت جب کہ جرم سرزد ہوا جس کا الزام اس پر عاید کیا گیا وہ مبارک الدولہ کی ملازمت میں بھی نہ تھا۔

امپی، لی میسٹر اور ہائیڈ کا یہ خیال تھا کہ مبارک الدولہ کا رتبہ ایسا نہیں ہے

---

[1] - بیسویں سرکاری رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۱۰۳ تا ۱۱۰۶ -
[2] - یہ تحریک ۲۰ - جون کو کی گئی -

کہ وہ سفرا بھیج سکے کیوں کہ حقیقی معنوں میں وہ با اختیار حاکم نہیں ہے۔
انھوں نے اس مسئلے کے متعلق کوئی رائے ظاہر نہیں کی کہ آیا ایسٹ انڈیا کمپنی کو کافی طور پر ایسے اختیارات حاصل ہیں کہ وہ کسی سفیر کو باریاب کر سکے۔ چیمبرس کی رائے تھی کہ ایسٹ انڈیا کمپنی سفرا کو باریاب کر سکتی ہے لیکن اس نے اس مسئلے پر کوئی خیال ظاہر نہیں کیا کہ آیا مبارک الدولہ سفیر بھیج سکتا ہے یا نہیں۔ اس نے عدالت کے باقی ججوں کی رائے سے اتفاق کیا کہ رادھاچرن سفیر کی مطلق حیثیت نہیں رکھتا۔ اس آخری مسئلے کے متعلق بعض عجیب واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ جن چیزوں کو "وثایق" بیان کیا گیا تھا انھیں یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش کیا گیا کہ رادھاچرن سفیر ہے۔ ان وثایق میں اولاً تقرر سے متعلق ایک مراسلہ ۲۴۔ستمبر ۱۷۷۲ء کا تھا۔ دوسرا وہ خط تھا جو نواب کی طرف سے گورنر کو ۲۲۔مئی ۱۷۷۵ء کو موصول ہوا تھا۔ اس میں لکھا تھا "چوں کہ رائے رادھاچرن کچھ مدت سے کاہل ہو گیا ہے اور یہ خیال کر کے کہ اسے اپنے وکیل کی حیثیت سے برقرار رکھنا بالکل بے سود ہے میں نے اسے ۲۔اپریل ۱۷۷۵ء سے برطرف کر دیا ہے۔ میں نے یہ خط آپ کی اطلاع کے لیے لکھا ہے۔" تیسرا خط وہ تھا جو مبارک الدولہ کی جانب سے ہیسٹنگز کو ۲۴۔مئی ۱۷۷۵ء کو موصول ہوا تھا۔ اس میں مذکور تھا کہ اس نے رادھاچرن کو پھر ملازم رکھ لیا ہے۔ بیان کردہ جرم کا ارتکاب رادھاچرن نے ۱۹۔اپریل سے چند روز قبل کیا تھا اور اسے ۲۳۔اپریل کو ضمانت پر رہا کیا گیا۔ پس اس وقت وہ مبارک الدولہ کی ملازمت میں بھی نہ تھا اور اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں ہو سکتا کہ ۲۔اپریل کو اسے بیکار محض سمجھ کر خدمت سے برطرف کر دیا گیا ہو اور ماہ مئی میں اس کا دوبارہ تقرر صرف اس غرض سے کیا گیا ہو کہ جب مقدمے کی تحقیقات شروع ہو تو وہ اس بات کا مدعی بن سکے کہ اس کے ساتھ سفیر کا سا برتاؤ کیا جائے۔ اس صورت واقعات میں اس نے ۲۸۔جون کو حلفی بیان[1] دیا کہ گذشتہ ماہ مئی کے تقریباً دس دن کے سوا

---

[1] مطبوعہ بیسویں روداد مقدمہ صفحہ ۱۰۸۔

وہ دو سال سے بھی زیادہ مدت تک مبارک الدولہ کا مختار عام یا وکیل رہا ہے۔ حلف نامہ باقاعدہ انگریزی طرز کا تھا اور بے شبہہ اس کو انگریز وکیل نے مرتب کیا۔ ایک بعد[۵۱] کے حلف نامہ مورخہ ۴م۔ جولائی میں اس کا بیان یہ تھا کہ "مسٹر فیرا اور مسٹر جیرٹ نے انگریزی زبان میں ایک کاغذ (پہلا حلف نامہ) لکھوایا جس کی صداقت کے متعلق میں نے مسٹر ہائیڈ کے روبرو حلف اٹھایا لیکن انھوں نے مجھ سے لفظ 'مختار عام' کی توضیح نہیں کی۔ انھوں نے صرف لفظ 'وکیل' کا ذکر کیا۔ میں اس واقعے کے متعلق کہ نواب نے مجھے دس روز کے لیے خدمت سے برطرف کیا تھا کچھ نہیں جانتا۔ نواب نے کبھی اس برطرفی کے بارے میں مجھے کچھ نہیں لکھا۔ غالباً مسٹر فیرا اور مسٹر جیرٹ کو یہ بات رُوداد سے معلوم ہوئی ہو گی"۔ پھر اس نے کہا کہ "وکیل اور چیز ہے اور ایلچی کے معنی کچھ اور ہیں۔ میں نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ وکیل ہونے کی بنا پر میں سزا سے مستثنیٰ ہو جاؤں گا"۔ میرے نزدیک ان حلف ناموں سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ ادعا بیشتر ارکان کونسل کے مشورے سے اس لیے کیا گیا کہ ارکان کونسل، عدالت کے اختیارات پر حملہ کر سکیں بلکہ یہ ظاہر کرنے کے لیے بھی کہ جو کچھ انھوں نے کیا وہ نامناسب نہیں تھا کیوں کہ انھوں نے رادھاچرن سے ایک حلف نامہ لیا تھا جو ایک ایسے اہم بیان پر مشتمل تھا جسے وہ سمجھ نہ سکا تھا اور دوسرا بیان تو حقیقت میں غلط تھا۔ کونسل کے اس طریق کار کے متعلق عدالت نے بہت سختی سے مگر میرے خیال میں قابلیت سے اعتراض کیا۔

تحریک میں ایک واقعے[۵۲] کو بڑی خصوصیت حاصل تھی۔ عدالت کو جو مراسلہ بھیجا گیا اس کے آخری الفاظ میں یہ استدعا بھی تھی کہ مقدمۂ رادھاچرن کے مستغیث کو سزا دی جائے۔ مستغیث ہیسٹنگز تھا اور اس سبب سے اکثر ارکان کونسل کے غصے کا علانیہ اظہار ہوا۔ جب تحریک کی گئی تو فیرر سے کہا گیا کہ اسے اعتراض کی

۵۱۔ اس کے لیے ملاحظہ ہو بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۵-۱۷۶۔

۵۲۔ بیسویں سرکاری رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۱۰-۷ نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۱۲۸۔

تصریح ضرور کر دینی چاہیے اور اس سزا کی بھی جو عدالت سے وہ تجویز کرانا چاہتا ہے۔ اس پر اسس نے تحریک کے اس حصے کو واپس لے لیا۔ درخواست کے بارے میں امپی نے حسب ذیل خیالات ظاہر کیے جنھیں دوسرے واقعے کے سلسلے میں جو ذیل میں درج ہے ذہن میں رکھنا چاہیے۔ امپی نے کہا "اس معاملے میں ناجائز دباؤ سے کام لیا جا رہا ہے۔ میری رائے میں درخواست نازیبا اور نادرست ہے۔ سزا کن اشخاص کو دینی چاہیے؟ مستغیث اور ان اشخاص کو جنھوں نے اس معاملے میں حصہ لیا۔ مستغیث کون ہے؟ گورنر جنرل جو اس نوآبادی میں درجۂ اول کا مجسٹریٹ ہے۔ وہی اشخاص جو یہ چاہتے ہیں کہ اسے سزا دی جائے اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ عدالت اسے کوئی سزا نہیں دے سکتی۔ اس قسم کا مطالبہ بدرجۂ غایت مذموم ہے۔ سزا صرف ارتکاب جرم کی صورت میں دی جا سکتی ہے۔ وکیل اور اس کے موکلوں کو جاننا چاہیے کہ بجز بغاوت و سنگین جرم کے گورنر جنرل اور کونسل اس عدالت کے دیگر مقدمات جرائم کے فیصلوں کی پابندی سے مستثنیٰ ہیں۔ جن لوگوں نے اس کارروائی میں حصہ لیا وہ ایسا کرنے پر تمام ججوں کے صریح حکم کی وجہ سے مجبور تھے۔ کیا یہ بات مناسب ہو گی کہ انھیں سزا دینے کی درخواست کی جائے؟"

یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا۔ عدالت کے فیصلہ سنانے کے بعد ارکان کونسل نے غلبۂ آرا ایک دوسرا مراسلہ اور عرضداشت ججوں کو روانہ کی۔ مبارک الدولہ کی مرسلہ عرضداشت میں لکھا تھا "میں آپ سے یہ ظاہر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اگر عدالت میں میرے وکیل کے خلاف نالشوں کو دائر ہونے دیا جائے تو اس میں میری بہت بڑی رسوائی اور بدنامی ہو گی۔ مجھے توقع ہے کہ آپ اصحاب اس قسم کی کارروائی کو روا نہ رکھیں گے بلکہ عدالت کے ججوں سے ایسے الفاظ میں گفتگو کریں گے جن سے میرے معاملات میں مزاحمت اور ذلت نہ ہونے پائے۔" جس مراسلے میں اس کی عرضداشت ملفوف تھی اس میں ججوں کے فیصلے کے متعلق

ﷺ - ۱۱۸۶ - ججوں نے ۶ رجولائی کو اس پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

ان سے یہ مختلف سوالات کیے گئے تھے ۔ کیا ان کا یہ مقصد تھا کہ نواب کو مجرموں کے پھانسی دینے کے حکم ناموں پر دستخط کرنے کا جو اختیار حاصل ہے اس کو مشتبہ سمجھا جائے؟ ارکان کونسل کا یہ دستور رہا ہے کہ نواب بنگال کی حکومت کے تابع ہو کر وہ فرانسیسوں کی بعض شکایات کا جواب دیا کرتے تھے، ایسی صورت پیش ہونے پر انھیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جب کہ صدر عدالت نے اس کی حکومت ہی سے انکار کر دیا ہو؟ کیا قانون تنظیم کی شرایط سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ہندوستانی باشندے بجز ان کے جو کمپنی یا برطانوی افراد کے ملازم ہیں عدالت کی حدود اختیار سے باہر ہیں؟

مندرجہ بالا خط کو حکومت تاج کے محرر نے درخواست کی صورت میں تبدیل[1] کر دیا تھا۔ اس پر امپی نے اپنے خیالات ظاہر کیے جن کی بنا پر کونسل کے ارکان کو یہ احساس ہونا لازمی تھا کہ ان کی حالت بہت ناگفتہ بہ ہو گئی ہے۔ امپی نے کہا کہ خط مذکور میں تبدیلی کا اسے بہت افسوس ہے کیوں کہ اس سے عدالت اور کونسل دونوں کی وقعت میں کمی ہو جاتی ہے۔ آگے چل کر پھر اس نے بیان کیا:

"[2] ہم نے اس قسم کی درخواست کی نامعقولیت کا اظہار کر دیا ہے۔ ہماری عرضداشتوں پر وہ توجہ نہیں کرتے اور ہماری متفقہ رایوں کا بھی کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ یہاں کوئی حاکم ایسا نہیں ہے جو ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ وہ اب تک اصرار کر رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہم انتہائی غصے کے باعث مشتعل ہو کر ان کے معزز آقاؤں یا ملک معظم کی خدمت میں التجا کریں۔ ہم پریشانیوں میں اضافہ نہیں کریں گے تاکہ ملک معظم کے وزرا کو ہندوستان کے معاملات کی وجہ سے مشقت نہ اٹھانی پڑے، نہ ہم کوئی ایسا کام کریں گے جس سے ایسٹ انڈیا کمپنی کو نقصان پہنچے۔ کارروائیاں دونوں کو بھیجی جائیں گی۔ ہمارا طرز عمل کسی قسم کی رائے زنی کے

[1] بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۳۶ ۱۱۔ یہ بیان نہیں کیا گیا کہ آیا اس تبدیلی کے متعلق کونسل نے رضامندی ظاہر کی یا نہیں۔

[2] بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۳۷ و ۳۸۔

بغیر خود بخود واضح ہو جائے گا۔ اس اثنا میں ہماری حالت ایسی رہے گی جیسی پریشانی کے پیدا ہونے اور عزت جانے کے درمیان ہوتی ہے۔

کونسل کے مراسلے کے ساتھ نواب مبارک الدولہ کا بھی ایک خط منسلک ہے جو اپنی نوعیت میں نہایت غیر معمولی معلوم ہوتا ہے۔ نواب مبارک الدولہ کی حیثیت ایسی ہے کہ انگلستان یا ہندوستان میں کوئی شخص یہ یقین نہ کرے گا کہ وہ اس قسم کا خط لکھنے پر مائل ہو سکتا ہے بجز اس صورت کے کہ اس کو اس نو آبادی کے حاکموں کے کارکنوں نے لکھا دیا ہو یا جب تک کہ اسے کامل یقین نہ ہو گیا ہو کہ اس قسم کی تحریر سے ان کے خیالات کی تائید یا موافقت ہوتی ہے۔ اس نواب کے خط پر جو کسی کام کے متعلق لکھا گیا ہو ہم ہمیشہ اسی طرح غور و خوض کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے جس طرح گورنر جنرل اور کونسل کے مراسلے پر۔

اس نے مذکور بالا خط میں لکھا ہے کہ اگر عدالت میں میرے وکیل کے خلاف نالشوں کو دایر ہونے دیا جائے تو اس میں میری بہت بڑی رسوائی اور بدنامی ہوگی۔ کسی ہندوستانی نواب کے دل میں اپنے وکیل کے متعلق اس قسم کا خیال کبھی پیدا نہ ہوا تھا۔ وکیل نے اپنی عرضداشت میں اس طرح کا کوئی خیال ظاہر نہیں کیا ہے۔ انگلستان کے قانون سے جو حقوق اسے دیے گئے ہیں ان سے وہ ناواقف تھا اور ان کو وہ جدید حقوق بتاتا ہے۔

یہی سا یا ماجرا نہیں میرے ہاتھ میں راے رادھا چرن کا ایک حلف نامہ ہے جو کسی اور غرض سے مرتب ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے 'مختار عام' کا لفظ کبھی نہیں سنا۔ میں 'وکیل' کے معنی سمجھتا ہوں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ 'مختار عام' کے کیا معنی ہیں۔ وکیل اور چیز ہے ایلچی اور چیز۔ میں نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ وکیل ہونے کی بنا پر میں سزا سے مستثنیٰ ہو جاؤں گا۔ لوگ ہر جگہ نواب کے وکیل کی عزت کرتے ہیں۔ میں نے پہلے کبھی یہ نہیں سنا کہ اگر نواب کے وکیل یا خود بادشاہ کے وکیل سے بھی کسی جرم کا ارتکاب ہو جائے تو وہ اس قانون سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا جو اس جرم کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ غالباً اگر بادشاہ یا نواب کوئی خط لکھے تو وکیل کو معافی دی جا سکتی ہے۔ عدالت کی یادداشت کے ساتھ

میں اس حلف نامے کی ایک نقل بھی طلب کروں گا کیوں کہ اس سے معاملۂ زیر بحث پر زیادہ روشنی پڑے گی۔ اس کے بعد کیا کوئی شخص باور کر سکتا ہے کہ اس خط میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ فی الواقع نواب ہی کے خیالات ہیں؟ اگر یہ رائے راد ھاچرن کی رائے تھی تو کمپنی کے لیے انصافاً ضروری ہوتا کہ اسے عدالت میں پیش کر دیتی۔

لیکن خط کا آخری حصہ فی الحقیقت خوف انگیز ہے۔ اس میں گورنر جنرل اور کونسل کو مخاطب کیا گیا ہے۔ عدالت میں نالشوں کے دایر ہونے کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ "مجھے توقع ہے کہ آپ اصحاب اس قسم کی کارروائی کو روا نہ رکھیں گے بلکہ عدالت کے ججوں سے ایسے الفاظ میں گفتگو کریں گے جن سے میرے معاملات میں مزاحمت اور ذلت نہ ہونے پائے"۔ کیا اس سے پہلے نواب نے گورنر جنرل اور کونسل کو اس طرح کی تحریر سے مخاطب کیا تھا؟ جب ہم رائیں دے چکے تب یہ خط ہمارے پاس روانہ کیا گیا ہے۔ اگر نواب کی یہ حقیقی رائے ہے کہ ہم کو ایسے الفاظ میں لکھا جا سکتا ہے جو ہمارے فیصلوں پر اثر انداز ہوں تو یہ طریق عمل اس نے کہاں سے سیکھا؟ ہم کونسل سے یہ مطالبہ کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اس خط کے جواب میں وہ نواب کو مطلع کرے کہ یہ خیال کونسل اور عدالت دونوں کی وقعت کو بہت گھٹا دیتا ہے کہ کونسل کے ارکان اس کی خواہش کے مطابق گفتگو کریں اور اگر انھوں نے ایسا کیا بھی تو عدالت کی رائے کو وہ متاثر نہ کر سکیں گے۔ ہم اس موقع پر ایسی صورت میں جب کہ ہمارے خلاف کوئی خیال پھیل جائے یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ گورنر جنرل اور کونسل کو کسی طرح یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ ججوں کے افعال کی درستی یا نگرانی کرے خواہ وہ عدالت کے اندر یا باہر ہوئے ہوں خواہ ان کی غلطی ہمیشہ کے لیے باقی رہ جائے اور یہ کہ کسی فرضی ضرورت سے بھی ان افعال کی روک تھام یا نگرانی جایز قرار نہیں دی جا سکتی"۔

حکومت عاملانہ نے جو اہانت کی ہے میرے خیال میں ایسی اہانت کبھی کسی انگریزی عدالت کی نہ ہوئی ہوگی۔ امپی کے خیالات سے میرے نزدیک واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بیشتر ارکان کونسل نے مبارک الدولہ کو ہدایت دی کہ وہ یہ

درخواست کرے کہ ارکان مذکور عدالت کی توہین کریں اور اس پر حکومت جتائیں۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ امپی نے جس طریقے سے کونسل کی توہین پر لعن طعن کی وہ اس کے خیالات و جذبات کے شایان شان تھا۔ جو کچھ اس نے کہا اسے ضبط تحریر میں لایا گیا اور اس پر تینوں ججوں کے دستخط ہوگئے اور پھر اسے کونسل میں بھیج دیا گیا۔ یہ کارروائیاں ایک بڑی مدت تک چلتی رہیں۔ اس معاملے کے متعلق عدالت کا پہلا اجلاس[ا] ۲۱۔ جون کو اور آخری ۶۔ جولائی کو ہوا۔ ہیسٹنگز کے خلاف سازش کے مقدمے کی تحقیقات[ب] ۶۔ جولائی سے شروع ہو کر ۱۰۔ جولائی کو ختم ہوئی جیسا کہ ہائیڈ کی ایک قلمی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے جو کلکتے کے قانونی کتب خانے میں موجود ہے۔ بارول کے خلاف سازش کے بارے میں یہ تحریر ہے "دوسری تحقیقات مقدمہ ۱۳۔ جولائی کو شروع ہوئی اور اسی روز ختم ہوگئی"۔ میں آگے چل کر ان مقدمات اور ان کے نتائج کے متعلق لکھوں گا کیونکہ ان سے نند کمار کے جعل کے مقدمے پر کئی طریقوں سے روشنی پڑتی ہے۔

میں ان مقدموں کے خاص خاص واقعات پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ پہلا واقعہ یہ تھا کہ آیا اس عرضی یا درخواست کو جس پر کمال الدین کے دستخط تھے اور جس کے متعلق خیال یہ تھا کہ ہیسٹنگز نے کمال الدین کو ترغیب دی تھی کہ فوک پر جھوٹا الزام لگائے کمال الدین نے از خود یا دباؤ کی وجہ سے پیش کیا تھا۔ دوسرا یہ کہ آیا وہ فرد یا مرتشی اشخاص کی فہرست جس کی نسبت کمال الدین نے کہا تھا کہ اس نے فوک کے دباؤ کی وجہ سے اس پر دستخط کیے تھے فی الحقیقت کبھی موجود بھی تھی یا نہیں۔ ان سوالوں سے متعلق دو مقدموں کی تحقیقات عمل میں آئی جن میں ایک ہیسٹنگز کے خلاف سازش کا مقدمہ تھا جس کا انحصار خاص کر کمال الدین کی عرضی کے قصے پر تھا اور دوسرا بارول کے خلاف سازش سے متعلق تھا جو خاص کر کمال الدین کی بیان کردہ فرد یا مرتشی اشخاص کی فہرست سے تعلق رکھتا تھا اور اس فہرست میں

[ا] ۔ بیسویں روداد مقدمہ صفحہ ۱۱۰۱ و ۱۱۳۵۔
[ب] ۔ مسٹر امپی کی تحریری یادداشت۔

سب سے پہلے بار ول کا نام تھا۔ ان مقدموں کی رُوداد یں نند کمار کے جعل کے مقدمے کی رُوداد سے بھی بدتر ہیں۔ وکیل کی جرح اور جج کی تخلیص شہادت کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مستغیث کے گواہوں کے بیانات کو قیدی کے گواہوں کے بیانات سے علیحدہ نہیں کیا گیا ہے اور بروقت یہ بات صاف طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ فریق اول کے سوالات کون سے ہیں اور سوالات جرح کون سے۔ ان مقدموں کا نتیجہ عجیب وغریب تھا۔ ہیسٹنگز کے خلاف الزام سازش کے مقدمے میں تمام مدعا علیہم[1] کو رہا کر دیا گیا۔ رادھاچرن کو بھی بری کر دیا گیا مگر نند کمار اور فوک کو بارول کے خلاف سازش کرنے کے الزام میں مجرم قرار دیا گیا۔ مسٹر چیمبرس کی مہربانی سے میں ایک انوکھی بات کا اضافہ کرنے کے قابل ہوا ہوں جس کا ذکر روداد مقدمہ میں نہیں کیا گیا ہے۔ مقدمے کے فیصلے میں فوک پر پچاس روپیے جرمانہ کیا گیا ہے۔ ہائیڈ کی کتاب یادداشت میں حسب ذیل تحریر بلا تاریخ پائی جاتی ہے:

"سر رابرٹ چیمبرس نے کل مجھ سے کہا تھا کہ مسٹر فوک کو سزا دینے کا سبب اس قدر معمولی ہے کہ عدالت کو اطلاع دی گئی کہ پیروکار مقدمہ مسٹر بارول کی خواہش یہ ہے کہ عدالت اس کے حق میں بہت ہی خفیف سزا کا فیصلہ سنائے اور مسٹر بارول نے ایسی معمولی سزا کی کیوں خواہش کی اس کی وجہ[2] یہ تھی کہ مسٹر فوک کے بھتیجے مسٹر ہالینڈ نے مسٹر بارول کو لکھا تھا کہ میں مخبری کو معیوب سمجھتا ہوں لیکن مسٹر فوک کو اگر کوئی سخت و رسواکن سزا دی گئی تو میں کلکتے آکر مسٹر بارول کی رشوت ستانی کا

---

[1] ۔ مسٹر بیورج نے (کلکتہ ریویو جلد ۶۲ صفحہ ۱۱۳ پر) لکھا ہے "بارول کے مقدمے میں ملزمین رہا کر دیے گئے اور دوسرے مقدمے میں فوک اور نند کمار مجرم قرار پائے" مگر حقیقت حال اس کے برعکس ہے (دیکھیں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۱۸۶ و ۱۲۲۶)۔

[2] ۔ یہ مختصر نویسی کی تحریر ہے جس کی ایک صحیح نقل مسٹر چیمبرس نے مجھے بھیجی۔ اس تحریر کے کچھ حصے کو برطانوی عجائب خانے کے مسٹر نیکول نے واضح عبارت میں لکھا۔

حال بیان کر دوں گا جو اس نے ڈھاکے میں جاری رکھی ہے اور اس بارے میں حکومت کو مطلع کر کے انتہائی کارروائی کروں گا۔ اور یہ کہ میں اسی الزام کا مقدمہ دائر کرنے کے لیے انگلستان بھی جاؤں گا" ان واقعات کا سبب معلوم کرنا آسان نہیں ہے۔ دونوں مقدموں میں جو شہادتیں لی گئیں ان میں کامل مطابقت نہیں تو قریب قریب یکسانی ضرور تھی۔ یہ نظریہ کہ جیوری نے یہ باور نہیں کیا کہ عرضی جبراً لی گئی بلکہ یہ باور کیا کہ فرد جبراً لی گئی اس واقعے کی توضیح نہیں کر سکتا کیونکہ ہیسٹنگز اور بارول کا فرد میں شامل ہونا بتایا جاتا ہے اور اس سے بارول کے خلاف سازش کے الزام کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ بہرکیف میرا خیال ہے کہ فوک نے مجسٹریٹوں کے روبرو بارول پر پینتالیس ہزار روپیوں کی رشوت ستانی کا جو الزام عاید کیا اس سے کمال الدین کے اس بیان کی تائید ہوتی ہے جو اس نے بارول کے خلاف سازش کے مقدمے میں دیا تھا۔ ہر پیشی مقدمہ پر اس کے بیان کے متعلق شہادت لی گئی اور اگر اس غرض سے لی گئی کہ اس سے کمال الدین کے بیان کی تائید ہو تو یہ بات حیرت انگیز ہے کہ اس کی ساری داستان کو باور نہیں کیا گیا۔ یہ ممکن تھا کہ مقدموں کی تحقیقات مختلف جوریوں سے کرائی جاتی۔

نند کمار کے مقدمے کے سلسلے میں مذکورہ بالا واقعے کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ کمال الدین، نند کمار کے خلاف ایک خاص گواہ کی حیثیت رکھتا تھا اور اس بنا پر یہ اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی شہادت کہاں تک قابل اعتماد تھی۔ اس سوال کا حل اس کے متعدد جوابات ذیل سے جو اس نے ہیسٹنگز کے خلاف سازش کے مقدمے میں دیئے کافی طور پر ملتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان سے اس خیال کی بخوبی توضیح ہوتی ہے جو اس زمانے میں کذب بیانی اور دروغ حلفی کے فرق کے متعلق دیسیوں میں رایج تھا (اور جو میں یقین کرتا ہوں اب بھی ہے)۔

"سوال [لہ] ۔ کیا تم نے وہ رقمیں گورنر اور دوسرے اصحاب کو دی تھیں؟

لہ ۔ بلیسویں روداد مقدمہ صفحہ ۱۵۳۔

جواب۔ میں نے کسی شخص کو پانچ روپیے بھی نہیں دیے۔
سوال۔ تو پھر تم نے مسٹر فوک سے کیوں کہا کہ تم نے روپیے دیے تھے؟
جواب۔ مسٹر فوک نے ایک کتاب لے رکھی تھی اور وہ بہت غصے میں تھا۔ میں نے خوف کی وجہ سے ایسا کہہ دیا تھا۔ اگر آپ مجھے ڈراتے تو آپ مجھ سے مملکت ہندوستان کی دستاویز منتقلی پر دستخط لے سکتے تھے۔"

بعدازاں اس پر عرضیوں کے بیانوں کی صداقت کے متعلق جرح کی گئی۔
"سوال[1]۔ گنگا گوبند سنگھ کے متعلق عرضیوں میں جو شکایت تھی وہ صحیح تھی یا غلط؟
جواب۔ میں نے جو کچھ کیا وہ شکایت کے طور پر نہیں بلکہ اسے ڈرانے کے لیے بہت سی باتیں لکھ دی تھیں۔ میری کچھ رقم اس پر واجب الادا تھی۔ میں نے اس رقم میں بہت زیادہ اضافہ کر دیا تھا۔
سوال۔ کیا وہ ساری رقم واجب الادا تھی جس کا مطالبہ عرضیوں میں کیا گیا تھا؟
جواب۔ کاشتکاروں کا یہ قاعدہ ہے کہ جہاں ایک روپیہ واجب الوصول ہو وہاں وہ چار کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اگر میں نے شکایت کی ہے تو مجھے اس کی تصریح کرنی چاہیے۔ حلف پر بھی مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ میری کچھ رقم کمپنی پر واجب الادا ہو۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں کہوں گا کہ کوئی رقم واجب الادا نہیں۔"

چند دیگر سوالوں کے بعد پھر اس سے پوچھا گیا:
سوال۔ عرضیوں میں جو شکایت درج تھی وہ صحیح تھی یا غلط؟
جواب۔ عرضیوں میں جو باتیں لکھی گئی تھیں ان میں کچھ صحیح تھیں اور کچھ ہماری باہمی عداوت کی وجہ سے مبالغہ آمیز تھیں میرے پاس علیحدہ حساب تھا جس کے ذریعے کاروبار کا جزوی طور پر تصفیہ ہوا تھا۔

---

[1] بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۱۶۱۔

سوال۔ عرضی میں جو سولہ ہزار روپیے بیان کیے گئے تھے کیا وہ از روئے حساب واجب الادا[1] تھے؟

جواب۔ یہ بیان درست نہیں بلکہ میں نے اسے ڈرانے کے لیے لکھ دیا تھا۔ میں نے کوئی شکایت نہیں کی تھی اور نہ حلف اٹھایا تھا۔ اب میں نے حلف اٹھایا ہے جو کچھ آپ دریافت کریں اس کا جواب برابر دوں گا۔"

کمال الدین نے کذب بیانی اور دروغ حلفی کے باہمی فرق کو ملحوظ رکھنے پر کئی بار زور کے ساتھ اصرار کیا۔ اس سے پوچھا[2] گیا:

اگر مسٹر فوک اس فرد کے متعلق تم سے حلف اٹھوانا چاہتے تو کیا تم حلف اٹھا لیتے؟

جواب۔ اگر وہ مجھے مار بھی ڈالتا تو بھی میں دروغ حلفی کا مرتکب نہ ہوتا۔ لیکن وہ مجھ سے اور کسی وقت حلف اٹھانے کا وعدہ طلب کرتا تو میں وعدہ کر لیتا مگر اسے ایفا نہ کرتا۔"

ان صاف بیانات میں ایک قسم کی سادہ دلی اور خوش اعتقادی پائی جاتی ہے جو اپنے اندر اہمیت رکھتی ہے۔ طبیعت کی کیفیت جس میں کوئی شخص معمولی کذب بیانی کو تفنن سمجھتا ہے مگر دروغ حلفی کو خوف کی نظر سے دیکھتا ہے عقلی ہونے کی بجائے زیادہ تر ادراکی ہوتی ہے۔ بارول پر الزام لگانے کی جو سازش ہوئی تھی اس کے مقدمے میں کمال الدین کی ساکھ کے متعلق منشی صدر الدین پر جرح کی گئی۔ اس نے کہا[3] "میں کمال الدین کو بیس سال سے جانتا ہوں۔ وہ

---

[1] یعنی گنگا گوند کے روپیے کمال الدین پر واجب الادا تھے۔ گنگا گوند سنگھ پر کمال الدین کے چھبیس ہزار روپیوں کا قرض تھا۔ کمال الدین نے اس رقم کا دعویٰ کیا مگر یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ گنگا گوند سنگھ کے سولہ ہزار روپیوں کا مقروض ہے۔ میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا جسے مدعی کے اس قابل منہائی رقم کا ذکر نہ کرنے پر بھی ناشایستہ کہا جا سکے جو اس کی جانب سے مدعی علیہ کو واجب الادا تھی۔

[2] بیسویں روداد مقدمہ صفحہ ۱۱۵۴۔

[3] بیسویں روداد مقدمہ صفحہ ۱۱۹۰۔

میرا دوست ہے۔ میں اس کو ایمان دار سمجھتا ہوں اور اس کی قسم کا اعتبار کرتا ہوں۔ اگر ایک مسلمان قسم کھاتا ہے تو اس کا یقین کرنا چاہیے۔ اگر وہ جھوٹی قسم کھاتا ہے تو وہ یہاں بھی تباہ ہوگا اور آخرت میں بھی اور یقیناً دوزخ میں جائے گا۔"

میں نے ان واقعات کو اس لیے بیان کیا ہے کہ یہ جعل کے مقدمے میں کمال الدین کی ساکھ سے علانیہ تعلق رکھتے ہیں۔ میں ان سے کوئی خاص نتیجہ نکالنے کا مدعی نہیں ہوں۔ دو مقدموں میں اہل جیوری نے اس کی شہادت کے مطابق عمل کیا اور تیسرے میں ایسا نہیں کیا لیکن رہائی کے متعلق ان کی وجوہ خواہ کیسی ہی ہوں قابل غور ضرور رہیں۔

نند کمار اور فوک پر مقدمہ قایم ہونے کے بعد اور اس کی تحقیقات سے پہلے ہیسٹنگز نے اپنے کارکنوں یعنی گریہم اور میکلین کے نام ایک خط[۵] میں حسب ذیل جو خیالات ظاہر کیے وہ کمال الدین کی ساکھ کے متعلق عجیب و غریب معلوم ہوتے ہیں۔

"مسٹر گریہم، کمال الدین کے کردار سے واقف ہے۔ میں واقف نہیں اور نہ میرا یہ خیال ہے کہ اس میں غیر معمولی راست بازی یا دیانت داری موجود ہے۔ لہذا مجھے بہت کم توقع ہے کہ وہ آیندہ اجلاس عدالت تک حسب حال قایم رہے گا۔ دوسرے کاشتکاروں کی مانند اس کی تمام پونجی اور مستقبل کی آس اس کی کھیتی باڑی پر لگی ہوئی ہے۔ اس صورت حال کے باعث اس کا معاملہ بیشتر ارکان کونسل کے رحم و کرم پر منحصر ہے جنھیں اختیار حاصل ہے کہ اس کی ہمت افزائی کریں یا اس کے خلاف نالشیں طلب کریں یا اس کے چلن کے متعلق مفصل تحقیقات کا حکم دیں۔ مسٹر گریہم جانتا ہے کہ اس رفتار واقعات سے ارکان مذکور کی مداخلت کے بغیر بھی جو مجھے

۵۔ ہیسٹنگز کے سوانح حیات مصنفہ گلیگ جلد اول صفحہ ۵۲۲۔ ہیسٹنگز کا خط مورخہ ۲۹ اپریل ۱۷۷۵ء بنام گریہم و میکلین۔ اس خط سے بہ مشکل یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہیسٹنگز کو علم تھا کہ کمال الدین برائے نام اس کا مہاجن خاص ہے۔

یقین ہے کہ ضرور کی جائے گی بالآخر وہ کس طرح تباہ ہو جائے گا۔ تخویف اور خوشامد کے ذرائع جو یکے بعد دیگرے اس کے ساتھ استعمال کیے گئے، خود اس کے ذاتی شبہات و اغراض جو اس پر شدت سے اثر انداز رہے اور مسلح طاقتور ہاتھ جو ہمیشہ اس کی سرکوبی کے لیے موجود رہا ان تمام چیزوں کے نظر کرنے میں یہ تقریباً ناممکن خیال کرتا ہوں کہ صداقت سے باز رکھنے والے متعدد اسباب کے مقابلے میں وہ ثابت قدم رہ سکے اور عجب نہیں کہ وہ معمولی اندیشے کی بنا پر مقدمے کی تحقیقات کے وقت شہادت میں اصل واقعات کو پوشیدہ رکھے یا تبدیل کر دے۔"

اپنے ایک جواب[1] میں کمال الدین گھبرا گیا جب اس سے یہ بیان کرنے کو کہا گیا تھا کہ گنگا گوبند سنگھ کے ساتھ فلاں معاملے کے تصفیے میں اسے کتنی رقم ملی تھی۔ اس نے کہا "اگر مسٹر گوڑل (کلکٹر) کو اس رقم کا علم ہو جاتا جو مجھے ملی تو وہاں سے میری روانگی کے بعد ہی وہ مجھے فوراً قید کر لیتا۔" اس خوف کے اظہار میں وہ حق بجانب تھا۔ ۲۴ جولائی کو اسے سخت قید میں رکھنے کا حکم ہوا۔ ۲۸ جولائی کو وہ ایک خاص حکم نامہ متعلق بہ آزادی رعایا کی بنا پر رہا کیا گیا اس کے بعد مختلف واقعات پیش آئے جن کے متعلق[2] یہاں میں صرف یہ بیان کرتا ہوں کہ اگرچہ ان سے یہ ثابت نہ ہو سکے کہ بیشتر ارکان کونسل نے کمال الدین کو اس شہادت کی وجہ سے دق کیا جو اس نے نندکمار کے خلاف ان مختلف مقدمات میں دی تھی جن میں وہ گواہ کی حیثیت رکھتا تھا تاہم واقعات مذکورہ ہندوستانی باشندوں کو جو کچھ صورت حال تھی اس کے یقین دلانے کا بہتر ذریعہ سمجھے گئے، بہ مقابلہ اس کے کہ مقدمۂ نندکمار سے وہ یہ یقین کرتے کہ گورنر جنرل پر رشوت ستانی کا الزام لگانا خطرناک امر ہے۔[3]

---

[1] - بیسویں روداد مقدمہ صفحہ ۱۱۶۱۔

[2] - ملاحظہ ہو آیندہ۔

[3] - مجلس نوشتے کی روداد میں ملاحظہ ہو ضمیمۂ عام نشان[3]؛ تحریر منسلکہ ۲۸ مراسلہ منجانب امپی

مسٹر بورج کا بیان ہے کہ ہگلی کے اجارے کے معاملے میں کمال الدین ہیسٹنگز کے مہاجن کنتو بابو کا بیع نامہ دار (برائے نام اجارہ دار) تھا۔ اس بیان کے متعلق کوئی سند پیش نہیں کی گئی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو واقعی اہمیت رکھتا ہے اور جب کمال الدین کا تعلق کنتو بابو سے تھا تو وہ زیادہ تر کنتو بابو کے زیر اثر ضرور تھا اور کنتو بابو یقیناً زیادہ تر ہیسٹنگز کے اثر میں ہوگا۔ بہرحال جو شہادت کمال الدین نے دو مقدموں میں دی تھی اس کے متعلق یہ باتیں قابل لحاظ ہیں کہ سازش کے مقدمے میں متعدد مذکورالصدر واقعات سے اس کے بیان کی تائید ہوتی ہے اور جعل کے مقدمے میں اس کی شہادت کے اس حصے کی بھی جو متنازع تھا تائید ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ اس نے دستاویز کو نہیں دیکھا تھا۔ اس سے انکار نہیں کیا گیا۔ یہ بیان کیا گیا کہ اسی نام کے کسی دوسرے شخص نے ایسا کیا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ دستاویز پر جو مہر ہے وہ اسی کی ہے اور اس نے یہ مہر نندکمار کو مستعار دی تھی۔ یہ مہر اس کی ہونے کے متعلق اس کے بیان کی تائید باریک لکیر کے نشان سے ہوتی ہے جو دونوں ٹھپوں میں تھا۔ اس کے نندکمار سے معاملہ کرنے کے بارے میں جس کی بنا پر مہر مستعار دی جاسکتی تھی اس کے بیان کی تائید خود نندکمار کے ایک خط اور خاص اس کے ایک ملازم سے ہوتی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے تصدیق کرنے پر نندکمار نے جعل کو تسلیم کر لیا تھا اور اس کو جھوٹی شہادت دینے کے لیے کہا تھا۔ اس سے انکار کیا گیا مگر اس واقعے کی تائید ایک حد تک کوجے پطروس اور منشی صدرالدین کے بیان سے ہوتی ہے۔

کمال الدین کی شہادت کے خواہ وہ کیسی ہی ہو ایک حصے سے نندکمار اور فوک کے معاملات کی خوب توضیح ہوتی ہے۔ کمال الدین نے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ بخدمت وزیر ہند، ۲۰ جنوری ۱۸۷۶ء جس میں اس واقعے کے متعلق بہت سے حوالے مندرج ہیں، نیز ملاحظہ ہو تحریر منسلکہ ۲۵۔ منجانب امپی بخدمت نظما، ۱۹ ستمبر ۱۷۷۵ء اور تحریر منسلکہ ۲۶ منجانب امپی بخدمت نظما، ۲۳ نومبر ۱۷۷۵ء)۔

بار بار شہادت میں یہ کہا کہ نند کمار ''برآمدات'' کی کچہری[1] یعنی تحقیقات الزام تغلب کی عدالت منعقد کرتا تھا۔ پس اس سے پوچھا گیا :

''سوال[2]۔ تم نے یہ کیوں خیال کیا کہ مسٹر فوک اور مہاراجہ تم سے برآمدات کے متعلق پوچھیں گے ؟

جواب۔ انھوں نے برآمدات کے بارے میں مجھ سے گفتگو کی تھی۔ تمام زمینداروں کے لیے برآمدات کی کچہری تھی۔ یہ بات نہ صرف میں بلکہ سارا کلکتہ جانتا ہے۔''

ایک اور مقام[3] پر وہ کہتا ہے ''میں نے دیکھا کہ نند کمار کے گھر میں برآمدات کی کچہری تھی۔ راوشیکی[4] کے لوگ نیز دیگر اشخاص رقم برآمد کے ساتھ جایا کرتے تھے۔

سوال۔ کیا تم نے دیکھا کہ راج شاہی کے لوگ رقم برآمد کے ساتھ جایا کرتے تھے ؟

جواب۔ میں نے راج شاہی کے لوگوں کو وہاں دیکھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ وہ رقم برآمد کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ میں نے دیوان خانے میں بیٹھ کر راج شاہی کے لوگوں کو وہاں دیکھا اور ایک دوسرے کی باتوں کو سن کر میں نے اپنی عقل سے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ رقم برآمد کے ساتھ جاتے ہیں۔

دارن ہیسٹنگز، کلیورنگ اور بارول کی شہادتوں میں ایک بہت دلچسپ

---

[1] ۔ اس لفظ کے متعلق چار مترجموں کا بیان لیا گیا۔ ان سب نے ایک ہی طرح کا جواب دیا۔ مسٹر الگزینڈر ایلیٹ کا جواب یہ تھا ''ناجائز طور پر حاصل کی ہوئی رقم آمدنی کا حساب (خواہ صحیح ہو یا غلط) جس سے اس شخص پر الزام ثابت کیا جائے یا اس کی توہین کی جائے جس کی نسبت یہ کہا گیا ہو کہ اس نے رقم مذکور حاصل کی تھی۔''

[2] ۔ بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۱۴۹ ۔

[3] ۔ ایضاً صفحہ ۱۱۸۰ ۔

[4] ۔ غالباً راج شاہی کے لوگ ۔

واقعے کا پتا چلتا ہے۔ رُوداد اس قدر نامکمل ہے کہ یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ان گواہوں کو کن اشخاص نے اور کس مقصد سے طلب کیا تھا، لیکن میرے خیال میں ہیسٹنگز کو اس لیے طلب کیا گیا ہوگا کہ وہ کمال الدین کے بیان کی تصدیق اس بات کے اظہار سے کرے کہ اس نے ہمیشہ ایک ہی طرح کا بیان دیا ہے۔ اس کی شہادت کی رُوداد میں فریق اول کے سوالات اور جوابات جرح کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے لیکن صُورت واقعات سے جو سوالات ذیل کے ظاہر کردہ منشائے بحث سے کسی طرح متغائر نہیں ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے سوالات جرح مرتب کیے تھے۔

سوال[1]۔ کیا مہاراجہ نند کمار سے آپ کے تعلقات نہ تھے؟

جواب۔ یقیناً اس سے میرے تعلقات تھے یعنی میں نے متعدد مواقع پر اسے مامور رکھا۔ یہ تو مشہور بات ہے کہ میں نے اس کی حمایت اور سرپرستی کی۔ میں نے اس کی نیکی اور دیانت داری کے متعلق کبھی کسی رائے کا اظہار نہیں کیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ یہ جانتا ہے کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ میں یہ کہنے کی بھی اجازت چاہتا ہوں کہ جب میں نے اُسے حکومت کے آلۂ کار کے طور پر مقرر کیا تو اس شخص کی دیانت داری پر اعتماد کرنے کی بجائے میں کچھ اور ہی اغراض رکھتا تھا اور ان اغراض کا انحصار مجھ پر نہ تھا۔ میری اغراض کچھ اور ہو سکتی تھیں اور ایسی تھیں بھی۔ میں نے اس طرز عمل کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جس سے میں عہدہ برآ نہ ہو سکتا تھا۔ میں نے تا حال ان اغراض کو پوشیدہ رکھا کیونکہ یہ میرا فرض تھا لیکن اب میں اپنے کردار کی صفائی کے لیے اس بات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ اس شخص کو مامور کرنے کے احکام مجھے اپنے بالادستوں سے ملے تھے۔ وہ میری زندگی کے کسی دور میں ہرگز میرا دوست یا رازدار نہ تھا۔

سوال۔ کیا آپ نے یہ نہیں کہا کہ آپ اس سے انتقام لیں گے اور اسے تباہ کر دیں گے؟

[1]۔ بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۸۱ اور ۱۸۲۔

جواب ۔ میں نے کبھی انتقام کا ذکر نہیں کیا اور نہ یہ کہا کہ میں اسے تباہ کر دوں گا ۔ میں صاف صاف بیان کر رہا ہوں کہ میں نے یہ الفاظ نہیں کہے کیونکہ یہ امر میری افتادِ طبیعت کے خلاف ہے ۔

سوال ۔ کیا آپ نے کبھی راجہ نندکمار سے یہ نہیں کہا کہ آپ اس کی حمایت اور حفاظت سے دست کش ہو جائیں گے اور اس کے دوست نہ رہیں گے؟

جواب ۔ وہ میرا کبھی دوست نہیں رہا ۔ یقیناً میں نے چند خیالات ظاہر کیے تھے جن کا مطلب یہ تھا کہ مجھ سے حمایت[1] یا حفاظت کی توقع اسے نہ رکھنی چاہیئے چنانچہ میں نے اپنے گھر سے اسے رخصت کر دیا تھا ۔

سوال ۔ کیا آپ نے کبھی یہ کہا کہ آپ اس کے ساتھ اپنا ایسا طرزِ عمل رکھیں گے جس کا وہ مستحق ہے؟

جواب ۔ میں نے ایسا خیال کبھی ظاہر نہیں کیا ۔

سوال ۔ کیا آپ نے بالواسطہ یا بلا واسطہ مہاراجہ نندکمار کے خلاف مقدمے کی تائید کی؟

جواب ۔ میں نے کبھی ایسا نہیں کیا ۔ میں اپنی حد تک محتاط رہا ۔ میں بنظر احتیاط ہر اس امر سے گریز کرتا رہا جو اس مقدمے میں خلل انداز معلوم ہوا ۔

سوال ۔ کیا نندکمار سے ذاتی طور پر آپ کی دوستی یا رازداری کبھی نہیں رہی؟

جواب ۔ ایسا موقع کبھی پیش نہیں آیا جب کہ وہ ذاتی طور پر میرا دوست یا رازدار رہا ہو ۔ میرے نزدیک وہ قلیل مدت قابلِ استثنا ہے جب کہ مجھے اس کے چلن کا کچھ علم نہ ہوا تھا ۔ اس نوآبادی میں بعض اشخاص ایسے ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ میرے انگلستان جانے سے قبل اس کے اور میرے

---

[1] نندکمار کے خلاص بیان سے قبل کا یہ بیان ہے اور یہی نندکمار کے ہیسٹنگز پر الزام لگانے کا سبب ہوا ۔ اس کی وجہ بنا تھی وہ میں نہیں بتا سکتا بجز اس کے کہ ہیسٹنگز نے یہ خیال کیا کہ نندکمار اس کے خلاف بیشتر ارکان کا ساتھ دے رہا ہے ۔

درمیان کیسے تعلقات تھے۔

سوال۔ اگر آپ کو اپنے بالادستوں سے اس کی ماموری کے احکام نہ ملتے تو کیا آپ اسے مامور کرتے؟

جواب۔ میں یقین کرتا ہوں کہ مجھے اسے مامور کرنا پڑتا لیکن میں کبھی اس کا زیادہ حامی نہ رہتا نہ آیندہ اس کی حمایت کرتا۔ میں نے اسے ایک خاص غرض کے لیے مقرر کیا تھا۔ مجھے یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ اسے ایک خاص کام پر مقرر کروں اور اس کام کی بابت اس میں خوب دلچسپی پیدا کردوں۔ مجھے کبھی یہ احکام نہیں ملے تھے کہ خصوصیت کے ساتھ اس کی حمایت اور حفاظت کروں۔

سوال۔ کس زمانے میں آپ نے اسے خاص طور پر مقرر کیا تھا؟

جواب۔ اسے میں نے اس زمانے میں مقرر کیا تھا جب کہ محمد رضا خاں کی علیحدگی اور جدید انتظامات عمل میں آرہے تھے۔ اس کی اغراض اور رجحانات محمد رضا خاں کے خلاف تھے اور وہ اس امر کے لیے موزوں ترین شخص سمجھا گیا کہ وہ محمد رضا خاں کے اثر کو جدید انتظامات کی توثیق ہونے تک زایل کردے گا۔"

یہ سوالات اور جوابات مجھے بہت اہم معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے بظاہر یہ میلان پایا جاتا ہے کہ نند کمار کی جانب ہیسٹنگز کی بدنیتی ظاہر کی جائے اور یہ بتایا جائے کہ وہ اپنی حفاظت کے لیے اس پر مقدمہ قایم کر رہا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ نند کمار نے اس کے خلاف جو الزامات لگائے ان پر یا ان کی صداقت یا کسی ایسے واقعے کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا گیا جس سے اس کا یہ بیان مشتبہ ہوجائے کہ جعل کے مقدمے سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ میرے دل میں یہ زبردست خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کے واقعات اس زمانے میں مشہور تھے نہ ان کے وجود کا کسی کو گمان تھا اور یہ کہ ہیسٹنگز کو بھی ایسے واقعات کا علم نہ تھا جو منظر عام پر آسکتے تھے۔ اگر اسے علم ہوتا تو یہ بات قطعی ناممکن معلوم ہوتی ہے کہ وہ اپنے اوپر سوالات جرح کرنے کا موقع دیتا۔

دوسری تحقیقات مقدمہ میں ہیسٹنگز کو پھر طلب کیا گیا اور اس نے شہادت میں بعض اہم باتیں بیان کیں[۱]

[۱] بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۲۰۱ و ۱۲۰۲۔

"سوال۔ کیا آپ نے کبھی براہ راست یا بالواسطہ کمال الدین سے پندرہ ہزار روپیوں کی رقم حاصل کی؟
جواب۔ میں نے یہ رقم کبھی نہیں لی نہ اس کے متعلق وعدہ لیا اور نہ کوئی اور رقم براہ راست یا بالواسطہ حاصل کی۔ مجھے اس کا بھی یقین نہیں کہ میں نے کمال الدین کو اس کی نالش دایر ہونے سے قبل کبھی دیکھا ہو۔ اس نے کاروبار کے سلسلے میں پیروی کی ہو گی لیکن مجھے اس کے چہرے کی شناخت نہیں۔
سوال۔ کیا آپ نے کبھی مسٹر فوک سے یہ کہا تھا کہ اگر وہ مدد چاہتا ہے تو اسے اپنے شبہات دور کر دینے چاہئیں؟
جواب۔ میں نے کبھی اس مطلب سے نہیں کہا جو مسٹر فوک نے بیان کیا ہے۔ میں مسٹر فوک کو ایک بڑی عجیب خاصیت کا آدمی سمجھتا تھا۔ ممکن ہے میں نے کہا ہو کہ میں اس وقت تک اس کی مدد نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ یہ خاصیت ترک نہ کر دے۔ موقع کی نزاکت کے لحاظ سے ممکن ہے میں نے یہ کہا ہو کہ اسے شبہات ترک کر دینے چاہئیں لیکن میں صدق دل کے ساتھ اس امر سے انکار کرتا ہوں کہ میں نے کبھی کوئی ایسی بات مراد لی ہو یا کہی ہو جس سے یہ مطلب اخذ ہو سکے کہ اسے اپنی دیانت داری نیکی یا اعزاز کو ترک کر دینا چاہیے۔ میں نے اپنے مخلص ترین احباب کو بھی مخفی طور پر کبھی ایسے ناشایستہ خیال سے آگاہ نہیں کیا اور اس زمانے میں جب کہ اس گفتگو کا وقوع میں آنا بیان کیا جاتا ہے مسٹر فوک سے میرے رازدارانہ تعلقات بھی نہ تھے۔
سوال۔ کیا آپ نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ آپ مسٹر فوک کی مدد کریں گے؟
جواب۔ میں نے وعدہ کیا تھا اور اس کی مدد بھی کی۔ چونکہ میں نے اس کی خواہشوں کی حد تک اس کی مدد نہیں کی نیز اس کے ذاتی بغض و عداوت کا غبار پوری طرح نہ نکل سکا اس لیے میں یہ یقین کرتا ہوں کہ وہ میرا بہت سخت دشمن ہو گیا ہے۔"
اس کے بعد فوک کے کردار کے بارے میں اس سے سوالات کیے گئے جو میرا خیال ہے کہ خود فوک کے وکیل نے کیے تھے۔

"سوال - کیا مسٹر فوک کسی سرکاری ملازمت میں تھے؟
جواب - نہیں
سوال - کتنی مدت سے آپ مسٹر فوک کو جانتے ہیں؟
جواب - چند سال سے میں اسے جانتا ہوں۔
سوال - کیا آپ اسے ساحل پر جانتے تھے؟
جواب - میں اسے ساحل پر نہیں جانتا تھا - میں اس کے کردار سے واقف نہیں ہوں۔ ممکن ہے کہ اس کی نسبت میں نے کچھ سنا ہو مگر اس کی کوئی بات میرے حافظے میں محفوظ نہیں۔ جو کچھ اس کی نسبت جانتا ہوں وہ اسی وقت سے جانتا ہوں۔
سوال - کیا آپ نے کبھی اسے بے ایمانی یا بے حرمتی کے کسی فعل کا مرتکب پایا؟
جواب - یہ ایک مشکل سوال ہے - میں یہ کہنے کا دعویٰ نہیں کرتا کہ ان میں سے اس کا کسی فعل کا مرتکب ہونا مجھے معلوم ہے۔ جب تک ایسے فعل کا ثبوت دینے کے قابل نہ ہو سکوں اس وقت تک عدالت میں مجھے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔ وہ مناقشات میں مبتلا رہا ہے اور یہ مناقشات مجھ سے بیان کیے گئے ہیں لیکن فتنہ پرداز لوگ قبیح اغراض سے ان لوگوں کو متہم کرنے پر مائل رہتے ہیں جن کے ساتھ وہ جھگڑتے ہیں۔ میں ہمیشہ اسے تند خو اور ترش مزاج سمجھتا رہا اور جب وہ اس اثر کے تحت ہوتا تو جن کاموں میں وہ مشغول ہوتا ان کی نسبت دوسروں کے افعال کو وہ ذلیل و خراب نیتوں پر بہت زیادہ محمول کرتا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے بے ایمانی یا بے حرمتی کے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو لیکن وہ بدرجۂ غایت تند خو ہے۔ فسادات مذکورہ ذاتی مناقشات تھے اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ کبھی فیصل نہیں پائے۔ میری حیثیت صلح کرانے والے کی سی تھی، میں نے جج کی طرح کبھی کام نہیں کیا۔"
جنرل کلیورنگ نے بھی گواہی[1] دی اور اس پر نند کمار کے متعلق مفصل جرح

[1] ۔ بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۶۔

"سوال - کیا آپ نے کبھی براہ راست یا بالواسطہ کمال الدین سے پندرہ ہزار روپیوں کی رقم حاصل کی؟

جواب - میں نے یہ رقم کبھی نہیں لی نہ اس کے متعلق وعدہ لیا اور نہ کوئی اور رقم براہ راست یا بالواسطہ حاصل کی۔ مجھے اس کا بھی یقین نہیں کہ میں نے کمال الدین کو اس کی نالش دایر ہونے سے قبل کبھی دیکھا ہو۔ اس نے کاروبار کے سلسلے میں پیروی کی ہوگی لیکن مجھے اس کے چہرے کی شناخت نہیں۔

سوال - کیا آپ نے کبھی مسٹر فوک سے یہ کہا تھا کہ اگر وہ مدد چاہتا ہے تو اسے اپنے شبہات دور کر دینے چاہئیں؟

جواب - میں نے کبھی اس مطلب سے نہیں کہا جو مسٹر فوک نے بیان کیا ہے۔ میں مسٹر فوک کو ایک بڑی عجیب خاصیت کا آدمی سمجھتا تھا۔ ممکن ہے میں نے کہا ہو کہ میں اس وقت تک اس کی مدد نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ یہ خاصیت ترک نہ کر دے۔ موقع کی نزاکت کے لحاظ سے ممکن ہے میں نے یہ کہا ہو کہ اسے شبہات ترک کر دینے چاہئیں لیکن میں صدق دل کے ساتھ اس امر سے انکار کرتا ہوں کہ میں نے کبھی کوئی ایسی بات مراد لی ہو یا کہی ہو جس سے یہ مطلب اخذ ہو سکے کہ اسے اپنی دیانت داری، نیکی یا اعزاز کو ترک کر دینا چاہیے۔ میں نے اپنے مخلص ترین احباب کو بھی مخفی طور پر کبھی ایسے ناشائستہ خیال سے آگاہ نہیں کیا اور اس زمانے میں جب کہ اس گفتگو کا وقوع میں آنا بیان کیا جاتا ہے مسٹر فوک سے میرے رازدارانہ تعلقات بھی نہ تھے۔

سوال - کیا آپ نے وعدہ نہیں کیا تھا کہ آپ مسٹر فوک کی مدد کریں گے؟

جواب - میں نے وعدہ کیا تھا اور اس کی مدد بھی کی۔ چونکہ میں نے اس کی خواہشوں کی حد تک اس کی مدد نہیں کی نیز اس کے ذاتی بغض و عداوت کا غبار پوری طرح نہ نکل سکا اس لیے میں یہ یقین کرتا ہوں کہ وہ میرا بہت سخت دشمن ہو گیا ہے"

اس کے بعد فوک کے کردار کے بارے میں اس سے سوالات کیے گئے جو میرا خیال ہے کہ خود فوک کے وکیل نے کیے تھے۔

"سوال - کیا مسٹر فوک کبھی سرکاری ملازمت میں تھے؟
جواب - نہیں
سوال - کتنی مدت سے آپ مسٹر فوک کو جانتے ہیں؟
جواب - چند سال سے میں اسے جانتا ہوں۔
سوال - کیا آپ اسے ساحل پر جانتے تھے؟
جواب - میں اسے ساحل پر نہیں جانتا تھا۔ میں اس کے کردار سے واقف نہیں ہوں۔ ممکن ہے کہ اس کی نسبت میں نے کچھ سنا ہو مگر اس کی کوئی بات میرے حافظے میں محفوظ نہیں۔ جو کچھ اس کی نسبت جانتا ہوں وہ اسی وقت سے جانتا ہوں۔
سوال - کیا آپ نے کبھی اسے بے ایمانی یا بے حرمتی کے کسی فعل کا مرتکب پایا؟
جواب - یہ ایک مشکل سوال ہے۔ میں یہ کہنے کا دعویٰ نہیں کرتا کہ ان میں سے اس کا کسی فعل کا مرتکب ہونا مجھے معلوم ہے۔ جب تک ایسے فعل کا ثبوت دینے کے قابل نہ ہو سکوں اس وقت تک عدالت میں مجھے اس کا ذکر نہ کرنا چاہیے۔ وہ مناقشات میں مبتلا رہا ہے اور یہ مناقشات مجھ سے بیان کیے گئے ہیں لیکن فتنہ پرداز لوگ قبیح اغراض سے ان لوگوں کو متہم کرنے پر مایل رہتے ہیں جن کے ساتھ وہ جھگڑتے ہیں۔ میں ہمیشہ اسے تند خو اور ترش مزاج سمجھتا رہا اور جب وہ اس اثر کے تحت ہوتا تو جن کاموں میں وہ مشغول ہوتا ان کی نسبت دوسروں کے افعال کو وہ ذلیل و خراب نیتوں پر بہت زیادہ محمول کرتا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے بے ایمانی یا بے حرمتی کے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو لیکن وہ بدرجۂ غایت تند خو ہے۔ فسادات مذکور ذاتی مناقشات تھے اور مجھے یقین کامل ہے کہ وہ کبھی فیصل نہیں پائے۔ میری حیثیت صلح کرانے والے کی سی تھی، میں نے جج کی طرح کبھی کام نہیں کیا۔"[1]

جنرل کلیورنگ نے بھی گواہی دی اور اس پر نند کمار کے متعلق مفصل جرح

---

[1] بیسویں روداد مقدمہ صفحہ ۲۱۹ تا ۲۲۲۔

کی گئی۔ اس پر ایسی جرح[1] اس لیے کی گئی کہ بظاہر یہ معلوم ہو کہ وہ نندکمار کی تائید میں اس شہادت کی اہمیت کے باعث دلچسپی رکھتا ہے جو نندکمار نے گورنر جنرل کے خلاف الزام رشوت ستانی کے متعلق دی تھی۔ ذیل میں اس کا ایک حصہ مندرج ہے:

سوال۔ نندکمار کے خلاف مقدمۂ سازش کے متعلق آپ نے کس طور پر اپنا خیال قایم کیا؟

جواب۔ میں نے اسے ایک ایسا مقدمہ سمجھا جس سے ہیسٹنگز کی رشوت ستانی کے مقدمے کو جو مجلس کے حکم سے دایر ہے باطل کرنا مقصود ہو۔

سوال۔ کیا گورنر جنرل کے بعد آپ کو کونسل میں فوقیت حاصل نہیں ہے؟

جواب۔ مجھے فوقیت حاصل ہے۔

سوال۔ کیا اس کی وفات، استعفا یا علٰحدگی کی صورت میں آپ اس کے قایم مقام نہیں ہیں؟

جواب۔ میں اس کا قایم مقام ہوں۔

سوال۔ کونسل میں دوسرے درجے پر آپ کی تنخواہ کس قدر ہو سکتی ہے؟

جواب۔ دس ہزار پونڈ سالانہ۔

سوال۔ کیا آپ کا یہ خیال نہیں ہے کہ یہاں سے مجلس نظما کو تغلب کے متعلق شکایتیں پہنچنے پر گورنر جنرل برطرف ہو جائے گا؟

جواب۔ میرے خیال میں وہ برطرف ہو جائے گا۔

سوال۔ کیا کونسل کے مراسلوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ گورنر جنرل کے خلاف مقدمہ چلانے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب۔ مجھے یقین ہے کہ ان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

---

[1] بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۲۲۴۔

سوال۔ کیا یہ مقدمہ بالخصوص نندکمار اور رائے رادھاچرن کی شہادت پر مبنی نہیں ہے؟

جواب۔ نہیں"

یہ آخری جواب نہایت اہم ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کلیورنگ کے حلف کا یقین کیا جائے تو نندکمار، ہیسٹنگز کے خلاف خاص گواہ نہیں تھا اور اس سے اس واقعے کی اہمیت بہت گھٹ جاتی ہے جس کی نسبت یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ ہیسٹنگز نے نندکمار کی تباہی میں دلچسپی لی۔

مقدمۂ سازش کے متعلق میں اپنے بیان کو ہیسٹنگز کے اس خط کے اقتباس پر ختم کرتا ہوں جو پہلے درج کیا جاچکا ہے اور اس ضمن میں اس کی وہ رائے بھی پیش کرتا ہوں جو اس نے تحقیقات مقدمہ سے قبل دی تھی اور یہ رائے میرے خیال میں تحقیقات مقدمہ سے درست ثابت ہوئی۔

"میرا دل[1] اور ضمیر باور کرتا ہے کہ فوک اور نندکمار دونوں مجرم ہیں کسی شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خوشی اور دلجمعی کے ساتھ الزام قبول کرے اور حالات و مقام کی تبدیلی یا کسی دوست کے مشورے کے بغیر ایک ہی ساعت میں متاسف ہوجائے اور ایسی اضطرابی کے ساتھ جیسی کہ اس کے متعلق بیان کی گئی ہے اپنے قول کو واپس لینے کی استدعا کرے۔ یہ ناممکن ہے کہ خود اس کے یا فوک کے مکان میں دستاویز پر مہر لگائی جاسکتی تھی۔ یہ بھی ناممکن ہے کہ وہ منت سماجت کرکے مسٹر فوک کے قدموں پر گر گیا ہو اور مسٹر فوک نے اسے ایک بڑی دوورقی کتاب کے ساتھ ٹھکرانے کی دھمکی دی ہو اور یہ کہ تینوں شخص نے جو بالکل برسر موقع موجود تھے اور گفتگو سن رہے تھے ان کے درمیان خوشی، رضامندی اور تسلی کے سوا اور کوئی چیز نہ دیکھی ہو۔ یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ نندکمار نے عرضی لکھوائی اور اس کا کسی قدر اقرار بھی اس نے کیا ہے۔ فوک نے بیان کیا کہ کمال الدین نے اسے واپس طلب کیا اور مجلس میں اسے پیش کرنے کے بارے میں

---

[1] ہیسٹنگز کا خط بنام گرہیم ومیکلین ہیسٹنگز کے سوانح حیات مصنفہ گلیگ جلد اول صفحہ ۵۲۴۔

وہ راضی نہ ہوا اور یہ کہ اس نے ایسی نفرت کا اظہار کیا جو الزام کے جھوٹے ہونے کے یقین کے برابر تھی۔ تاہم مسٹر فوک نے بغیر کسی ایما کے کہ خود اس کا کام یا فعل ہے اس شخص کی مرضی اور التجا کے خلاف جسے میرے بالمقابل اس نے مدعی بتایا ہے کونسل میں اسے پیش کر دیا۔ اس نے سچے دل سے فرد کے متعلق بالکل لاعلمی ظاہر کی اور اس کے ساتھ ہی اسی انداز میں اس نے مسٹر بارول سے استدعا کی کہ وہ حلف کی بنا پر ایک ایسے الزام کی صداقت سے انکار کرے جس کے متعلق خود اس نے تصدیق کی تھی کہ اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

اب میں ان کارروائیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو جعل کے مقدمے میں نند کمار کو مجرم قرار دینے پر پیش آئیں۔ پہلی کارروائی[1] التوائے فیصلہ کی تحریک تھی جو فیرر نے ۲۲ یا ۲۳ جون کو کی تھی۔ اس نے مجلس مواخذہ[2] کے روبرو اپنے استدلال اور فیصلۂ عدالت کے متعلق ایک تحریر پیش کی۔

اس[3] نے تین دلیلیں پیش کیں یعنی جعلی دستاویز اور اس دستاویز کے درمیان جو فرد قرار داد جرم میں بیان کی گئی ہے اختلاف ہے۔ یہ اختلاف مدات الزام میں سے ایک (یعنی پانچویں) میں ان دو نقطوں کے اندراج کا ہے جو اصل میں نہ تھے۔ یہ کہا گیا تھا کہ نقطے غیر اہم ہیں جو کبھی درج کیے جاتے ہیں اور کبھی نہیں کیے جاتے اور یہ کہ ان سے (تو کی بجائے تم) صیغۂ جمع کا اظہار ہوتا ہے۔

---

[1] مسٹر بیوریج کا (کلکتہ ریویو' جلد ۶۲۔ صفحہ ۲۸۵ پر) بیان ہے "سزائے موت کا حکم صادر ہونے کے بعد فیرر نے التوائے فیصلہ کی تحریک کی لیکن اس کی درخواست ۲۲ یا ۲۳ جون کو نامنظور کر دی گئی۔" ایک شخص کے لیے پھانسی کا حکم ہونے کے بعد التوائے فیصلہ کی تحریک کرنے کے یہ معنے ہوں گے کہ اسے پھانسی دے دیے جانے کے بعد پھانسی کے التوا کی تحریک کی جائے۔

[2] بیان شہادت صفحہ ۱۵ و ۱۶۔

[3] بیسویں رُوداد مقدمہ صفحہ ۱۰۲۹ و ۱۰۳۰۔

ایک اور اختلاف یہ تھا کہ مدات الزام کی فرد پر فارسی میں لفظ "نقل" لکھا ہوا تھا جو اصل میں نہ تھا۔ لیکن عدالت نے ان امور کو اہم نہیں سمجھا اور فیئر نے محض ان کا ذکر کر دیا۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ فرد جرم جس الزام سے متعلق تھی اس کی تصریح کیے بغیر اسے عام طور پر مجرم قرار دے دیا گیا۔ اس استدلال پر بھی زور نہیں دیا گیا۔ بہرکیف فیئر کی تحریر کے مطابق چیمبرس کو اس کے متعلق کچھ شبہہ تھا لیکن اس نے حکم سزا کو موزوں خیال کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مجموعی تجویز سزا معقول تھی کیونکہ قانون نے ہر الزام کی جو سزا مقرر کی ہے وہی دی گئی تھی۔ پس اگر کوئی ایک الزام با ضابطہ ہو تو یہ بات فیصلے کی تائید کے لیے کافی ہو گی۔ اگر فیصلہ عدالت کے اختیار تمیزی پر ہوتا تو مجموعی تجویز سزا بے ضابطہ ہوتی کیونکہ اگر کوئی ایک الزام بے ضابطہ ہو تو یہ ممکن ہے کہ جو فیصلہ اس الزام کے متعلق سنایا جائے وہ بھی بے ضابطہ ہو۔ اس دلیل کو میں اوکونل[1] کے مقدمے کا اثر سمجھتا ہوں۔

تیسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ تحریر' دستاویز ہے نہ کہ اقرار نامہ جس پر ہر صورت میں مہر کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ دستاویز زیر بحث مہری نہیں ہے کیونکہ جو مہریں

---

[1] مقدمۂ اوکونل' ملاحظہ ہو حصہ اول و دوم از کلارک و فنلی صفحہ ۱۵۵۔ اس مقدمے سے علی الخصوص یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب فرد قرار داد جرم کا ایک الزام بے ضابطہ ہو اور سزا قانون کی رو سے معین نہ کی جاسکے تو حکومت تاج سے متعلق عام تجویز کی تائید نہیں کی جاسکتی بلکہ جہاں تک تمام الزامات کے بارے میں قانون کی رو سے تجویز سزا معین ہو اور مقررہ سزا ہر الزام کے متعلق صادر کی جائے تو ایسی تجویز سزا کی تائید کی جاسکتی ہے۔ لیکن اس سے میرے خیال میں موخرالذکر تجویز نیز سابق تجویز دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ بہر صورت یہ موضوع فن قانون سے بہت تعلق رکھتا ہے اور اوکونل کے مقدمے کا فیصلہ بہت طویل ہے (یعنی ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے) اور ججوں کا باہمی اختلاف اس قدر زیادہ ہے کہ اس پر یہاں بحث نہیں ہو سکتی۔ میری کتاب 'خلاصۂ ضابطۂ فوجداری' کے صفحہ ۱۹۵ و ۱۹۶ پر ملاحظہ ہو عنوان 'غلط کارروائیاں'۔

لگائی گئی ہیں وہ مہریں نہیں بلکہ چھاپنے کے آلے ہیں جن پر فریقین کے نام کندہ تھے اور جنھیں سیاہی میں ڈبو کر کاغذ پر لگا دیا تھا۔ اس مسئلے کے متعلق فیرر نے خصوصیت کے ساتھ اپنا اعتماد ظاہر کیا۔ بہر حال عدالت کی یہ رائے تھی کہ استعمال شدہ آلہ مہر تھا اور رہائیڈ نے یہ بتایا کہ خود صدر عدالت کی مہر اسی قسم کی ہے جیسی دستاویز پر لگائی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی شخص یہ بحث نہیں کر سکتا کہ انگریزی قانون میں اس قسم کا آلہ مہر نہیں ہو سکتا۔

ان مختلف اعتراضات کی ناکامی کے بعد نند کمار نے مقدمے کا فیصلہ سنا۔ فیرر کی تحریر ایک وکیل کے لیے پیشے کے لحاظ سے دلچسپی رکھتی ہے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے "چیف جسٹس کا حکم سزا ایک قطعی حکم ہے۔ رحم کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ موت ہی موت ہے۔" میرے خیال میں الفاظ "ایک قطعی حکم" کے معنی یہ ہیں کہ قانونی دفعات نے عدالت کے لیے کوئی اختیار تمیزی باقی نہ رکھا تھا۔

یہ موقع ایک واقعے کے اظہار کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا ذکر اگرچہ پہلے ہی ہونا چاہیے تھا لیکن میں نے اسے اس لیے نظر انداز کر دیا تھا کہ اس کی خاص نوعیت کے باعث میری شہادت کے بیان میں خلل اندازی واقع ہوتی۔

فیرر نے التوائے فیصلہ کی تحریک کو بیان کرتے وقت یہ کہا "میں نے اس تحریک کے متعلق ایک دلیل کے ضمن میں قانون دوم سال جلوس جارج دوم کا ناموزوں حوالہ نہیں دیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ دلیل بہتر ثابت ہوگی کیونکہ مسٹر جسٹس چیمبرس نے اسے نظر انداز کر دیا تھا۔ علاوہ بریں اس فروگزاشت سے مجھے خود اپنی رائے میں ناکامی کا احساس تھا۔" اس واقعے کے سمجھنے کے لیے جسے بعد کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی یہ ضروری ہے کہ فیرر کی شہادت کے اس حصے کو بیان کیا جائے جس سے میں نے اب تک تساہل برتا ہے۔ مطبوعہ روداد مقدمہ اس عبارت سے شروع ہوتی ہے: "قیدی کو عدالت میں طلب کرکے اس پر جرم عائد کر دیا گیا اور فرد قرار داد جرم پڑھی گئی۔ قیدی کے وکیلوں (مسٹر فیرر اور مسٹر بریکس) نے عدالت کے اختیار سماعت کے متعلق عذر پیش کیا لیکن اس پر چیف جسٹس نے ایک اعتراض کو جو حقیقت واقعہ اور قانون مشمولہ دونوں کے متعلق تھا

ظاہر کرتے ہوئے وکیلوں سے یہ خواہش کی کہ وہ اپنے اعتراض میں ترمیم کرنے پر غور کریں اور اس کام کے لیے مہلت لیں۔ چنانچہ وکیلوں نے اعتراض پر غور کرنے کے بعد یہ مناسب سمجھا کہ اعتراض مذکور واپس لے لیا جائے۔"

اس واقعے کو مسٹر فیرر نے اس شہادت[1] میں جو اس نے مجلس مواخذہ کے روبرو دی بہت زیادہ واضح طور پر بیان کیا ہے۔ اس نے اختیار سماعت کے متعلق جو اعتراض پیش کیا اس کا مسودہ[2] مجلس مواخذہ میں پڑھ کر سنایا۔

---

[1] ۔ بیان شہادت صفحہ ۵۔

[2] ۔ اس مسودے کا مضمون حسب ذیل امور پر مشتمل تھا:۔

"(۱) صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل بنگال میں ان جرائم کے متعلق جن کا الزام اس صوبے کے ہندو باشندوں پر لگایا جاتا تھا خود حکومت بنگال کے قوانین کارفرما تھے نہ کہ برطانیۂ عظمیٰ کے قوانین۔

(۲) اس جرم کی نسبت جس کا الزام فرد قرارداد جرم میں قایم کیا گیا ہے یہ کہا گیا ہے کہ اس کا ارتکاب صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل ہوا ہے۔

(۳) صوبۂ بنگال میں (مسودے میں یہ درج نہیں ہے کہ شہر کلکتہ میں) صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل اور عذر پیش ہونے کے زمانے میں ایک عدالت تھی جو فوجداری عدالت یا زمینداروں کی کچہری کہلاتی تھی اور ان تمام جرایم کی تحقیقات جن کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ صدر عدالت کے قیام کے اعلان سے قبل ہندو باشندوں سے سرزد ہوئے تھے مذکورہ کچہری میں ہونی چاہیے تھی نہ کہ صدر عدالت میں۔

(۴)..... (یہ جگہ مسودے میں خالی ہے) وہ مقام (کلکتہ) جسے فرد قرارداد جرم میں ایسا مقام کہا گیا ہے جہاں جرم کا ارتکاب ہوا بنگال میں ہے۔

(۵) نندکمار ہندو تھا جو مرشد آباد میں پیدا ہوا تھا اور بیان کردہ ارتکاب جرم کے وقت، اس سے قبل اور اس زمانے سے اب تک وہ کلکتے میں مقیم رہا اور کبھی ایسٹ انڈیا کمپنی کی ملازمت میں نہ تھا۔"

مسٹر فیرر نے کہا " اس پر چیف جسٹس نے ایک فیصلہ کُن رائے فی الفور دے دی جو حقیقت واقعہ اور قانون مشمولہ دونوں سے متعلق تھی۔ اس نے جو واقعہ بیان کیا وہ یہ تھا کہ جرم کا ارتکاب کلکتے میں کیا گیا ہے۔ قانون کی بنیاد مجھے یقین ہے کہ قانون پارلیمنٹ، منشور دستور عام اور خصوصاً رادھا چند متر کے مقدمے پر تھی"۔ اس سے لی میستر اور ہائیڈ نے اتفاق کیا۔

چیمبرس موجود تھا لیکن مسٹر فیرر کو یہ یاد نہ رہا کہ آیا اس نے کچھ کہا تھا یا نہیں۔ آگے چل کر فیرر نے کہا " عذر کو کسی لحاظ سے بھی تائید کے قابل نہیں بتایا گیا لیکن اسے واپس لینے اور اس کی اصلاح کرنے کے لیے مجھے مہلت مانگنے کی اجازت دی گئی بشرطیکہ میرے خیال میں اس کی اصلاح اجلاس عدالت کے انعقاد تک ممکن ہو۔ پھر اسی وقت دریافت کیا گیا کہ آیا میں نے اختیار سماعت سے متعلق اپنے عذر کی نوعیت اور نتیجے کو اچھی طرح سمجھا بھی ہے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ یہ سوال مجھ سے مسٹر جسٹس لی میستر آنجہانی نے کیا تھا۔ میں نے جواب دیا کہ اس مسئلے پر حتی الامکان میں نے کافی غور و خوض کر لیا ہے اور میرا خیال ہے کہ سوال مذکور قیدی کے اس حق کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اُسے فرد قرارداد جرم پر بحث کرنے کے متعلق اس صورت میں حاصل ہے جب کہ اختیار سماعت سے متعلق عذر کو اس کے خلاف سمجھا جائے۔ اس بات پر بطور رضامندی میرا خیال ہے کہ سر ہلا کر " ہاں، ہاں" کا جواب دیا گیا۔ پھر میں نے کہا کہ واقعی میرا یہ خیال ہے کہ قانون کی علانیہ سختی کے باوجود سنگین جرم کی صورت میں مجرم کو جواب دہی کا حق[1] حاصل ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس خیال کی مخالفت میں سر ہلایا گیا اور اجلاس عدالت سے 'نہیں، نہیں' کی آواز آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بالخصوص مسٹر جسٹس لی میستر نے مخالفت کی لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا باقی جج بھی مخالف تھے۔ بایں ہمہ

---

[1] یعنی ایسا حق جس کی بنا پر جعل کے مقدمے میں مجرم نہ ہونے کی بحث اس صورت میں کی جائے جب کہ عدالت کے اختیار سماعت سے متعلق عذر ناکام ثابت ہو۔

میں نے پھر کہا کہ مجھے کامل یقین ہے کہ عدالت اپنے اختیار تمیزی سے مجرم کو جواب دہی کی اجازت دے دے گی اور مجرم کو اس قسم کی اجازت دینے میں اس کے اختیار تمیزی کے استعمال کرنے کے متعلق مجھے کوئی وہم وگمان نہیں ہو سکتا۔ اس کی جانب بھی عدالت کی رضامندی نہیں دکھائی دی''۔

میں یہ کہنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ سر ہلانے سے لی میستر کا کیا مطلب تھا لیکن یہ بات مجھے بہت زیادہ خلاف قیاس معلوم ہوتی ہے کہ عدالت نے فیرر کے یہ ذہن نشین کرا دیا ہو کہ اگر اختیار سماعت سے متعلق عذر مسترد ہو جائے تو کسی مزید کارروائی کے بغیر فرد قرار داد جرم کی بنا پر موت کا فیصلہ سنایا جائے گا۔ اس قسم کا فیصلہ واقعی ہیبت ناک ہوتا اور تقریباً ہر نقطۂ خیال کو جو عدالت کی نسبت قایم ہو سکے درست ثابت کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ عدالت نے اسے صاف طور پر سمجھا دیا ہو کہ وہ اختیار سماعت سے متعلق عذر کے باعث اس کے خلاف ہے اور یہ کہ عدالت نے زیادہ الفاظ میں نہ کہا ہو کہ اگر فیرر اختیار سماعت کے مسئلے میں ناکام رہا تو وہ قیدی کو جواب دہی کی اجازت دے دیگی۔ عدالت نے میری رائے میں یہ صحیح اندازہ کیا تھا کہ فیرر التوائے فیصلہ کی تحریک کر کے قیدی کی بے جرمی کے عذر کے تحت اعتراض سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ بریں ہمہ میرے خیال میں یہ زیادہ بہتر ہوتا کہ اختیار سماعت سے متعلق عذر کو روا رکھا جاتا اور قیدی کو جرم کی نسبت جواب دہی کی اجازت دی جاتی۔ لیکن میں کوئی خاص نتیجہ عدالت کے اختیار کردہ طریقے سے نہیں نکالتا کیونکہ وہی ایک سبب نہ تھا جس سے التوائے فیصلہ کی تحریک میں مزاحمت ہوئی۔

بہر صورت فیرر نے بریکس سے مشورہ کرنے کے بعد اختیار سماعت سے متعلق اپنا اعتراض واپس لے لیا۔ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی جو جیمبرس کی کارروائی سے پیدا ہوئی تھی جس پر بعد کو بہت کچھ تنقید کی گئی۔

مسٹر جسٹس چیمبرس نے فوراً فرد جرم طلب کی اور وہ اس کے حوالے کر دی گئی۔ اسے کچھ دیر تک پڑھنے کے بعد اس نے جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا:

یہ کہ اس کو اس امر کی نسبت بڑے شکوک تھے کہ آیا یہ فرد جرم ٹھیک طور پر مرتب کی گئی ہے یا نہیں کیونکہ یہ ایک ایسے سنگین جرم سے متعلق تھی جو قانون ۲۔ جارج دوم پر مبنی تھا۔ یہ کہ اس کے خیال میں پارلیمنٹ کا قانون خاص کر انگلستان کی مقامی حکمت عملی، اس کی سوسائٹی کی حالت اور عادات واطوار کے لحاظ سے اختیار کیا گیا تھا جہاں سیاسی اور تجارتی اسباب کی بنا پر اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی تھی کہ ایسے قوانین کے ذریعے جو بے حد تعزیری ہوں سکۂ قرطاس اور ساکھ کی تلبیس کا انسداد کیا جائے۔ یہ کہ اس نے خیال کیا کہ اس قسم کے اسباب کا اطلاق بنگال کے حالات پر نہیں ہوتا۔ یہ کہ جہاں تک عدالت کا فرض ہے بنگال پر اس زمانے کے حالات کے لحاظ سے اس طرح غور کرنا کافی ہوگا جس طرح انگلستان کے ان حالات پر غور کیا جاتا ہے جو قانون ۵۔ ایلزبتھ اور قانون ۲۔ جارج دوم کے مابین پائے جاتے تھے۔ نیز یہ کہ منشور کے اس فقرے کے تحت جو عدالت کو فوجداری عدل گستری کے لیے اسی طرح مجاز کرتا ہے جس طرح حکام فوجداری اور مجلس برطانیۂ عظمیٰ کے اس حصے میں عدل گستری کرتے یا کر سکتے ہیں جو انگلستان کے نام سے موسوم ہے یا اس کے اس قدر قریب جہاں اشخاص یا مقامات کے حالات اجازت دیں فرد جرم کو قانون ۵ ایلزبتھ پر بخوبی مبنی کیا جا سکتا ہے۔ لہذا اس نے من جانب عدالت یہ تجویز پیش کی کہ فرد جرم منسوخ ہونی چاہیے اور مستغیث کو یہ اختیار دیا جانا چاہیے کہ وہ ایک جدید استغاثہ قانون ۵۔ ایلزبتھ یا کسی اور قانون کی بنا پر جیسا کہ اسے مشورہ دیا جائے پیش کرے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے سر رابرٹ چیمبرس کی رائے کا یہی خلاصہ ہے۔

چونکہ مذکورہ بالا امر کی نسبت امپی کے مواخذے کے وقت بے حد غلط فہمی اور غلط بیانی ہوئی ہے اس لیے مجھے اس کے متعلق چند خیالات ظاہر کرنے چاہییں۔ اولاً یہ ایک بدیہی بات ہے کہ چیمبرس کو امپی، لی مستر یا ہائیڈ سے زیادہ شک نہ تھا کہ نند کمار انگریزی قانون فوجداری کے تحت آسکتا ہے کیونکہ وہ اسے (نند کمار کو) قانون ۵۔ ایلزبتھ باب ۱۴ کے احکام کے تحت

لانا چاہتا تھا۔ صرف ایک سوال اس کے اور اس کے رفقا کے درمیان بحث طلب یہ تھا کہ آیا قانون ۲۵۔ جارج دوم، باب ۲ قابل اطلاق بھی ہے۔ اسے اس میں شبہہ نہیں تھا کہ انگریزی قانون فوجداری کلکتے میں نافذ ہو چکا ہے لیکن اس رائے کو پیش کرتے وقت اس نے خیال کیا کہ قانون جارج دوم نافذ نہیں ہوا بلکہ قانون ۵۔ ایلزبتھ باب ۱۴ نافذ ہو چکا ہے۔ اس چیز کو امپی کے مواخذے پر اعتراض کرنے والوں نے قطعاً نظر انداز کر دیا جس کی وجہ سے وہ اس فائدے سے محروم ہو گئے جو چیمبرس کی سند سے اٹھا سکتے تھے۔

امپی نے چیمبرس کی اس رائے کے متعلق یہ کہا تھا کہ[لہ] "اس کے خیال میں یہ فرد جرم بادی النظر میں قانون ۲۔ جارج دوم پر بخوبی بنی تھی۔ اس نے ہمیشہ ہندوستان خصوصاً شہر کلکتہ کی نسبت (جس حد تک اس موقع پر ضروری تھا) یہ خیال کیا تھا کہ وہ ایک بہت بڑا تجارتی شہر ہے اور یہ کہ تجارتی و مالی امور نیز دیگر معاملات خواہ ان کی نوعیت سرکاری ہو یا خانگی غرض اس کے خیال میں تمام اہم ترین کاروبار سکۂ قرطاس اور رسالہ کے توسط سے انجام پاتے تھے۔ سوسائٹی کی حالت اور طور و طریق کے لحاظ سے اس ملک کو کسی طرح غیر متمدن یا غیر مہذب تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے برخلاف یہاں تہذیب و تمدن میں عظیم الشان ترقی ہوئی تھی .... اور یہ کہ ایسا خیال کرنے کی بجائے کہ مفید قوانین کے نفاذ سے قبل صحیح معاملات پر توجہ کرنے کے لیے ملک کو تیار کرنے اور پایۂ تکمیل کو پہنچانے کی ضرورت ہے شاید یہ خیال کرنا زیادہ مناسب ہوگا کہ اس قسم کے قوانین کے فقدان کی وجہ سے ملک تنزل پذیر ہو رہا ہے۔"

فیرر نے یہ بھی خیال کیا کہ امپی نے اس امر کی نسبت شبہہ ظاہر کیا ہے کہ

لہ۔ یہ دفعہ ۲ کے تحت نہیں آتا جس کا اطلاق صرف دستاویزات اراضی پر ہوتا ہے بلکہ یہ براہ راست دفعہ ۳ کے تحت آتا ہے جو وجوبات اور وجوبی ہنڈیوں پر عائد ہوتا ہے اور اس کے تحت جعل اور تلبیس سکہ کی سزا یہ دی جاتی ہے کہ ایک کان کاٹ دیا جاتا ہے اور ایک سال قید میں رکھا جاتا ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے خیال میں قانون از جملہ

آیا وہ دستاویز جسے جعلی بیان کیا گیا ہے قانون ۵ - ایلزبتھ، باب ۱۴ کے تحت آ بھی سکتی ہے - خواہ صورت حال کچھ ہی ہو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کی نسبت شہادت پیش کی گئی تھی جن کو ججوں نے اس سوال کے متعلق بہت اہم تصور کیا تھا کہ آیا قانون ۲۵ - جارج دوم کلکتہ کے حالات کے لیے موزوں ہے یا نہیں - اس کا پتا تحقیقات کی روداد سے نہیں بلکہ مسٹر فیرر کی شہادت کی مندرجہ ذیل عبارت[لے] سے چلتا ہے:

"جہاں تک میرا حافظہ مجھے مدد دیتا ہے ان واقعات کے متعلق کلکتے کے تمام یا اکثر سربرآوردہ دیسی باشندوں کی شہادت لی گئی جن پر دوران تحقیقات میں جرح بھی کی گئی - یہ یقیناً ایسے لوگ تھے جو شہادت دینے کے اسی طرح قابل تھے جس طرح کلکتے کا کوئی اور باشندہ ہو سکتا تھا - یہ سب کے سب ایسے لوگ تھے جو بڑے بڑے سرکاری اور خانگی معاملات سے بہت کچھ واقفیت رکھتے تھے (یعنی حضیرہ مل بابو، کوسی ناتھ بابو، راجہ نب کشن اور کوجا پطروس) - میں اپنے حافظے کی حد اعانت تک کہہ سکتا ہوں کہ ان کی شہادت متفقہ طور پر ان واقعات کی زبردست تائید کرتی تھی جن پر سر ایلیجا امپی نے اپنی رائے کے اس حصے کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ - معنوی طور پر قانون جارج دوم کے ذریعے منسوخ ہو گیا کیونکہ موخر الذکر قانون نے ان تمام جرائم کو جو مقدم الذکر کے تحت جرائم صغیرہ تھے جرائم کبیرہ میں متبدل کر دیا - یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ قانون جارج دوم کلکتہ میں نافذ تھا میرے خیال میں اس کی رائے درست تھی - یہ سچ ہے (جیسا کہ مسٹر بیورج نے بیان کیا ہے) کہ قانون ۵ ایلزبتھ باب ۱۴ کی تنسیخ قانون ۲ جارج چہارم اور قانون ۱ - ولیم چہارم، باب ۶۶، دفعہ ۳۱ کے ذریعے ہو چکی تھی لیکن یہ نتیجہ اخذ کرنا ایک غلطی ہوگی کہ اس وقت بھی وہ نافذ تھا - قوانین توثیق کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ متروک قوانین کو واضح طور پر منسوخ کر کے ان تمام سوالات کا انسداد کیا جائے جو ان کی معنوی تنسیخ سے متعلق پیدا ہوتے تھے - جب تک یہ دونوں قانون نافذ تھے میرے خیال میں کسی دستاویز کا جعل جو متاخر قانون کے تحت جرم کبیرہ تھا متقدم قانون کے تحت جرم صغیرہ نہیں ہو سکتا -

لے - فیرر کا بیان شہادت، صفحہ ۷ -

منحصر کیا تھا جو حقیقت پر مبنی تھا۔ اگر میں زیادہ غلطی نہیں کر رہا ہوں تو ان واقعات کی تائید ایک سے زیادہ اہل جیوری میرے خیال میں کم از کم دو نے کی تھی۔ تحقیقات کے دوران میں کلکتے کے قدیم ترین باشندوں اور بڑے بڑے کاروباری لوگوں کو اس غرض کے لیے حلف دیا گیا تھا۔ میرے نزدیک واقعات سے مراد 'کلکتے کی تجارت' سکۂ قرطاس اور ساکھ ہے' اور اب بھی میں اپنے ذہن پر اپنے اس احساس کا ایک گہرا نقش پاتا ہوں جس کو غیر معمولی طور پر صدمہ پہنچا تھا اور میں نے اس قسم کے احساسات کو ان لوگوں پر ظاہر کیا تھا جن پر مجھے بہت زیادہ اعتماد تھا (یعنی مسٹر مانسن آنجہانی اور سر جان کلیو رنگ) کیونکہ یہی ایک اہم امر تھا (رُوداد مقدمہ کی خوبیوں سے قطع نظر) جس پر میں نے انحصار کیا تھا۔"

معلوم ہوتا ہے کہ حکام عدالت اس امر کی نسبت متفق الرّائے تھے کہ انگریزی قانون فوجداری کلکتے میں نافذ ہو چکا ہے اور انھوں نے یہ خیال کیا کہ آیا یہ سوال کہ قانون ۲۵، جارج دوم نافذ ہو چکا ہے اس سوال پر مبنی ہے کہ آیا فی الحقیقت وہ حالات جن کی بنا پر ۱۷۲۹ء میں انگلستان میں جعل کو جرم کبیرہ قرار دینا مناسب سمجھا گیا تھا کلکتے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس امر کی نسبت بھی مزید اطمینان کر لیا کہ ایسے حالات کا وجود اس شہادت کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جس سے خود فیرر بھی جیسا کہ اس نے اقبال کیا ہے قائل ہو گیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ نندکمار کے مقدمے میں حقیقی سوال یہ نہ تھا کہ آیا کلکتے میں انگریزی قانون فوجداری نافذ ہو چکا ہے بلکہ یہ تھا کہ وہ کس وقت نافذ ہوا، آیا ۱۷۲۶ء میں یا ۱۷۵۳ء میں۔ یہ سوال اس وقت نہیں اٹھایا گیا تھا اور وہ قاعدہ جس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کئی سال بعد تک بھی طے نہیں ہوا تھا۔

ان تمام امور کا نتیجہ یہ نکلا کہ عدالت نے کبھی ان سوالات کا باضابطہ تصفیہ نہیں کیا کہ آیا نندکمار انگریزی قانون کے تحت جواب دہ تھا، اگر تھا تو آیا قانون ۲۵، جارج دوم کلکتے میں نافذ ہو چکا تھا اور آیا اس کا اطلاق اس کے مقدمے پر ہو سکتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ فیرر اس سوال سے دست بردار ہو گیا تھا کہ آیا نند کمار انگریزی قانون فوجداری کے تحت جواب دہ تھا کیونکہ تمام جج اس کے خلاف تھے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قانون کے متعلق بحث کرنے سے بھی اجتناب کیا۔ اس کی کچھ وجہ تو یہ تھی کہ اس شہادت سے جو یہ ظاہر کرنے کے لیے پیش ہوئی تھی کہ یہ قانون کلکتے کے لیے بھی اسی طرح موزوں ہے جس طرح لندن کے لیے اس نے جیسا کہ خود اس کی رائے ہے اپنے کو شکست خوردہ محسوس کیا اور اس کی کچھ وجہ یہ بھی تھی کہ "اس نے خیال کیا کہ اس مسئلے کا اسی حالت میں رہنا بہتر ہے کہ جہاں جسٹس چیمبرس نے اس کو چھوڑ دیا تھا"۔ میرے خیال میں اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ چیمبرس کی دشواری یا شک کا اس حد تک غلبہ ہو جائے گا کہ اس سے اس کے موکل کا قصاص رک جائے گا۔ اس کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ وہ چیز جسے میں صحیح تصور کرتا ہوں اس کے یا کسی اور شخص کے ذہن میں نہیں آئی۔

میں نے یہ سب امور تفصیل کے ساتھ اس لیے بیان کیے ہیں کہ امپی کے مواخذے کے وقت ان پر زیادہ زور دیا گیا اور ان کو اہم ترین تصور کیا گیا تھا۔

فیرر نے دوسری تدبیر یہ اختیار کی کہ بریکس کو (کیونکہ فیرر کی سعی و محنت سے اس کی تندرستی کو دیرپا مضرت[1] پہنچی تھی) عدالت میں اجازت مرافعہ کی درخواست پیش کرنے پر آمادہ کیا۔ یہ درخواست مسترد ہو گئی کیونکہ اس میں مرافعے کی اجازت دینے کے لیے خاص وجوہ بیان نہیں کی گئیں۔ وجوہ کو عمداً ترک کیا گیا تھا اور یہ طریق عمل فیرر نے بریکس کے مشورے کے بعد طے کیا تھا۔ وہ کہتا[2] ہے کہ " ان تمام امور پر کامل غور و خوض اور ان کے موازنے کے بعد جو اس مقدمے میں پیش آئے تھے ہم دونوں کی یہ رائے تھی کہ

---

[1] ۔" میرے دل اور پہلو میں ایک شدید درد تھا اور سینے سے خون بھی گرتا تھا ..... جس سے میں کبھی کامل طور پر تندرست نہ ہو سکا" فیرر کا بیان صفحہ ۱۸ تقریر: فروری ۱۷۸۸ء)۔

[2] ۔ فیرر کا بیان صفحہ ۱۷۔

ہمیں ایسی قانونی وجوہ بیان نہ کرنی چاہئیں جو ہمارے خیال میں عدالت کے نزدیک قابل وقعت ہوں اور جب کہ عدالت نے ہمارے کئی گواہوں کو گرفتار کرنے اور دروغ حلفی کی بنا پر ان کے خلاف مقدمہ چلانے کا حکم دے دیا تھا تو ہم فیصلۂ عدالت پر کسی طرح اعتراض کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے تھے اور نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ فیصلہ شہادت کے مغائر ہے"۔ غالباً درخواست مذکور پیش ہو کر موجب کو مسترد ہو گئی۔

آیا امپی کو ذاتی طور پر درخواست مرافعہ سے کوئی تعلق تھا یا نہیں ایک مشتبہ امر ہے۔ اس نے اپنی جواب دہی میں یہ بیان کیا کہ اسے اس قسم کے کسی مرافعے کی نسبت کچھ یاد نہیں ہے اور اگر ایسا کوئی مرافعہ تھا بھی تو وہ "وجوہ شکایت" کے ظاہر نہ ہونے سے مسترد ہو گیا ہو گا۔ اس سلسلے میں فیرر نے بیان کیا کہ وہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا برعکس نے اس سے یہ کہا تھا کہ اس موقع پر سرالیجا موجود تھا۔ لیکن فیرر اس امر کے متعلق کہ حقیقۃً درخواست کیوں مسترد ہو گئی تھی جو وجوہ بیان کرتا ہے وہ ان وجوہ سے بالکل مطابقت رکھتی ہیں جو استرداد درخواست کی نسبت امپی خیال کرتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ ماہ جولائی میں کئی دن تک نندکمار کی جانب سے کچھ نہیں کیا گیا لیکن اس ماہ میں چار عرضداشتیں ججوں کو پیش کی گئیں جن میں ان کے طرز عمل کی تحسین کی گئی۔ پہلی عرضداشت جیوری اعظم نے امپی کو انفرادی طور پر پیش کی تھی جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ "ہم یہ اطمینان محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں یور لارڈشپ کی شخصیت میں ایک ایسا چیف جسٹس مل گیا ہے جس کی قابلیت، خوش مزاجی اور اعتدال پسندی ہم کو ان فوائد کا یقین دلاتی ہے جن کی توقع صدر عدالت کے ادارے سے کی جا سکتی ہے" دوسری عرضداشت جو امپی کو شخصی طور پر دی گئی تھی آزاد تاجروں، آزاد جہاز رانوں اور شہر کلکتہ کے دیگر باشندوں کی جانب سے تھی" اور اس پر ۸۴ یورپی اشخاص

---

۵۱ - پارلیمنٹری تاریخ، جلد ۲۶، صفحہ ۱۳۸۵ و ۱۳۸۶ -

کے دستخط تھے جن میں مسٹر بیورج کہتا ہے آٹھ ارکان جیوری تھے۔ اس عرضداشت میں امپی کی جو تحسین کی گئی ہے وہ کراہیت سے مملو ہے۔ انھوں نے خاص طور پر اس محنت و مشقت کی داد دی ہے جو اس نے "گزشتہ تکلیف دہ اور اہم تحقیقات کے دوران میں شہادت کو صبر کے ساتھ جانچنے اور دروغ حلفی و سازش کی پیچیدگیوں میں سے صداقت کا سراغ لگانے کے لیے برداشت کی تھی" اور اس سے یہ استدعا کی ہے کہ انھیں یہ اجازت دی جائے کہ وہ اس کی ایک تصویر تیار کرا کے دار البلد میں آویزاں کریں۔ میں مسٹر بیورج کے اس خیال سے متفق ہوں کہ عرضداشت کے اس حصے کا جو جواب اس نے دیا ہے وہ بد ذوقی پر مبنی ہے کیونکہ وہ ان گواہوں کی شہادت کو جن کے خلاف اسے غالباً دروغ حلفی کے لیے تحقیقات کرنی پڑی ہوگی بہت بڑے فریب سے تعبیر کرتا ہے۔ یقیناً یہ غلط ہے۔ اسی نوعیت کی ایک تیسری عرضداشت پر ۳۲ آرمینیوں نے دستخط کیے تھے اور اس عرضداشت میں تمام ججوں سے خطاب کیا گیا تھا اور چوتھی عرضداشت پر کلکتے کے شہر اور مضافات کے تقریباً ایک سو سر آوردہ ہندوستانیوں نے دستخط کیے تھے۔ موخر الذکر مجھے کسی قدر عجیب و غریب معلوم ہوتی ہے۔ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ شاہ انگلستان نے "ایک نیا قانون وضع کیا ہے" اور یہ کہ ان کے دل "اس امر کی نسبت مختلف شکوک سے معمور تھے کہ یہ نیا قانون کس طریقے سے عمل پذیر ہوگا" لیکن جس طریقے سے "یہ قانون عمل پذیر ہوا ہے اس کے ذریعے یہ شکوک رفع ہو چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں اعتماد اور مسرت کی لہر پیدا ہو گئی ہے اور ہمیں کامل یقین ہو گیا ہے کہ ملک پھولے پھلے گا، بروں کو سزا ملے گی اور اچھوں کی عزت ہوگی۔" وہ کہتے ہیں کہ یہ قانون خود ان کے قانون سے بعض امور میں مختلف ہوگا۔ اس قسم کے امور کی نسبت وہ تحقیق کریں گے اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ جہاں تک دیوانی امور کا تعلق ہے خود ان کا قانون برقرار رکھا جائے۔

یہ عرضداشتیں اس احساس پر ضرب لگاتی ہیں جو ذی اقتدار اشخاص کی تعریف و تحسین کو ان کے زمانۂ کارگزاری میں روا نہیں رکھتا۔ لیکن

مجھے کسی طریقے سے بھی اس کا یقین نہیں ہے کہ ان سے اس اصل احساس کا اظہار نہیں ہوتا جو اس وقت کلکتے کے یورپی اور ہندوستانی باشندوں میں پایا جاتا تھا۔ اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان عرضداشتوں سے یورپیوں کے احساس کا اظہار ہوتا ہے۔ یورپی باشندے عدالت سے بالکل بے تعلق تھے اور انھوں نے کچھ مدت کے بعد ہی اس پر سخت حملے کیے۔ ہندوستانیوں کی جانب سے کوئی عرضداشت پیش ہو تو ہمیشہ اسے شبہے کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے لیکن اس زمانے میں عدالت کی بہ نسبت کونسل کا اثر ہندوستانیوں پر بہت زیادہ تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ عدالت کا کچھ اثر ہی نہ تھا۔ ایک مکتوب؎ میں جس کا حوالہ پہلے ہی دیا جا چکا ہے اور جو امپی کی جانب سے وزیر ہند کو لکھا گیا تھا اس خاص عرضداشت کی وقعت کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ کونسل کی اکثریت نے اس رُوداد میں جس میں زیر بحث مکتوب کا ایک حصہ جو اس کا جواب ہے یہ کہا ہے کہ "مذکورہ بالا عرضداشتوں میں سے ایک میں مشہور نابکشن نے مہاراجہ کا لقب اختیار کرکے پیشروی کی ہے اور اس کے پیرو، گورنر کے مہاجن کنتو بابو اور سوتی رام سنگھ نیز مسٹر مڈلٹن اور مہاجنوں کا سارا فرقہ ہے" اس کا جواب امپی نے یہ دیا کہ ہندوؤں کی جانب سے جو عرضداشت پیش کی گئی اس کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ کوئی ذہین شخص اس شہر کے باشندوں کے احساس کا ثبوت دینے سے باز نہیں رہ سکتا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس پر بیان عام مہاجنوں نے دستخط کیے ہیں۔ ہر وہ شخص جو کلکتے میں رہ چکا ہے یورلارڈشپ کو یہ بتائے گا کہ اس نوآبادی میں جنرل کلیورنگ کے مہاجن، کرنل مانسن مسٹر فرانسس اور مسمی کوسی ناتھ کے سوا بمشکل ایک ہندو بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے اس کاغذ پر دستخط نہ کیے ہوں۔ کوسی ناتھ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے سب سے پہلے عرضداشت پیش کرنے کی تجویز کی تھی۔ آگے چل کر اس نے گورنر جنرل اور کونسل سے ایک مزرعے کے الاؤنس کے متعلق نزاع پیدا کرلی جیسا کہ کونسل کی مثل سے ظاہر

؎۔ ڈوشٹے، ضمیمۂ عام صفحہ ۲، تحریر منسلکہ ۸۷، مورخہ ۲۰ رجنوری ۱۷۷۶ء۔

ہوتا ہے اور عرضداشت پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔" امپی نے یہ بھی کہا کہ جیوری اعظم کا جس نے عرضداشت پیش کی تھی جانشین فرانسس کا برادر نسبتی میکریبی ہوا اور یہ کہ اسے (امپی کو) معتبر ذریعے سے اطلاع ملی تھی اور اس نے یہ باور کیا تھا کہ" اس عرضداشت کو روکنے کے لیے بہت کچھ کوشش کی گئی۔" اس کے باوجود صرف دو آدمیوں نے جو شہر کلکتہ میں "آزاد تاجر کے نام" سے مقیم تھے اس پر دستخط نہیں کیے۔ ان میں سے ایک (واکر) نے جس نے دستخط کیے تھے اپنا نام واپس لے لیا اور "جیسا کہ مجھے اطلاع ملی ہے اس نے ایک ٹھیکہ حاصل کیا۔ دوسرے مسٹر لیکھم کو چونے[1] کا ٹھیکہ حاصل تھا جس کی نوعیت زیادہ تر اجارۂ خاص کی سی تھی اور وہ بیان کرتا ہے کہ بعض لوگ مجلس نظما کے پاس اس کی یہ سفارش کر رہے ہیں کہ مجلس مذکور کے ملازمین کی فہرست میں اسے سب سے اونچی جگہ دی جائے۔ مسٹر پلیڈل کو جس نے اس پر دستخط کیے تھے مہتمم پولس کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔" پلیڈل کی برطرفی کے متعلق اکثریت اپنی خاص وجوہ رکھتی تھی اور اسے غالباً یہ موقع کبھی نہیں ملا کہ وہ ان بیانات و الزامات کی تردید کرے جو پیش کیے گئے ہیں۔

ان عرضداشتوں کا حشر خواہ کچھ ہی ہوا ہو یہ واضح ہے کہ اس وقت کسی نے ججوں کے طرز عمل پر کچھ بھی ناپسندیدگی یا نندکمار سے کچھ بھی ہمدردی ظاہر نہیں کی۔

اس کا ایک حیرت انگیز ثبوت فیرر کی ایک اور تدبیر کے نتیجے سے ملتا ہے جو اس نے اپنے موکل کی تائید میں اختیار کی تھی۔ ختم جولائی پر اس نے جیوری سے یہ درخواست کی کہ وہ نندکمار کو مہلت دینے کی سفارش کرے۔[2]

---

[1] چونا:- یہ ایک قسم کی کہگل ہے۔ اس کی بہترین قسم وہ ہے جو استرکاری سے سطح کو سفید ہموار اور چھونے میں سنگ مرمر کی طرح سخت بنا دیتی ہے۔

[2] فیرر کا بیان، صفحہ ۱۸، ۱۹۔

یہ واقعہ اجازت مرافعہ کی درخواست نامنظور ہونے کے ایک ماہ بعد کا ہے۔ وہ اس درخواست کو صدر جیوری رابن سن کے پاس اس کے دستخط کے لیے ۱۳ جولائی کو لے گیا۔ رابن سن اس کی استدعا پر خفا ہو گیا اور اس نے یہ کہا کہ اس کا ضمیر اس درخواست پر دستخط کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور ایسی استدعا اس کے احساسات کو صدمہ پہنچاتی ہے۔ معلوم[1] ہوتا ہے کہ رابن سن نے سر ایلیجا امپی سے اس کی شکایت بھی کی تھی کیونکہ فیرر جب دوسری مرتبہ عدالت میں آیا تو امپی نے اس کے اس فعل پر اور خصوصیت کے ساتھ اس امر پر ملامت کی کہ اس نے ایک خط میں جو رابن سن کے نام لکھا گیا تھا نند کمار کو ایک "بدقسمت مظلوم" سے تعبیر کیا تھا۔ اس فقرے کی توجیہ فیرر نے یہ کی کہ اس سے مراد محض "ایک بدقسمت انسان ہے جو ذلت کی موت مرنے والا ہے"۔ اس بارے میں میرا خیال ہے کہ امپی غلطی اور درشتی پر تھا۔

اہل جیوری میں سے ایک اڈورڈ ایلرنگٹن نے بعد کو اس درخواست پر دستخط کر دیے اور جہاں تک میں معلوم کر سکتا ہوں یہی ایک درخواست تھی جو نند کمار کی جانب سے مہلت کے لیے کسی نے عدالت میں پیش کی تھی۔

بہر حال[2] فیرر نے ایک اور درخواست تیار کی جو ان واقعات کے لحاظ سے جو بعد کو پیش آئے اس مقدمے کی تاریخ میں بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ درخواست نند کمار کی جانب سے گورنر جنرل اور کونسل کو دی گئی تھی۔ اس میں وجوہ بیان کی گئی تھیں کہ کیوں عدالت کو مہلت منظور کرنی چاہیے اور ان میں سے اکثر امور ایسے تھے جن پر بعد کو امپی کے مواخذے کے وقت بحث کی گئی۔

اس درخواست میں بیان کیا گیا ہے کہ "یہ ایک فطری انصاف کا نیز جیسا کہ اسے (نند کمار کو) مشورہ دیا گیا ہے اس عالمگیر قانون کا اصول ہے جو تمام متمدن اقوام وافراد میں رائج ہے کہ ہر جرم کی سزا خاص کر جب کہ وہ کسی

---

[1] - رابن سن کا خط بنام فیرر مورخہ یکم اگست ۱۷۷۵ء (فیرر کا بیان شہادت، صفحہ ۲۰)۔
[2] - فیرر کا بیان، صفحہ ۲۔

سیاسی مسلک کی بنا پر دی جا رہی ہو ان سب کے لیے مشتہر کی جانی چاہیے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں۔" اس کی نسبت وہ کہتا ہے کہ اس قانون میں وہ درجۂ یقین تھا نہ اس کی ایسی تشہیر ہوئی تھی جو تمام شدید ترین تعزیری قوانین کے متعلق ہونی چاہیے۔

اس درخواست میں یہ اشارہ کیا گیا ہے گو بہ زیادہ واضح نہیں ہے کہ اس قانون کو عملاً ایک فعل مابعد تصور کیا جا سکتا ہے۔ نند کمار نے بہ حیثیت برہمن اپنے رتبے پر، اپنی گذشتہ خدمات پر اور دیگر امور پر زور دیا ہے۔

فیرر کی تجویز یہ تھی کہ کونسل کو چاہیے کہ وہ اس درخواست کو ایک مراسلے کے ذریعے اس رائے کے ساتھ عدالت میں بھیج دے کہ "جو وجوہ اس درخواست میں بیان کی گئی ہیں وہ ہماری نظر میں وزن رکھتی ہیں اور یہ وجوہ بشمول امور دیگر جو سیاسی نوعیت رکھتے ہیں اور درخواست گزار کی اس نمایاں حیثیت اور رتبے سے مستنبط ہو سکتے ہیں جو اسے ذاتی و سماجی زندگی میں حاصل ہے ہمیں اس استدعا کو منظور کرنے کی ترغیب دیتی ہیں جس کا اظہار درخواست میں کیا گیا ہے۔" درخواست میں استدعا یہ تھی کہ "درخواست گزار کی جانب سے ججوں کو آمادہ کیا جائے کہ وہ ایسی شرائط پر جو مناسب متصور ہوں مہلت دیں۔

اس مخفی خط میں جسے فیرر نے تیار کیا تھا ان الزامات کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے جو نند کمار نے ہیسٹنگز پر لگائے تھے لیکن ایسا نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ کونسل یہ کہتی کہ نند کمار نے ہیسٹنگز پر رشوت ستانی کا الزام لگایا ہے اور مفاد عامہ کے لیے یہ امر نہایت اہم ہے کہ اس قسم کے الزامات کی کامل تحقیقات کی جائے اور یہ کہ نند کمار کو سزائے موت دینے سے یہ ضروری تحقیقات رک جائے گی نیز (تحقیقات کے مبنی بر انصاف نہ ہونے کے متعلق کسی الزام سے اجتناب کرتے ہوئے) کونسل کے ارکان یہ کہہ سکتے تھے کہ گورنر جنرل پر الزام لگانے والے کو سزائے موت دینے سے ہندوستانیوں میں غلط فہمی پیدا ہو گی۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ پھانسی کے التوا کو منظور کرنے کے سوا

ججوں کی جانب سے اس خط کا کوئی اور جواب کیا دیا جا سکتا تھا۔ امپی نے اپنی جواب دہی میں بیان کیا ہے اور میرے خیال میں بالکل صحیح طور پر بیان کیا ہے کہ اگر ان سے ایسی درخواست کی جاتی تو وہ فوراً اسے منظور کر لیتے۔ پھر یہ درخواست کس طرح قبول کی گئی؟ اس کے متعلق فیرر کی شہادت حسب ذیل ہے:۔

اس نے (اپنے مربی) مانسن کو ایک خط لکھا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ "مجھے مہاراجہ نند کمار کے لوگ اس درخواست کے متعلق جو گورنر جنرل اور کونسل کے نام تھی درخواستیں دے دے کر مسلسل طور پر پریشان کر رہے ہیں۔ اور اس درخواست کو پیش کرانے کے لیے برابر مجبور کر رہے ہیں لہذا میں آپ کے پاس اسے ملفوف کر کے ارسال کر رہا ہوں اور یہ استدعا کرتا ہوں کہ آپ اسے ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں کہ آیا آپ یہ پسند فرماتے ہیں کہ درخواست مذکور آپ کے پاس کونسل میں روانہ کی جائے یا نہیں"۔

اس خط کا غیر محتاط لہجہ ایک خصوصیت پیش کرتا ہے خاص کر جب کہ اس کا مقابلہ "مسلسل طور پر پریشانی" کے تذکرے سے کیا جاتا ہے جس کی نسبت کاتب خط نے شکایت کی تھی۔ بہر حال یہ خط کبھی بھیجا ہی نہیں گیا۔ اس تاریخ کو جو اس خط پر لکھی گئی تھی (سہ شنبہ یکم اگست) فیرر ایک دعوت میں شریک تھا جو لیڈی امپی مانسن کے ہاں دی گئی تھی اور وہاں کلیورنگ، مانسن اور فرانسس سے اس کی ملاقات ہوئی تھی۔ فیرر کہتا ہے کہ "یہ سب لوگ ایک جگہ جمع تھے، میں نے فرانسس کو علحدہ بلا کر سب سے پہلے یہ معاملہ اسے سمجھایا۔ اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اس چارۂ کار کو پسند کیا۔ پھر جنرل کلیورنگ اور مسٹر مانسن ہمارے ہاں بلائے گئے۔ میں اور مسٹر فرانسس نے ان کے آگے اپنی تجویز پیش کی۔ اس جنرل نے بلا تامل قطعی انکار کر دیا اور وجہ یہ بتائی کہ یہ نند کمار کا ذاتی معاملہ ہے اور اس کو ملک کے ان امور عامہ سے کسی طرح کا تعلق نہیں ہے جن کا تصفیہ کرنے کے لیے صرف اسے یعنی جنرل کو بھیجا گیا تھا اور یہ کہ وہ ایک ایسے شخص کی تائید میں درخواست نہیں پیش کر سکتا جو جعل کا مجرم قرار پا چکا ہے اور نہ اس درخواست سے اس کے خیال میں کوئی فائدہ ہوگا۔ اس خیال سے مسٹر مانسن

متفق تھا اس لیے یہ معاملہ ترک کر دیا گیا اور اس کی نسبت پھر کبھی تحریک نہیں کی گئی[1]

کونسل کی اکثریت نے نندکمار کی درخواست کو جس حقارت کے ساتھ نامنظور کیا اس سے میرے خیال میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد کو جو الزامات فرانسس کی تحریک پر امپی کے خلاف لگائے گئے وہ دیانت پر مبنی نہیں تھے۔

یکم اگست ۱۷۷۵ء کو یہ امر ان کے اختیار میں تھا کہ کونسل کی اکثریت کی حیثیت سے رائے دے کر وہ نندکمار کی جان بچاتے اور ججوں کے پاس گورنر جنرل اور کونسل کے نام سے اس خط کو روانہ کر دیتے جو فیرر نے تیار کیا تھا خواہ اس میں وہ الزام درج ہوتا یا نہ ہوتا جو نندکمار نے ہیسٹنگز پر لگایا تھا۔ اگر انھیں اس وقت فی الحقیقت یہ یقین تھا کہ وہ ایک معصوم شخص ہے جسے قانوناً قتل کیا جا رہا ہے تو انھوں نے اپنے طرز عمل سے اپنے کو اس قتل میں معاون جرم بنا لیا جو ان کے خیال میں وقوع پذیر ہو رہا تھا۔ اگر ایک شخص کسی دوسرے کو غرق کرنے کے لیے دریا میں ڈھکیل دے اور ایک تیسرا شخص جس نے اس جرم کے ارتکاب کو دیکھا ہے اس مظلوم کو پانی سے باہر نکالنے سے انکار کر دے جب کہ وہ خفیف ترین خوف یا تکلیف کے بغیر مغروق کو کسی لکڑی کے سہارے یا اس کے ہاتھ میں رسی پھینک کر باہر نکال سکتا ہو تو ان میں سے ہر ایک اخلاقی نقطۂ نظر سے اس شخص کی موت کا مساوی طور پر مجرم قرار پائے گا۔ پس ٹھیک اسی طور پر جیسا کہ فیرر کی شہادت سے ظاہر ہے کلیورنگ، مانسن اور فرانسس نے واقعتاً عمل کیا جب کہ یکم اگست ۱۷۷۵ء کو انھیں ان الزامات کی صداقت پر یقین تھا جن کی تائید فرانسس نے کی تھی اور اس میں شک نہیں کہ اپریل اور مئی ۱۷۸۸ء میں اس نے ان کی طرف اشارہ بھی کیا تھا دور مابعد میں فرانسس کو کوئی ایک واقعہ بھی ایسا معلوم نہیں ہوا جو اسے دور ابتدائی میں معلوم نہ ہوا ہو۔ ۱۷۸۸ء میں وہ یہ باور کرنے کی کہ نندکمار قانوناً قتل کیا گیا کوئی وجہ ایسی نہ رکھ سکتا تھا جو وہ ۱۷۷۵ء میں نہ رکھتا ہو۔ پھر بھی وہ ۱۷۷۵ء میں

[1] فیرر کا بیان، صفحہ ۲۲ تا ۲۴۔

اپنا دست اعانت آگے بڑھا کر اس کی جان بچا سکتا تھا یا وہ اسے نہ بچاتا تو کم از کم صدر عدالت پر اس کی موجودہ ذمہ داری سے زیادہ بھاری ذمہ داری عائد کر سکتا تھا مگر اس نے کسی اعتراض کے بغیر کلیورنگ کے انکار سے علانیہ اتفاق کر لیا۔

فرانسس کے انتقال کے ایک مدت بعد ایک واقعہ روشنی میں لایا گیا جو شخصی طور پر فرانسس کے خلاف مذکورۂ بالا آراء کے وزن کو بڑھا دیتا ہے۔ مسٹر میریول کے وقائع حیات میں فرانسس کے مجموعۂ خطوط سے ایک خط شائع کیا گیا ہے جو نندکمار نے ۱۳ر جولائی ۱۷۷۵ء کو یعنی لیڈی اینی مانسن کی دعوت سے ایک روز قبل لکھا تھا یہ ایک حیرت انگیز خط ہے جو حسب ذیل ہے:۔

"جناب محترم۔ میں ان دنوں جن خطرناک اور ناگوار حالات میں گھرا ہوا ہوں ان سے یقیناً آپ واقف ہیں۔ میں اب خیال کر رہا ہوں کہ میری زندگی کی مدت بہت ہی مختصر ہے کیونکہ انگریز شرفا، اہل آرمینیا اور باشندگان شمالی افریقہ و ملک تلنگانہ میں سے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو میرے خلاف نہیں ہیں، لیکن وہ لوگ جو میری تائید میں نہیں ہیں مسلسل طور پر میرے خلاف مضرت رسانی کے ایسے طریقے سوچ رہے ہیں جو وہ سوچ سکتے ہیں۔ اس کی وجہ جناب پر بخوبی روشن ہے۔ ابتدا ہی سے میری اصل نیت یہ تھی کہ ملک کی مالگزاری غبن کیے بغیر معزز کمپنی کے خزانے میں داخل ہوا کرے۔ گزشتہ زمانے میں جب اس کاروبار کا انتظام میرے سپرد تھا تو میں نے اس امر کی بڑی احتیاط کی تھی کہ مالگزاری کا کوئی حصہ غبن نہ کیا جائے۔ اور جیسا کہ آپ اور دیگر دو صاحب انگلستان سے اس غرض کے ساتھ روانہ کیے گئے ہیں کہ کمپنی کے مفاد اور ملک کی فلاح کو ترقی دیں اور انجام کار مملکت برطانیہ کی شہرت و قوت کو پھیلائیں تو میری بھی یہ سچی خواہش تھی کہ آپ کے تحت خدمت گزاری کروں اور ہندوستانیوں کو آسودگی پہنچانے کا ذریعہ بنوں۔ لیکن افسوس ہے کہ میں نے پُرامن طریقے اختیار کرنے کی جو بہترین کوشش کی تھی اس سے میری جان مصیبت میں گرفتار ہو گئی ہے اور مجھے اپنی جان بچانے کی بہت کم امید ہے تاوقتیکہ جناب از راہ کرم میری جاں بخشی کے لیے ججوں کے پاس سفارش نہ فرمائیں۔ میری تمام امیدیں قادر مطلق کے بعد آپ ہی سے

وابستہ ہیں، لہذا میں نہایت عجز و انکسار سے ایشور کے نام آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میرے معاملے میں مداخلت فرمائیں اور ملک معظم کی مرضی ظاہر ہونے تک مہلت حاصل فرمائیں "۔ گورد اس کے متعلق چند سفارشیں اور فرانسس سے اعانت کی دوبارہ استدعا کرنے کے بعد وہ کہتا ہے "چونکہ میں جناب کی اس سعی پر بالکلیہ اعتماد کر رہا ہوں جو میری بھلائی کے لیے جناب کر سکتے ہیں اس لیے میں ہندوؤں کے اعتقاد کے مطابق باز پرس کے روز آپ پر یہ الزام نہیں لگاؤں گا کہ آپ نے مجھے اس مصیبت کے وقت جس میں اب مبتلا ہوں مدد دینے میں بے اعتنائی برتی "

اس کے آخری الفاظ کے لہجے میں ایک بدشگونی پائی جاتی ہے جس سے فرانسس کو اس کی آئندہ زندگی میں بڑی بے اطمینانی ہوئی ہوگی جب کہ اس نے یہ خیال کیا ہوگا (اگر اس نے کبھی یہ خیال کیا ہو) کہ وہ کئی سال تک ہیسٹنگز اور امپی سے اپنا انتقام لینے کے لیے سرگرمی کے ساتھ ناکام کوشش کرتا رہا مگر اس نے نند کمار کو مرنے کے لیے چھوڑ دیا حالانکہ اس کا ایک لفظ اس کے بچانے کے لیے کافی تھا اور وہ اپنے دوستوں کے حق میں اسی طرح بے وفا اور غدار ثابت ہوا جس طرح وہ اپنے دشمنوں کے خلاف اپنی عداوت میں ثابت قدم رہا۔

ایک رسالے میں جس کا تذکرہ دسویں باب میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے فرانسس نے عدالت میں درخواست نہ دینے کا عذر یہ پیش کیا ہے کہ عدالت نے یہ شکایت کی تھی کہ کسی عدالت کو ان امور کے متعلق جو قانوناً اس کے روبرو پیش ہوں کوئی درخواست نہ دینا یا کھلی عدالت میں تحریک نہ کرنا بلکہ ایک خط کے ذریعے مخاطب کرنا غیر دستوری طریقہ ہے۔ اس نے اس وسیع فرق کو نظر انداز کر دیا ہوگا یا عمداً اس پر غور نہیں کیا ہوگا جو ایک ایسے امر کی نسبت جسے عدالت کے روبرو قانوناً پیش کیا گیا ہے عدالت کو خط لکھنے اور ایسے امر کی نسبت خط لکھنے میں پایا جاتا ہے جس میں عدالت کو بصیغۂ انتظامی اختیار تمیزی حاصل ہے۔ موخرالذکر اسی طرح فطری اور مناسب ہے جس طرح مقدم الذکر غیر دستوری ہے۔ انگلستان میں ہوم سکریٹری درخواست ہائے معافی کے متعلق ہر جج کے ساتھ ہمیشہ مراسلت کرتا ہے۔ وہ خواب میں بھی کبھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ وہ کسی جج کو اس کے

عدالتی فرایض کے متعلق لکھے۔ اس قسم کی کوئی درخواست کونسل ہی کو عدالت میں پیش کرنی پڑتی ہے۔

درخواستوں کی بحث ختم کرنے کے لیے مسٹر فیرر[۱] کہتا ہے کہ اس نے یہ باور کیا تھا کہ نند کمار کے داماد راداچرن نے ججوں کے آگے اسی قسم کی درخواست پیش کی تھی جس قسم کی درخواست فیرر نے کونسل کو پیش کرنے کے لیے کہا تھا اور یہ کہ دو اور درخواستیں بھی تیار کی گئی تھیں جن میں سے ایک نند کمار کے بھائی شمبوناتھ رائے کے نام سے تھی۔ فیرر کہتا ہے کہ وہ "میرے سامنے اسے بھائی ہی کہتے تھے، لیکن یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے یہ سنا کہ نند کمار کا بھائی بھی ہے۔" دوسری درخواست "کلکتہ، مرشد آباد اور دیگر مقامات کے باشندوں کے نام سے تھی لیکن مجھے یقین ہے کہ دونوں درخواستوں پر عملی چارہ کار اختیار نہیں کیا گیا۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر فوک ان دونوں درخواستوں کو میرے پاس لے آیا یا ان کو میرے پاس اس نے روانہ کیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ شمبوناتھ رائے کے نام سے جو درخواست تھی اس کے خلاف میں نے مشورہ دیا۔ دوسری درخواست کو مجھے خوب یاد ہے کلکتے کے ان باشندوں نے پسند نہیں کیا جو درخواست پیش کرنا چاہتے تھے اور جنھیں جیسا کہ مجھے کہا گیا ہے یہ درخواست دکھائی گئی تھی۔" یہ درخواست فیرر کے بیان شہادت میں طبع کی گئی ہے۔ اس میں نند کمار کی تعریفیں کی گئی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے خلاف جو الزام لگایا گیا ہے وہ جھوٹا ہے اور اس کے جانی دشمنوں نے (الزام) لگایا ہے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ میں نے گراں و تکلیف دہ تفصیل کے ساتھ ان تمام واقعات کو بیان کر دیا ہے جو نند کمار کے مقدمے کی تحقیقات سے لے کر اس کی سزائے موت تک پیش آئے تھے۔

میں نے سازش کی تحقیقات کو اس حد تک بیان کیا ہے جس سے جعل کی تحقیقات کی توضیح ہوتی ہے۔ میں نے التوائے فیصلہ کی تحریک کا

---

[۱] ۔ فیرر کا بیان شہادت، صفحہ ۲۴۔

تذکرہ کر دیا ہے اور اس واقعے کی بھی توجیہ کر دی ہے کہ اس سوال پر کہ آیا نند کمار عام طور پر انگریزی قانون فوجداری کے اور خاص طور پر قانون ۲۵ جارج دوم، باب ۲ کے تابع ہے یا نہیں کیوں عدالت کے سامنے کبھی کامل بحث نہیں کی گئی۔ میں نے یہ بتا دیا ہے کہ درخواست اجازت مرافعہ کا کیا حشر ہوا اور میں نے ان کوششوں کا بھی ذکر کر دیا ہے جو فیرر نے درخواست مہلت منظور کرانے کے لیے کی تھیں۔ اس ساری جد وجہد کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ کونسل کی اکثریت نے مداخلت کرنے سے تقریباً حقارت کے ساتھ انکار کر دیا، کل جیوری نے بھی بجز ایک رکن کے انکار کر دیا اور ایک رکن تو استدعا پر خفا ہی ہو گیا۔ دوسری درخواستیں پڑی رہیں اور صرف ایک درخواست جس کے پیش کیے جانے کا ذکر کیا گیا ہے نند کمار کے داماد راد ھاچرن کی جانب سے تھی۔ میں اس باب کو سزائے موت کے اس بیان پر ختم کر دوں گا جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا لکھنے والا فرانسس کا برادر نسبتی میکربی تھا جو اس موقع پر شیرف (ناظم ضلع) کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس بیان کو سر گلبرٹ ایلیٹ نے سالنامہ بابت ۱۷۸۸ء سے بطور خلاصۂ تقریر اس وقت پڑھا تھا جب کہ اس نے امپی سے مواخذہ کیا تھا۔

یہی بنیاد ہے لارڈ میکالے کے دلچسپ بیان کی جس کی صحیح تاریخ کا سراغ ایک حیرت انگیز اتمام کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے۔ لارڈ میکالے نے جس طریقے سے اپنی تابناک ادبی کوششوں میں کامیابی حاصل کی ہے اس کی ایک مثال میں یہاں دیتا ہوں۔ میں اس کے بیان کو نیز اس سند کو جس سے اس نے یہ بیان اخذ کیا ہے ساتھ ہی ساتھ پیش کرتا ہوں۔

یہ سن کر کہ چند اشخاص نے یہ خیال کیا تھا کہ مہاراجہ نند کمار اپنی پھانسی کے وقت لوگوں سے خطاب کرے گا میں نے حسب ذیل یادداشت ان واقعات

لہ۔ ملاحظہ ہو سالنامہ بابت ۱۷۷۵ء۔ سر گلبرٹ ایلیٹ نے پارلیمنٹ میں ۹ مئی ۱۷۸۸ء کو یہ بیان پڑھا تھا جو پارلیمنٹری تاریخ جلد ۲۷ صفحہ ۴۳۸ تا ۴۴۲ پر شائع ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو کلکتہ قدیم کی صدائے بازگشت۔

کے متعلق تحریر کی ہے جو اس موقع پر نیز اس وقت پیش آئے تھے
جب کہ میں اس سے محبس میں پھانسی سے ایک روز قبل بوقت شام (۴ اگست جمعہ کی شام) ملا تھا اور یہ دونوں موقعے میرے حافظے میں تازہ ہیں۔
''جب میں محبس میں اس کے کمرے کے اندر داخل ہوا تو وہ کھڑا ہو گیا اور

''شیرف (ناظم ضلع) اس انسانیت سے جو ایک شریف انگریز میں شاذ ہی مفقود ہوتی ہے مجرم سے پھانسی کی شام کو ملا اور اسے یہ یقین دلایا کہ وہ کسی رعایت سے جو قانون کے مطابق ہو محروم نہیں کیا جائے گا۔''

اپنے معمولی طریقے کے مطابق مجھے سلام کیا۔ جب ہم دونوں بیٹھ گئے تو اس نے اپنے سکون اور علانیہ بے تعلقی کے ساتھ گفتگو کی کہ مجھے حقیقتاً یہ شبہہ ہونے لگا کہ آیا وہ آنے والی مصیبت سے آگاہ بھی ہے۔ لہذا میں نے ترجمان کو یہ حکم دیا کہ وہ اسے یہ اطلاع دے کہ میں اس کی آخری تعظیم کی علامت ظاہر کرنے اور اسے یہ اطمینان دلانے کے لیے آیا ہوں کہ دوسرے ہی روز صبح کو ایسی توجہ مبذول کی جائے گی جس سے ایسے غم انگیز موقعے پر اسے تسلی ہو سکے، اور یہ کہ مجھے اس کا گہرا احساس ہے کہ میرے عہدے کے فرایض نے مجھے اس موقع پر لازمی فریق بنا دیا، لیکن میں آخری وقت تک یہ ملحوظ رکھوں گا کہ اس کی ہر خواہش پوری کی جائے اور خود اس کی پالکی اور اس کے ملازم اس کے پاس حاضر رہیں نیز اس کے ان احباب کی حفاظت کی جائے جو میں سمجھتا ہوں اس کی پھانسی کے وقت موجود رہیں گے۔

''اس نے جواب دیا کہ اس ملاقات کے لیے وہ میرا ممنون ہے میری تمام مہربانیوں کا وہ شکریہ ادا کرتا ہے اور مجھ سے اس نے یہ استدعا کی کہ میں اس کے خاندان پر ان مہربانیوں کا سلسلہ جاری رکھوں نیز اس نے یہ کہا کہ نوشتۂ تقدیر کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور اس نے اپنی پیشانی پر اپنی انگلی رکھ کر کہا۔

''نند کمار نے نہایت شائستگی اور غیر متزلزل استقلال کے ساتھ اپنی شکر گزاری کا اظہار کیا۔ اس کے چہرے پر کوئی شکن نہیں پڑی اور نہ اس نے آہ سرد بھری۔ اس نے اپنی پیشانی پر اپنی انگلی رکھ کر آہستہ کہا کہ

قسمت کا لکھا پورا ہوتا ہے اور ایشور کی مرضی کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے فرانسس کلیورنگ اور مانسن کو اپنی ڈنڈوت بھیجی اور یہ استدعا کی کہ وہ راجہ گوروداس کی حفاظت کریں جو بنگال کے برہمنوں کا سرگروہ ہونے والا تھا۔ شیرف اس واقعے سے جو یہاں گزرا تھا بہت متاثر ہو کر واپس ہوا اور نندکمار یادداشتیں لکھنے اور حسابات کی تنقیح کرنے کے لیے مستقل مزاجی کے ساتھ بیٹھ گیا۔"

ایشور کی مرضی پوری ہونی چاہیے۔ اس نے خواہش کی کہ میں اس کی ڈنڈوت جنرل کلیورنگ، کرنل مانسن اور مسٹر فرانسس کو پہنچاؤں اور ان سے یہ استدعا کروں کہ وہ راجہ گوروداس کی حفاظت کریں اور اب از راہ کرم اسے برہمنوں کا سرگروہ سمجھیں۔ اس کا استقلال حیرت انگیز تھا، اس نے کوئی آہ سرد بھری نہ اس کی آواز میں اور چہرے پر خفیف سا بھی تغیر ہوا اگرچہ میں جانتا تھا کہ چند گھنٹے قبل وہ اپنے داماد سے غم انگیز طور پر جدا ہوا تھا میں نے مستقل مزاجی میں اپنے کو اس کے سامنے اس قدر پست پایا کہ میں زیادہ ٹھیر نہیں سکا۔ سیڑھیوں سے نیچے اترنے کے بعد داروغۂ محبس نے مجھے یہ اطلاع دی کہ وہ اپنے دوستوں کے رخصت ہونے کے وقت سے یادداشتیں لکھنے اور حسب عادت حسابات دیکھنے میں مصروف ہو گیا ہے۔

مجھے اب یہ خوف ہونے لگا کہ اس نے مرنے کا تہیہ کر لیا ہے اور اسے کامل طور پر یقین تھا کہ وہ صبح مردہ پایا جائے گا، لیکن پانچویں تاریخ کو بروز شنبہ سات بجے مجھے یہ اطلاع ملی کہ محبس میں پھانسی کے لیے تمام چیزیں

"دوسرے دن صبح کو جب کہ آفتاب پوری طرح طلوع نہیں ہوا تھا ایک بڑا مجمع اس مقام پر ہو گیا جہاں سولی کا انتظام کیا گیا تھا۔ ہر شخص کی صورت سے رنج و غم ٹپکتا تھا تاہم[۱]

تیار ہیں۔ میں تقریباً ساڑھے سات بجے یہاں آیا۔ ان غریب بے بس لوگوں کی آہ و بکا کو جو اس سے آخری مرتبہ رخصت ہو رہے تھے یہاں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس واقعے کے تین گھنٹے بعد میں اسے ضبط تحریر میں لا رہا ہوں لیکن میں پہلے صدمے

۱۔ یہ فقرہ سرگلبرٹ ایلیٹ کی تقریر سے لیا گیا ہے جو اس نے امپی کے مواخذے کے وقت کی تھی۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل۔

آخری وقت تک مجمع کو بمشکل یہ یقین ہو سکتا تھا کہ انگریز حقیقت میں اس جلیل القدر برہمن کی جان لینا چاہتے ہیں۔"

سے اب تک متاثر ہوں۔ جوں ہی اسے معلوم ہوا کہ میں آچکا ہوں وہ نیچے صحن میں چلا آیا اور داروغۂ محبس کے کمرے میں مجھ سے ملا۔

اس سے کوئی تشویش نہ کوئی بناوٹی تاخیر ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ زندہ دلی کے ساتھ کمرے میں آیا اور حسبِ معمول اس نے ڈنڈوت کی، لیکن جب تک میں اس کے قریب کرسی نہیں لے گیا وہ نہیں بیٹھا۔ یہ دیکھ کر کہ کسی شخص کی نظر گھڑی کی طرف ہے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ تیار ہے اور فوراً ان تین برہمنوں کی جانب پلٹ کر جو اس کی خدمت اور نعش کی حفاظت کرنے آئے تھے ان سب سے خوب بغل گیر ہوا، لیکن اس کی طرف سے غم و افسردگی کی کوئی علامت نہیں پائی گئی حالانکہ تینوں برہمن رنج و مایوسی کی انتہائی حالت میں مبتلا تھے۔ پھر میں نے اپنی گھڑی دیکھی اور اس سے کہا کہ جو وقت میں نے بتایا تھا وہ ابھی نہیں آیا۔ اس کے لیے تقریباً سوا آٹھ بجنے کی ضرورت ہے، لیکن میں خود اس کے وقت تک ٹھیر سکتا ہوں اور جب تک اس کا اشارہ نہ ہو میں اپنی جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔ جب اس کے سامنے اس بات پر زور دیا گیا کہ وہ سولی کے مقام پر جہاں وہ دنیا سے منہ موڑ لے گا کوئی اشارہ کرے تو اس نے کہا کہ وہ تقریر کرے گا۔ ہم تقریباً ایک گھنٹے تک بیٹھے رہے۔ اس اثنا میں اس نے ایک سے زائد مرتبہ مجھ سے خطاب کیا اور راجہ گورداس، جنرل کلیورنگ، کرنل مانسن، اور مسٹر فرانسس کا ذکر کیا، لیکن بظاہر وہ پریشان نظر نہیں آتا تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اس نے باقی وقت دعا میں صرف کیا، اس کے ہونٹ اور زبان ہل رہی تھی اور اس کا سر اس کے ہاتھ پر ٹکا ہوا تھا۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے محبس کے چند ملازمین سے گفتگو کی اور ان سے یہ کہا کہ اگر اس سے کوئی فروگزاشت ہو گئی ہے تو راجہ گورداس اس کی تلافی کر دے گا۔ بعد ازاں وہ خوشی کے ساتھ پھاٹک تک آیا، پالکی میں بیٹھا اور بالکل بے پروائی سے اپنے گرد و پیش دیکھنے لگا۔

"بالآخر غم انگیز جلوس لوگوں کے ہجوم میں سے آیا۔ نندکمار اپنی پالکی میں بیٹھا ہوا غیر متغیر سکوت و تحمل کے ساتھ اپنے اطراف دیکھ رہا تھا۔ وہ ابھی ابھی اُن لوگوں سے جدا ہوا تھا جو اس سے بہت ہی قریبی تعلق رکھتے تھے۔ ان کی آہ وزاری سے یورپی وزرائے عدل بھی متاثر ہوگئے تھے، لیکن اس قیدی کی آہنی روایت پر اس کا خفیف سا اثر بھی نہیں پڑا۔ صرف ایک خواہش جو اس نے ظاہر کی یہ تھی کہ اس کی نعش کو لے جانے کے لیے خود اس کے فرقہ پروہت کے لوگ حاضر رہیں۔"

جب ڈپٹی شیرف اور میں دونوں اس کے ہمراہ چلنے لگے تو ہم اس کے طرزعمل کو نہ دیکھ سکے تاوقتیکہ ہم سب سولی کے مقام پر نہ پہنچ گئے۔ یہاں مجمع بہت کثیر تھا لیکن ہنگامے کی خفیف سی علامت بھی نہیں پائی جاتی تھی۔ راجہ پالکی میں بیٹھا ہوا تھا جسے کہار اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھے اور وہ پہلے ہی کسی قدر توجہ کے ساتھ اپنے گرد وپیش دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر یا اس کے طرزعمل میں خفیف ترین اضطراب بھی نہیں دیکھا جب کہ اس کی نظر سولی پر یا کسی رسم پر پڑی جو یہاں ادا ہو رہی تھی۔ اس نے برہمنوں کو طلب کیا جو اس وقت تک نہیں آئے تھے اور وہ کسی قدر بے چین سا ہو گیا گویا اسے یہ اندیشہ تھا کہ ان برہمنوں کے پہنچنے سے پہلے اسے سولی دے دی جائے گی۔

میں نے یہ موقع پاکر اسے یقین دلایا کہ میں خود اس کے وقت کا انتظار کرسکتا ہوں یعنی کہ ابھی صبح ہوئی ہے اور کوئی جلدی نہیں ہے۔ اس کے بعد ہی جب برہمن آگئے تو میں نے یہ خیال کرکے کہ ان سے شاید وہ تخلیے میں کچھ کہے گا عہدہ داروں کو وہاں سے ہٹا دیا، لیکن اس نے اشارے سے مجھے روکا اور یہ کہا کہ اس نے راجہ گوروداس اور اس کے زنانے کی حفاظت کے متعلق جو کچھ کہا تھا اس کی یاد دہی کے لیے وہ ان سے چند لفظ کہنا چاہتا ہے۔ اس نے مجھ سے گفتگو کی اور یہ خواہش کی کہ ان لوگوں کی حفاظت کی جائے کیونکہ یہ اس کی نعش کو اپنی حفاظت میں لینے والے ہیں اور اس نے بار بار یہ خواہش کی کہ اس کی نعش کو تماشائی چھونے نہ پائیں، لیکن اپنے گرد وپیش کے مجمع سے وہ کچھ بھی خوف زدہ یا بے چین نہیں ہوا۔ لوگوں کی ناشائستگی کے باعث ضروری تیاریوں میں

کسی قدر تاخیر ہوئی۔ وہ کسی طرح اپنے معاملے کو طول دینا نہیں چاہتا تھا بلکہ بار بار مجھ سے کہتا تھا کہ وہ تیار ہے۔ جب میں نے دریافت کیا کہ آیا اور کوئی دوست ہے جس سے وہ ملنا چاہتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ دوست تو بہت ہیں لیکن یہ ان سے ملنے کا مقام ہے نہ موقع۔ کیا اسے یہ خوف دامنگیر ہوا کہ کوئی دوست جو موجود ہو مجمع میں سے باہر نہ آسکے گا؟ اس نے ایک شخص کا ذکر کیا جس کا نام پکارا گیا لیکن اس نے فوراً کہا کہ "یہ بے سود ہے' غالباً وہ نہیں آیا ہے"۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں جنرل کلیورنگ' کرنل مانسن اور مسٹر فرانسس کو

اس کی ڈنڈوت پہنچاؤں اور وہ بہت ہی مطمئن نظر آیا۔ جب وہ گفتگو میں مصروف نہ ہوتا تو پالکی میں لیٹ جاتا اور اس کے	"اس نے پھر مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں کونسل میں اس کے دوستوں کو ڈنڈوت پہنچاؤں"۔

ہونٹ اور زبان پہلے کی طرح حرکت کرتی رہتی۔

اس کے بعد میں نے اس کے اشارہ کرنے کے متعلق اس سے دریافت کرایا جو مجمع کے شور وغل کی وجہ سے بذریعہ تقریر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اشارہ کرے گا' لیکن جب اس سے بیان کیا گیا کہ اس کے ہاتھوں کا باندھا جانا ضروری ہے تاکہ کسی غیر ارادی حرکت کو روک دیا جائے اور جب میں نے اس سے کہا کہ وہ پاؤں سے اشارہ کرے تو اس نے کہا کہ وہ ایسا ہی کرے گا۔ اب آخری المناک رسم کے سوا کچھ باقی نہ تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اس کی پالکی سولی کے قریب لائی جائے' لیکن اس نے پیدل چلنا ہی پسند کیا اور وہ اس قدر سیدھا چل رہا تھا کہ میں نے عام طور پر اسے اس طرح چلتے نہیں دیکھا تھا۔ ان سیڑھیوں کے نیچے جو سولی کے تختے کی طرف رہنمائی کرتی تھیں اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کر دیے تاکہ ان کو رومال سے باندھ دیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ وہ نہایت بے اعتنائی سے اپنے گرد و پیش دیکھنے لگا۔ اس کے منہ پر کپڑا باندھنے کے متعلق کچھ دشواریاں پیدا ہوئیں۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ ہم میں سے کوئی شخص کپڑا نہ باندھے۔ میں نے ایک زیر دست فوجی عہدہ دار کو جو برہمن تھا اور ایک رومال اپنے ہاتھ میں لے کر آیا اس کے سامنے پیش کیا' لیکن

راجہ نے خود اپنے ایک ملازم کی طرف رُخ کیا جو اس کے پاؤں پر سرنگوں پڑا ہوا تھا اور اسے کپڑا باندھنے کے لیے اشارہ کیا۔

اس کے پاؤں کسی قدر کمزور ہونے اور اس کے ہاتھ باندھے جانے سے سیڑھیاں چڑھنے میں اسے دقت ہوئی لیکن اس نے کچھ بھی بے اعتنائی

"سولی پر استقلال کے ساتھ چڑھا"

ظاہر نہیں کی بلکہ ہاتھوں کے بل کھڑا ہونے کی کوشش کی۔ اس کے بعد وہ تختے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور میں حتی الامکان مستقل مزاجی سے اس کے چہرے کو کپڑے سے ڈھانکے جانے تک بہ نظر غائر دیکھتا رہا تاکہ یہ معلوم کروں کہ خوف اور دہشت کی کوئی خفیف سی علامت بھی میرے مشاہدے میں آسکے گی، لیکن یہاں ایسی کوئی علامت نہیں تھی۔ خود میری ہمت ٹوٹ گئی اور میں اپنی پالکی پر چڑھا، لیکن اس میں میرے بیٹھنے سے قبل اس نے اشارہ کر دیا اور سولی کا تختہ ہٹا دیا گیا۔

"اور جلاد کو اشارہ کیا۔" | جب مجھے ذرا سکون ہوا تو میں یہ دیکھ سکا کہ اس کے ہاتھ اسی طرح پیچھے کی طرف تھے جس طرح میں نے ان کو باندھے جانے کے وقت پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس کے چہرے کے اس حصے پر جو نمایاں تھا میں کوئی شکن نہ دیکھ سکا۔ مختصر یہ کہ اس سارے رقت انگیز معاملے کے دوران میں اس کا استقلال، اطمینان اور عزم کسی ایسے نمونۂ استقلال و استحکام سے کم نہیں تھا جسے میں نے کبھی پڑھا یا سنا ہو۔ اس کی نعش کو مقررہ وقت تک معلق رکھنے کے بعد نیچے اتارا گیا اور اسے جلانے کے لیے برہمنوں کے حوالے کیا گیا۔

وہ ہنرمندی جس کے ذریعے اس طویل بیان کے پورے نتیجے کو پیش کیا گیا ہے تاکہ اس کی ہر وہ چیز جس سے ایک اصلی تصویر کھنچ جاتی ہے محفوظ ہو جائے اور کامل صحت بیان ملحوظ رہے حالانکہ بعض صفحات کو بائیس سطور کی عبارت میں گھٹا دیا گیا ہے میرے خیال میں ادبی کمال کا ایک قابل یادگار نمونہ ہے۔ بہرحال میکالے کو مسٹر میکربی کے بیان سے اطمینان نہیں ہوا۔ وہ اپنا بیان حسب ذیل جاری رکھتا ہے:۔

"جوں ہی سولی کا تختہ گرا بے شمار تماشائیوں سے رنج و مایوسی کا شور و غل

بلند ہوا سیکڑوں نے اس کربہ منظر سے منہ موڑ لیا اور پر زور آہ و زاری کرتے ہوئے وہ دریائے ہگلی کی طرف دوڑنے لگے اور اس کے مقدس پانی میں کود پڑے گویا وہ اپنے کو اس گناہ سے پاک کرنا چاہتے تھے جو اس جرم کے دیکھنے سے سرزد ہو گیا تھا۔"

یہ بیان مواخذے سے متعلق سر گلبرٹ الیٹ کے اس مضمون تقریر[۱] سے لیا گیا ہے جس میں ذیل کی عبارت درج ہے:۔

"جب یہ دردیہ وقوع پذیر ہو رہا تھا تو گرد و پیش کے لوگ رنج، خوف اور تردد میں مبتلا تھے۔ ایک قسم[۲] کی توہم آمیز بے اعتقادی کے ساتھ وہ یہ یقین نہیں کرسکتے تھے کہ واقعاً راجہ کی جان لی جائے گی، لیکن جب انھوں نے اسے بندھا ہوا دیکھا اور سولی کا تختہ گر گیا تو ان سب[۳] نے شور و غل مچایا اور خوف و مایوسی کی نہایت دل خراش آوازیں لگاتے ہوئے ان میں سے اکثر لوگ دریائے[۴] گنگا تک دوڑے اور پانی میں کود پڑے گویا وہ اس ظلم سے اپنا منہ چھپا رہے تھے جو انھوں نے دیکھا تھا یا اس گناہ سے وہ اپنے کو پاک کرنا چاہتے تھے جس میں اس منظر کے دیکھنے سے وہ مبتلا ہو گئے تھے۔"

۱۔ پارلیمنٹری تاریخ، جلد ۲۰، صفحہ ۱۴۴۔

۲۔ میکالے کی یہ تحریر مسٹر میکربی کے بیان پر مشتمل ہے۔ ملاحظہ ہو مذکورہ بالا بیان۔

۳۔ میکالے کی بیان کردہ "پر زور آہ و زاری" میں سب کچھ داخل ہے۔ اس کے علمی ذوق نے اسے بتایا کہ جب "عام شور و غل" کہا گیا تو "خوف و مایوسی کی نہایت دل خراش آوازوں" کے تذکرے کی ضرورت نہیں ہے۔

۴۔ مقامی خصوصیت کے متعلق لارڈ میکالے کا انس ملاحظہ ہو جو اس نے صحیح طور پر گنگا کی بجائے ہگلی اور پانی کی بجائے مقدس پانی کہہ کر ظاہر کیا ہے نیز اس کا طرز بیان قابل دید ہے جس میں وہ پانی کے تقدس کو اس پاکیزگی سے نسبت دیتا ہے جو ایک سولی یافتہ برہمن کے دیکھنے کے جرم کی بنا پر حاصل کی جائے۔ سر گلبرٹ کے تعلقات میں اس بیان کا آخری حصہ زیادہ شستہ ہے۔

ان بیانات پر مسٹر امپی بہت غضب ناک نظر آتا ہے۔ وہ میکربی کے بیان کے متعلق یہ کہتا ہے کہ "یہ وہ خط ہے جسے پھانسی کے بارہ یا تیرہ سال بعد تک کبھی کسی نے دیکھا نہ سنا جب کہ سر ایلیجا امپی کے دشمنوں نے پارلیمنٹ اور انگلستان کے باشندوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے اسے پیش کیا تھا" اور وہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ "اس خط کو خود فرانسس کے مشاق و ماہر ہاتھ نے لکھا یا لکھوایا یا درست کیا ہے"۔ مسٹر بسٹیڈ نے ایک ایسے بیان کا انکشاف کیا ہے جو کلکتے کے ایک اخبار مطبوعہ اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ء[۵۱] میں شائع ہوا تھا جس میں نند کمار سے متعلق مسٹر میکربی آنجہانی کی اس یادداشت کا حوالہ درج تھا جو اس وقت انگلستان میں شائع ہوئی تھی لیکن اس سے یقیناً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ یادداشت جس کا ذکر ہکی گزٹ میں سنہ ۱۷۸۱ء میں کیا گیا ہے بالکل وہی ہے جو سالانامہ بابت سنہ ۱۷۸۸ء میں شائع ہوئی ہے۔ اگر وہی ہے تو فرانسس نے میکربی کی موت[۵۲] جو سنہ ۱۷۷۶ء میں واقع ہوئی اور اس اشاعت کی جس کا ذکر سنہ ۱۸۷۶ء میں کیا گیا درمیانی مدت میں اسے درست کیا ہے۔ بہرحال کوئی شہادت موجود نہیں ہے کہ اس نے ایسا کیا۔ ان اہم امور کا جو میکالے کے بیان میں پائے جاتے ہیں اور خاص کر ان سیکڑوں لوگوں کا جو دریائے ہگلی میں کود پڑے ذکر کرنے کے بعد (جن کا ذکر میکربی نے نہیں کیا ہے) مسٹر امپی کہتا ہے کہ "جو لوگ کلکتے میں موجود تھے انھوں نے اس طرح کا کوئی واقعہ دیکھا نہ سنا" پھر تو یہ بھی درست نہیں۔ بے شبہ میکالے نے سر گلبرٹ الیٹ کے بیان کو نقل کیا، لیکن سر گلبرٹ الیٹ نے کوئی اختراع نہیں کیا۔ اس نے صرف اس امر کی نسبت کہ بعض ہندوستانی لوگ دریائے ہگلی میں کیوں کود پڑے ایک گواہ رویت کے ایجابی بیان پر خود اپنے قیاس سے رنگ چڑھا دیا۔ مجلس ٹوشے کے روبرو اپنی شہادت[۵۳] میں کپتان کاؤ نے جب کہ اس سے یہ دریافت کیا گیا کہ "آیا وہ نند کمار کی پھانسی کے متعلق کوئی خیال ظاہر کر سکتا ہے یہ کہا کہ

۵۱۔ کلکتہ قدیم کی صدائے بازگشت، صفحہ ۶۲۔
۵۲۔ کلکتہ قدیم کی صدائے بازگشت، صفحہ ۶۰۔
۵۳۔ روداد شہادت، صفحہ ۶۱۔

اس نے ایک جدید قلعے کی دیوار پر سے جو پھانسی کے مقام سے نصف میل سے بھی کم فاصلے پر واقع تھا پھانسی کے عاجلانہ فعل کے سوا سب کچھ دیکھا۔ وہاں آٹھ یا دس ہزار آدمی جمع تھے جو راجہ کو سولی پر چڑھاتے ہی "آہ باپو رے" پکارتے ہوئے فوراً منتشر ہوگئے اور سولی کے قریب شیرف، اس کے ملازمین اور چند یورپی تماشائیوں کے سوا اور کوئی شخص نہ تھا۔ اس نے الفاظ "آہ باپو رے" کی یہ تشریح کی ہے کہ یہ ایک ندائیہ فقرہ ہے جو کالے لوگ کسی خوفناک شے کے ظاہر ہونے یا خود کے کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہونے پر بولتے ہیں۔ ان لوگوں نے اس وقت تک جب کہ فی الواقع اسے سولی دی گئی یہ خیال نہیں کیا کہ اس کی جان لی جائے گی۔ ان میں سے اکثر لوگ ایک برہمن کو اس طرح ذلت کے ساتھ سولی پر چڑھتے دیکھ کر خوف کے مارے دریا کے اندر بھی کود پڑے"۔

میرے دوست سر اے لیئل نے از راہ مہربانی نندکمار کی پھانسی سے متعلق بنگال میں اپنے دوستوں کے ذریعے تحقیقات کرائی جس کی بدولت عدالت عالیہ کے ایک جج کے سامنے کلکتے کے ایک دیسی باشندے کی جانب سے ایک خط پیش ہو گیا۔ اس میں حسبِ ذیل حیرت انگیز عبارت درج ہے:

"آپ کے خط سے پہلی مرتبہ مجھے یہ علم ہوا کہ برہمن خاندانوں میں یہ روایت ہے کہ وہ اس پھانسی کی وجہ سے کلکتہ نہیں آتے۔ تحقیق کرنے پر مجھ سے یہ کہا گیا کہ اس واقعے کے بعد کئی سال تک کلکتے کو خوف کی نظر سے دیکھا جاتا تھا لیکن یہ احساس ایک مدت قبل ہی مٹ چکا ہے۔ بہرکیف یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ اس پھانسی کی وجہ سے متعدد خاندان کلکتہ چھوڑ کر بالی[2] میں بس گئے۔ بالی میں کئی درجن خاندان ایسے ہیں جن کے آبا و اجداد کلکتے میں رہتے تھے"۔

---

[1] ۔ اس کے لفظی معنی ہیں "او ہ باپ"۔

[2] ۔ یہ ایک گاؤں ہے جو ضلع ہگلی میں دریائے ہگلی کے داہنے کنارے پر واقع ہے یعنی کلکتے کی سمت مقابل پر (ملاحظہ ہو "امپیریل گزیٹیر")

آٹھواں باب

نندکمار کی پھانسی سے لے کر امپی کے مواخذے تک کے واقعات

وارن ہیسٹنگز اور امپی کے مواخذے کی ساری تاریخ میں ایک عجیب وغریب خصوصیت یہ پائی جاتی ہے کہ وہ واقعات جن کو جرائم قرار دیا گیا ایسے تھے جو زیادہ تر دن دہاڑے اور کسی قسم کے اخفا کے بغیر ظہور پذیر ہوئے تھے۔ متعدد مواقع پر ان کا اندراج سرکاری کاغذات میں معمولی کاروبار کے دوران میں کیا گیا تھا اور کئی سال تک تاوقتیکہ باشندگان ملک کو عام طور پر ان کا علم نہ ہوا ان کو کبھی جرائم تصور نہیں کیا گیا۔ نندکمار کی پھانسی اور امپی کے مواخذے کا درمیانی وقفہ تقریباً اسی قدر وسیع ہے جس قدر ۱۸۸۵ء اور ۱۸۷۱ء کا درمیانی وقفہ ہے جب کہ لارڈ میئو وائسرائے لارڈ میئو کے زمانے میں ایسے معاملات وقوع میں آئے جن پر توجہ اور بحث ہونے لگی لیکن محض یہ واقعات کہ چودہ سال گزر چکے تھے اور اس اثنا میں تمام متعلقہ اشخاص ان معاملات سے بخوبی واقف ہو چکے تھے اور عام طور پر ان پر بحث ہو سکتی تھی عملاً ان سے متعلق از سرنو سوالات اٹھانے کے لیے ایک ناقابل عبور سد راہ ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی طرح ان سوالات کو پھر چھیڑا جائے تو یہ پھر معلوم کرنا ایک بڑا اہم کام ہوگا کہ ۱۸۱۱ء میں

وہ لوگ جو موجود تھے اور جن کو معاملات مذکور کے مشاہدے کا موقع حاصل تھا اور جن پر اپنے مشاہدے کے مطابق عمل کرنے کی ذمہ داری بھی تھی ان سوالات کے متعلق کیا خیال کرتے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ میں نے نہایت احتیاط کے ساتھ اُن تمام واقعات کو بیان کیا ہے جو نندکمار کے مقدمے کی تحقیقات کے وقت ہندوستان میں پیش آئے اور جن سے ان جذبات کا اظہار ہوتا ہے جو اس تحقیقات سے مشتعل ہو گئے ہیں لئے یہ بتایا ہے کہ جس وقت اور جس مقام پر واقعات مذکور پیش آئے وہاں اس وقت ان سے کوئی ناراضی پیدا نہیں ہوئی۔ نندکمار کی تائید میں کسی شخص نے کوئی آزادانہ رائے بھی ظاہر نہیں کی کونسل کی اکثریت نے اس کی درخواست پر غور کرنے یا اس کی طرف دست اعانت بڑھا کر اسے بچانے سے حقارت کے ساتھ انکار کر دیا حالانکہ اس سے زیادہ آسان اور کوئی کام نہ ہو سکتا تھا۔ جو رائے عامہ اس وقت کلکتے میں پائی جاتی تھی وہ بالکل اس کے خلاف تھی اور اس کے اُس خیال کی صداقت کی تائید کرتی تھی جو اس نے فرانسس سے ظاہر کیا تھا کہ تمام طبقوں کے لوگ یورپی، مسلمان اور ہندو اس کے مخالف ہیں مہلت کے لئے بھی کوئی درخواست بجز ایک کے جو غالباً اس کے داماد کی جانب سے تھی پیش نہیں کی گئی۔

بہرحال اس سے ایک نامکمل تصور اس احساس کا حاصل ہوتا ہے جو اس وقت کلکتے میں پایا جاتا تھا اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ تحقیقات اور حکم سزا کے متعلق کوئی بے اطمینانی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ نندکمار کی پھانسی کے چند روز بعد ہی ایک معاملہ وقوع میں آیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود کونسل کے اکثر ارکان نے اس وقت یہ باور نہیں کیا تھا کہ ایک خون ناحق کا ارتکاب ہوا ہے، اور اگر انھیں اُن بزدلوں کے زمرے میں داخل کیا جائے جو غیر طبعی خوف کی بنا پر اس قسم کے فعل سے چشم پوشی پر آمادہ رہتے ہیں تو یہ ایک ایسی لعن طعن ہے جو کوئی شخص ان پر عائد نہ کرے گا۔

اس واقعے سے میکالے صریحاً لاعلم تھا۔ اس کی طرف جیمس مل نے اشارہ نہیں کیا جسے بہرصورت اس کا علم ہونا چاہئے۔ نوجوان مسٹر ہیسٹنگز نے اپنے باپ کی جانب سے جواب دہی میں اس کو ایک بھدے طریقے سے پیش کیا ہے۔ مسٹر گلیگ نے اپنی کتاب "وقائع حیات فرانسس" میں اس کی طرف صحیح طور پر مگر کسی تفصیل کے بغیر اشارہ کیا ہے۔ مسٹر بیورج نے اس کو نظر انداز کر دیا ہے اور میرے خیال میں اس کی اہمیت کو اس نے

نہیں سمجھا۔ وہ مختصر طور پر اس کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فرانسس کے ہر فعل کی تائید کرنا اس کا فرض نہیں ہے کیونکہ وہ (فرانسس) کوئی ولی نہیں تھا۔ امپی کے خلاف جو الزامات لگائے گئے ان کی وقعت و اصلیت کی حد تک میرے خیال میں واقعۂ مذکور کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، لیکن میں امپی کے مواخذے کا بیان شروع کرنے تک اس کی تفصیل کو نیز ان خیالات کے اظہار کو جو اس کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں ملتوی رکھتا ہوں۔ فی الحال یہ کہہ دینا کافی ہے کہ ۱۴ راگست کو نندکمار کی پھانسی سے نو روز کے بعد کلیورنگ نے کونسل میں ایک درخواست پیش کی جو اسے نندکمار کی جانب سے اس کی پھانسی سے ایک روز قبل وصول ہوئی تھی۔ اس درخواست کی نسبت فرانسس کی تحریک پر آخر کار یہ ہدایت دی گئی کہ اس توہین آمیز تحریر کو جلاد سپرد آتش کر دے اور اس کی تمام نقول تلف کر دی جائیں۔ اس واقعے کو خفیہ مجلس مشاورت میں تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے، لیکن اس سے درخواست کے مضمون کے متعلق کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ تقریباً چودہ سال کے بعد امپی نے اس مضمون کا انکشاف کیا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا اور اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس وقت میں اسے نظر انداز کرتا ہوں۔

۲۸ اگست کو ججوں نے کونسل کو یہ لکھا کہ "ایک کاغذ کو جس میں صدر عدالت کے ججوں کے خلاف غلط، مزیل حیثیت عرفی اور بغض آمیز الزام لگایا گیا ہے اور جو آپ کی مجلس میں پیش ہوا تھا توہین آمیز تحریر قرار دینے کے بعد جلاد کو اسے جلا دینے کا حکم دے کر اس زبوں حملے کے خلاف جو معدلت عامہ پر کیا گیا تھا آپ نے جس مناسب احساس کا اظہار فرمایا ہے اس کے لئے ہم آپ کی خدمت میں اپنا ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں۔" اس کے بعد انھوں نے اس کاغذ کی اور اس سے متعلق کسی یادداشت کی نقل طلب کی جو کونسل کے رجسٹروں میں درج ہو اور انھوں نے اپنے خط کے ساتھ اُن عرضداشتوں کی نقول جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے منسلک کر دیں تاکہ کونسل انھیں انگلستان کو منتقل کر دے۔ ان عرضداشتوں کو وہ تحریر ازالۂ حیثیت عرفی کی براہ راست تردید عام سمجھتے تھے۔

لہ۔ ٹوشے کی درخواست، ضمیمۂ عام نشان ت، منسلکہ ۲۰ و ۲۱۔ از عدالت بنام کونسل ۲۸ راگست ۱۷۷۵ء۔ از کونسل بنام عدالت ۴ ستمبر۔

ارکان کونسل نے اپنی یادداشتوں کی نقول دینے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے کہا کہ اس توہین آمیز کاغذ کو جلا دیا گیا ہے اور اس کے تمام تراجم کو تلف کر دینے کا حکم دے دیا گیا ہے اس لئے اس کاغذ کی کوئی نقل بھی نہیں دی جا سکتی۔ ارکان مذکور نے ججوں سے یہ دریافت کیا کہ "آپ نے کس سے یہ تہمت آمیز اطلاع حاصل کی جو معلوم ہوتا ہے ہماری مجلس کے صیغۂ راز کی کارروائیوں کے اس موقع پر نیز دیگر مواقع پر آپ کو پہنچائی گئی ہے"۔ اس خط پر تمام ارکان کونسل کے دستخط تھے جن میں ہیسٹنگز بھی شامل تھا۔

اس معاملے کے بعد ایک مناقشہ چھڑ گیا اور یہ مقدمۂ نندکمار کے متعلق قابل ذکر آخری واقعہ ہے جو ہندوستان میں پیش آیا۔ ۱۵ ستمبر اور ۲۱ نومبر کو کونسل کی اکثریت نے ایک یادداشت قلمبند کی جس میں نندکمار کے مقدمے سے متعلق ججوں کے خلاف کسی بدکرداری کا واقعتاً الزام لگائے بغیر اس کی طرف نہایت زبوں و ناگوار اشارے کئے۔ یہ اشارے ایسے تھے جن کو میرے خیال میں کوئی چیز حق بہ جانب قرار نہیں دے سکتی تھی بجز اس کے کہ ان کی تائید یا وقعت شہادت کی قوت سے کی جائے لیکن اس نوعیت کی شہادت یقیناً اس وقت موجود نہیں تھی اور نہ کبھی آئندہ پیش کی جا سکتی تھی۔ یہ اشارےے حسب ذیل ہیں:-

"میں[2] یقین کرتا ہوں کہ نندکمار کی وفات کے بعد گورنر کو اس کا بخوبی اطمینان تھا کہ کوئی شخص جسے اپنی ذاتی حفاظت کا خیال ہو اس پر الزام لگانے کی جسارت نہ کریگا۔ اس نازک نوعیت کے مسئلے پر ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ ہر دیانت دار شخص کو

۱۔ ٹوشے کی درخواست، ضمیمۂ عام، نشان ے، مسلکہ ۲۸۔ یہ یادداشت امپی کے اُس خط کے حاشیے میں درج ہے جو ۲۰ جنوری ۱۷۷۶ء کو اس کے جواب میں وزیر ہند کے نام لکھا گیا تھا۔

۲۔ یہ واضح نہیں ہے کہ "میں" سے مراد کون ہے۔ امپی نے اپنے خط میں جو وزیر ہند کے نام لکھا گیا تھا یادداشت کو اس طرح بیان کیا ہے: "گورنر جنرل نے ان چند روز کے اندر کئی یادداشتیں میرے پاس روانہ کی ہیں جن پر جنرل کلیورنگ، کرنل مانسن اور مسٹر فرانسس کے دستخط ہیں۔ ایک یادداشت پر ۱۵ ستمبر ۱۷۷۵ء کی تاریخ ثبت ہے اور دوسری یادداشتوں پر ۲۱ نومبر ۱۷۷۵ء"۔

اس کے خیالات پر چھوڑ دیا جائے۔ بہر حال انگریز قوم پر یہ واضح کر دینا چاہئے کہ اس جعل کا ارتکاب جس کا الزام راجہ پر لگایا گیا کئی سال سے ہو رہا تھا یہ کہ اس اثنا میں ہیسٹنگز نے اس کی حفاظت کی اور اسے اپنا آلۂ کار بنایا یہ کہ نواب کے محل میں ایک اعلیٰ عہدے پر ایک لاکھ تنخواہ کے ساتھ اس کے بیٹے کا تقرر کیا گیا اور یہ کہ[1] وہ الزام جس کا اختتام اس کی تباہی پر ہوا اس وقت تک نہیں لگایا گیا جب تک کہ خود اس نے پیش روی کر کے گورنر جنرل پر بدکرداری کا ایک خاص الزام عائد نہیں کیا"۔ ۱۲ ہر نومبر کی یادداشت میں یہی شخص کہتا ہے کہ "یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کا غبن عام طور پر عمل میں آیا کرتا ہے۔ موجودہ حالات میں ان واقعات کا براہ راست ثبوت بہم پہنچانا غیر ممکن العمل نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ مہاراجہ نندکمار کی پھانسی سے جو دہشت ہندوستانیوں کے دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ وہ نہیں ہٹ سکتی ہے کیونکہ اس نے اگرچہ جعل کے جرم میں سزا پائی تاہم ہندوستانی باشندے یہ خیال کرتے ہیں کہ اسے پھانسی اس لئے دی گئی کہ اس نے گورنر جنرل کے خلاف شکایت کرنے کی جسارت کی۔ یہ خیال بے بنیاد ہونے کے باوجود ہندوستانیوں میں پھیلا ہوا ہے اور انھیں قدرتی طور پر واقعات کا انکشاف کرنے سے باز رکھتا ہے جس کے نتائج ان کے حق میں بھی اسی طرح مہلک ہو سکتے ہیں۔ سزا کا منشا عام طور پر عبرت دلانا ہے تاکہ ارتکاب جرائم کا انسداد ہو جائے، لیکن صورت ہذا میں ہمیں خوف ہے کہ اس سے انکشاف واقعات میں مزاحمت ہوئی ہے"۔ ۵ ار ستمبر کی یادداشت کے ایک اور حصے میں انھوں نے لکھا ہے کہ "ساتھ ہی ساتھ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں اس (ہیسٹنگز) کے خلاف صدر عدالت میں دعوے دائر کرنے کی زیادہ فکر نہیں ہے"۔

ان خیالات کے متعلق امپی کی رائے کا اقتباس یا خلاصہ پیش کرنا غیر ضروری ہے کیونکہ امپی کے مواخذے پر بحث کرتے ہوئے میں ضمناً ان الزامات مبین پر توجہ کروں گا۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ وہ منجملہ اور چیزوں کے یہ بھی کہتا ہے کہ جوں نے نندکمار کی تحقیقات کے اس بیان کو جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے بغرض اشاعت انگلستان روانہ کیا اور جیسا کہ اس کے مراسلے کے ابتدائی الفاظ میں درج ہے اس کی تحریر غیر اشتعال انگیز ضرر کے تیز ترین احساس کے تحت وجود میں آئی ہے۔

[1] - یہ غلط ہے، ملاحظہ ہو مذکور بالا بیان۔

اس مراسلے کی روانگی کے وقت سے جس کی تاریخ ۲۰ جنوری ۱۷۷۶ء ہے اپریل ۱۷۸۰ء تک نندکمار کے مقدمے کی تحقیقات کے متعلق کوئی چارۂ کار اختیار نہیں کیا گیا۔
۱۹ نومبر ۱۷۷۷ء کو نظما نے لارڈ وے ماؤتھ کے نام جو اس وقت وزیر ہند تھا ایک تفصیلی مراسلہ لکھا جس کے ساتھ تین[۳] منسلکات تھے اور جس میں ان نظما نے صدر عدالت کے خلاف اپنی تمام شکایتوں کو بیان کیا تھا۔ انھوں نے نندکمار کے مقدمے کی نسبت اپنی رائے آخر وقت تک محفوظ رکھی، انھوں نے اس کی پھانسی کو ملتوی نہ کرنے کے متعلق ججوں کے طرز عمل پر ملامت کی اور نہایت شدت اور قوت توضیح کے ساتھ اس نظریے کے خلاف احتجاج کیا جس کو ججوں نے اس مقدمے میں غلط طریقے پر طے کیا تھا کہ "انگلستان کے تمام قوانین فوجداری ان تمام باشندوں پر نافذ اور قابل پابندی ہیں جو ان کی عدالت کی حدود اختیار سماعت کے اندر بنگال میں رہتے ہیں"۔ ان کے سامنے وہ یادداشتیں ضرور موجود ہونگی جن میں کلیورنگ، مانسن، اور فرانسس نے وہ اشارے کئے تھے جن کو اوپر بیان کیا گیا ہے، لیکن انھوں نے مقدمۂ نندکمار کی تحقیقات میں کسی ناانصافی یا کم از کم ججوں کی بدنیتی کی طرف اشارہ تک نہیں کیا اور نہ انھوں نے مذکورہ یادداشتوں کو وزیر ہند کے پاس روانہ کیا بجز امپی کے اس خط کے جس میں ان کے ایک حصے کی نقل بغرض تردید کی گئی تھی۔
۱۷۷۶ء سے ۱۷۸۰ء تک معاملات کی وہی حالت رہی جو میں نے بیان کی ہے۔ اس مدت میں حکومت ہند کے کل معاملے کی تحقیقات نہایت سختی کے ساتھ کی گئی اور اس کے کسی حصے کی تحقیقات اس قدر زیادہ سختی سے نہیں ہوئی جس قدر صدر عدالت کی عدل گستری کی ہوئی۔ جس مجلس میں ٹوشے کی درخواست پیش ہوئی تھی اس نے اس موضوع پر ایک کتاب شائع کی جس کا حجم بہت بڑا ہے۔ اسی موضوع سے متعلق مختلف مسائل پر دیگر پارلیمنٹی مجلسوں نے گیارہ رودادیں شائع کیں۔ میں نے ان تمام رودادوں کا بڑی احتیاط سے مطالعہ کیا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ آیا ان میں امپی کے متعلق وہ امور درج ہیں جو اس کے مواخذے کے وقت بیان کئے گئے تھے۔ اس موضوع سے متعلق مجھے

لے۔ ٹوشے کی درخواست، ضمیمہ عام نشان ۳۔

صرف دو حوالے ملے۔ پہلی رُوداد میں جو فروری ۱۷۸۲ء[1] میں شائع ہوئی ایک عبارت ہے جو نندکمار کے مقدمے پر روشنی ڈالتی ہے، لیکن اس میں اس کے سوا اور کچھ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ اس کی تحقیقات اور پھانسی سے ہندوستانی باشندوں کو صدمہ ہوا اور یہ کہ مجلس کی رائے میں "یہ ممکن نہ تھا کہ وہ تمام حالات کو جمع کرکے اس واقعے پر ایک عام عدالتی کارروائی کی حیثیت سے نظر ڈالتی" مجلس یہ بھی کہتی ہے کہ حکم سزا کی تعمیل ملتوی ہونی چاہیئے تھی۔ گیارھویں رُوداد مورخہ ۱۸ نومبر ۱۷۸۲ء میں بھی نندکمار کے مقدمے کا حوالہ دیا گیا ہے اور اس سے متعلق جو کاغذات تھے وہ مجلس مشاورت بنگال سے شائع ہو گئے ہیں اور ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا ذکر اوپر نہ کیا گیا ہو۔ مجلس ٹوشے سے متعلق رُودادوں کے مضامین کا ذکر میں نے پہلے ہی کر دیا ہے۔

میں اس بات کو دو نہایت عجیب و غریب دستاویزوں کا ذکر کرتے ہوئے ختم کروں گا جن میں سے ایک پہلے کبھی شائع ہی نہیں ہوئی۔ اس کا تعلق اس خاص معین الزام سے ہے جو امپی کے خلاف لگایا گیا تھا اور وہ یہ ہے کہ اگر اس کا عدالتی طرز عمل مطابق قانون اور جائز بھی تھا اسے بہرصورت نندکمار کی درخواست مہلت منظور کرنی چاہیئے تھی اور یہ کہ اس کے اس ترک فعل کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی بجز اس کے کہ وہ ہیسٹنگز کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔ میں فی الحال اس موضوع پر بحث نہیں کروں گا۔ اس کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے، لیکن میں اسے امپی کے مواخذے پر اظہار خیال کرنے تک ملتوی رکھتا ہوں۔ مجھے محولۂ بالا[2] کاغذ[3] امپی کے اُن کاغذات میں دستیاب ہوا جو برطانوی عجائب خانے میں رکھے ہوئے تھے۔ یہ ایک خط ہے جو امپی نے گورنر جانسٹن کو اگست ۱۷۷۸ء یا اپریل ۱۷۷۹ء میں لکھا تھا یہ خط جو اپنا

---

[1] اشاعت بابت ۱۸۰۶ء، جلد پنجم صفحہ ۱۰۳۰۔ مجلس ٹوشے کی روداد ۲۸ مئی ۱۸۰۶ء۔ بنگال کی عدل گستری کے متعلق مجلس منتخبہ کی گیارہ رُودادوں میں سے پہلی رُوداد ۵ فروری ۱۷۸۲ء اور گیارھویں رُوداد ۱۸ نومبر ۱۷۸۲ء کو شائع ہوئی۔

[2] جلد ششم، صفحہ ۶۹۹ تا ۷۰۲

[3] یہ کاغذ جو برطانوی عجائب خانے میں ہے ایک خط کا مسودہ ہے جس کو غالباً امپی نے اصل کاغذ بھیجتے وقت محفوظ رکھا تھا۔ اس مسودے میں چند لفظی اغلاط اور مندرجات ہیں جن کی تصحیح میں نے قوسین یا تعلیقات

مدعا بخوبی ظاہر کرتا ہے حسب ذیل ہے :-

"چونکہ میں آپ کی رائے کا بہت احترام کرتا ہوں اس لئے میں خوش ہوں کہ مجھے یہ موقع ملا ہے کہ نندکمار کے خلاف سزائے موت کے حکم کی تعمیل سے متعلق کچھ عرض کروں کیونکہ آپ بھی اس تعمیل حکم کے بارے میں ججوں کی باقی کارروائی سے مطمئن نہیں ہیں۔ میں آپ کے ان محاسن کے مقابلے میں جن کا مجھے کافی احساس ہے آپ کی اس کشادہ دلی، بے لوثی اور باریک بینی کا زیادہ شکریہ ادا کرتا ہوں جو آپ نے اپنی رائے کے اظہار میں ملحوظ رکھی ہے۔ جو بھاری کام میرے ذمے تھا اس کے نظر کرتے مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ میری یہ خواہش کہ نندکمار کو ایک قابل رحم ہستی کی طرح پیش کروں اور اس کی پھانسی کے التوا کی مہلت حاصل کروں آپ کی ممکنہ زوردار خواہش سے زیادہ قوی تھی اور خدا شاہد ہے کہ میرا یہ مصمم ارادہ تھا کہ اس کے مجرم قرار پانے کی صورت میں ایسا ہی کروں، لیکن اس بدنصیب شخص اور ان اصحاب کے طرز عمل نے جن کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ تھی میرے خیال میں اس امر کو ناگزیر کر دیا کہ عدل گستری اور خود میرے حفظ آبرو کی خاطر مختلف تدابیر اختیار کی جائیں۔ اس کے محبوس ہونے کے زمانے میں نیز تحقیقات کے دوران میں نئے نئے جعل[5] اور بدترین دروغ حلفی کا جو ارتکاب ہوا وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ میں کی ہے۔ اس پر تاریخ یوں ثبت ہے: "گورنر جانسٹن، ۱۸ اگست ۱۷۷۵ء (اپریل ۱۷۷۶ء)"۔ اس سے غالباً وہ تاریخ ظاہر ہوتی ہے جبکہ اس خط کے وصول ہونے کی توقع تھی یا ہو سکتی تھی۔ ایک سال کے تذکرے میں گورنر جارج جانسٹن کا بار بار ذکر آیا ہے۔ ایک سال کا اڈیٹر مسٹر ویٹھلے اس گورنر کے متعلق اس طرح لکھتا ہے: "جارج جانسٹن جو ڈمفریز کے سر جیمس جانسٹن کا تیسرا بیٹا تھا ۱۷۶۳ء میں مغربی فلوریڈا کا گورنر مقرر ہوا اور کارکاؤتھ کی جانب سے کئی سال تک رکن رہا۔ اس کا انتقال ۲۴ جون ۱۷۸۷ء کو ہوا (ایکسال، جلد اول، حاشیہ ۲۸۲)۔ اس کے متعلق ایکسال یوں بیان کرتا ہے: "یہ ایک ایسا شخص تھا جس سے میں بہت واقف تھا اور جس نے جارج سوم کی حکومت کے اس زمانے میں بہت کچھ اہمیت حاصل کر لی تھی۔ قدرت نے اس کے جسم کو ایک بھدے مگر مضبوط سانچے میں ڈھالا تھا اور اس کے مماثل قوائے ذہنی اس کو ودیعت کئے تھے"۔ وہ ایک بحری عہدہ دار تھا جو کچھ شہرت رکھتا تھا (ایکسال، جلد دوم، صفحہ ۶۸)۔

[5] ملاحظہ ہو اسد علی کا بیان شہادت۔

اصل جرم سے بھی زیادہ سنگین اور ظالمانہ تھا۔ تمام ملک کی آنکھیں اس کی طرف لگی ہوئی تھیں، ملازمت کے تمام مدراج کے لوگ تحقیقات کے وقت موجود تھے اور اس موقع پر سربرآوردہ دیسی جو کلکتے میں اور کلکتے سے کافی فاصلے پر مقیم تھے جمع ہو گئے تھے۔ جعل اور دروغ حلفی کی سنگینی اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے گواہوں کو دیکھا اور ان کے اظہار لسانی کو سنا تھا بہت زیادہ موثر تھی بہ مقابلہ ان لوگوں کے جنھوں نے رُوداد تحقیقات کو پڑھا تھا حالانکہ یہ سنگینی یہاں بھی ظاہر ہوئی تھی کسی قسم کی توجیہ سے ہندوستانی باشندے (جبکہ یورپی اشخاص ہمارے متعلق بہتر خیالات کی جانب مائل ہو گئے تھے) یہ نہیں سمجھ سکتے تھے کہ قیدی کی چالاکی کے باعث اگر حکم سزا کی تعمیل نہ ہوئی ہوتی معدلت سے گریز نہ ہو سکتا تھا تاوقتیکہ اس کو ججوں کی بدکرداری یا بزدلی سے یا گورنر جنرل یا کونسل کے حاکمانہ اقتدار سے منسوب نہ کیا جائے۔ میں اس بات کو آپ کے غور و فکر کے لئے چھوڑ دیتا ہوں کہ امور مذکور کا اثر اس نئی عدالت پر کیا پڑا ہوگا جس کا قیام ایسے لوگوں کے درمیان عمل میں آیا تھا جو ظلم و تعدی کے خوف اور وزن سے اس قدر محکوم مغلوب اور مجہول ہو گئے تھے کہ نہایت ناقابل برداشت مضرتیں بھی ان میں ایسا کافی اعتماد نہیں پیدا کر سکتی تھیں کہ وہ اپنے ظالموں پر الزام لگانے کے لئے نہایت صداقت شعار و انصاف پسند عدالت میں رجوع ہوں۔

اس خیال کا میرے ذہن پر یقیناً بہت بڑا اثر پڑا۔ اس میں شک نہیں کہ اس ملک کی تمام عدالتوں میں بدکرداری ایک موثر ترین آلہ رہی ہے۔ ہندوستانی باشندوں نے معقول طور پر اس کو اٹل اور ہمہ گیر خیال کیا ہے۔ ججوں کی دیانت داری ایک ایسا تصور ہے جو کسی باشندۂ ایشیا کے ذہن میں کبھی داخل ہی نہیں ہوا۔ یہی آخری اشخاص ہیں جن سے دیانت داری کی توقع کی جا سکتی ہے۔ مجھے اس امر میں بہت شک ہے اور میں یقین راسخ کے بغیر یہ نہیں کہتا کہ آیا موجودہ عدالت جو کلکتے میں قائم ہے کُل صوبوں میں تنہا ایک ہی عدالت (نہیں) ہے جو انگریزی حکومت کے قیام سے اب تک اثر پذیری اور بدکرداری سے بالکل پاک رہی ہے۔

اگر یہ مجرم بچ جاتا تو استدلال کی قوت نہ آئندہ تجربہ ایک بھی ہندوستانی باشندے کو یہ یقین دلا سکتا کہ ججوں نے معدلت کا توازن زر سے نہیں کیا ہے اور یہ کہ معدلت

ہمیشہ غالب رہے گی۔ ہندوستان میں عام طور پر یہ یقین کیا جاتا تھا کہ ججوں کو بڑی بڑی رقمیں دی گئیں اور غالباً اس قسم کی افواہ انگلستان تک پہنچی ہے۔ جب پہلے پہل راجہ کے خلاف الزامات لگائے گئے تو ان لوگوں نے جنھیں اپنا اقتدار، عدل گستری کو مستحکم کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے تھا اس کی توہین کرنے، اس کو کمزور بنانے اور ججوں کو ڈرانے اور دھمکی دینے کے لئے اپنا اقتدار استعمال کیا۔ عام اثر کے باعث یوریپوں کی جانب نہ صرف ایسے سلام و پیام جو ننکمار سے بلند تر رتبہ رکھنے والے دیسیوں کو بھی کبھی نہیں پہنچتے تھے اسے پیش کئے گئے بلکہ محبس کو ایک دربار کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا۔ اعلیٰ رتبے کی خواتین بھی کھلے طور پر تعزیت نامے بھیجنے لگیں۔ جن لوگوں کی غرض چاپلوسی تھی انھوں نے یہ مناسب جانا کہ وہ اپنے مربیوں کے طعام صبح اور جلسۂ ملاقات کے وقت حاضر رہنے کی بجائے محبس جاکر زیادہ موثر طور پر اپنی مقصد برآری کریں۔ مصاحبین اور معتمدین روزانہ محبس جاتے تھے اور علی العموم سلامتی و حفاظت[1] کا بار بار یقین دلاتے تھے۔ اس طرح کے تیقنات سے اس بدنصیب شخص پر بہت بڑا اثر پڑا۔ انھوں نے اس کو اور اس کے ملازمین کو جو اطمینان دلایا اور جو صفائی ظاہر کی وہ اس کے حالات کے لحاظ سے غیر موزوں تھی۔ انھوں نے بیان کیا کہ ججوں کو حکم سزا کی تعمیل کرانے کی جرأت نہ ہوگی۔ اس بارے میں اُن لوگوں نے بھی اس کی بہت ہمت افزائی کی جو یہاں پر اقتدار اور انگلستان میں اثر رکھتے تھے۔ گورنر جنرل اور اس کی مجلس اعلیٰ نے کارروائی میں مداخلت کی اور یہ دعویٰ کیا کہ ان کو اس کی حفاظت کرنے کا اختیار ہے، انھوں نے حکام عدالت کا اظہار لیا اور ججوں کے فیصلوں کو مسترد کرنے کی کوشش کی۔ مجلس مذکور کے چند ارکان نے کھلے طور پر یہ دھمکی دی کہ وہ ججوں کو برطرف کرا دیں گے اگر وہ سزا میں تخفیف نہ کریں۔ بعد ازاں ایک رکن نے یقین و وثوق کے ساتھ یہ بیان کیا کہ اس نے اُن ججوں کو برطرف کرا دیا ہے جو سب سے زیادہ اس کے نزدیک مستوجب سزا تھے اور یہ کہ حکم برطرفی اس موسم کے جہاز کے ذریعے لایا جائے گا۔

ان علانیہ کارروائیوں کے علاوہ بہت سی خفیہ سازشیں اور خوشامدیں بھی شروع کی گئیں تاکہ عدالت کے قانون اور ججوں کے کردار کے متعلق عوام کی رائے کو متاثر کیا جائے۔

[1] اس کا اشارہ غالباً کلیورنگ کی طرف ہے۔

آپ اس زمانے کے مزاج سے بآسانی یہ قیاس کرسکتے ہیں کہ کئی امور اس وقت وقوع میں آئے ہوں گے جو اگرچہ اس زمانے میں برسرموقع ہمارے فیصلے کو متعین کرنے کے لئے اہم اجزا کی حیثیت رکھتے تھے لیکن اب اگر ان امور کو تفصیل سے بیان کیا جائے اور محل وقوع سے دور ہو کر ان کے بانیوں کے عادات واطوار کا گہرا علم حاصل کئے بغیر ان کو پڑھا جائے تو دیگر نفوس پر وہ اپنا پورا اثر نہیں ڈال سکتے۔

مجھے یقین ہے کہ آپ میری اس عقل سلیم کی داد دیں گے جس نے مجھے یہ توقع کرنے سے باز رکھا کہ قانونی سزا[1]، انگلستان میں میری شہرت یا منفعت کا باعث ہوگی۔ مجھے ان گزشتہ دلائل کا بخوبی علم تھا جو اس عام بحث کی غلط فہمی پر مبنی تھیں کہ ایک جدید قانون ایک ایسے ملک میں نافذ کیا جا رہا ہے جن کے باشندے طور وطریق، قانون اور رسم ورواج میں انگلستان سے بالکل اسی طرح مختلف ہیں جس طرح وہ آب وہوا، رنگ اور فاصلے میں مختلف ہیں اور میں یہ جانتا تھا کہ اس کی توجیہ ایسے واقعات پر منحصر تھی جو نہ تو بدیہی ہیں اور نہ جن کو اچھی طرح ذہن نشین کیا گیا ہے۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ یہاں جو کچھ وقوع پذیر ہوا ہے اس کے بیان پر جانب داری سے کام لے کر جھوٹا رنگ چڑھایا جائے گا حتیٰ کہ غلط واقعات بیان کئے جائیں گے اور صریح الزامات لگائے جائیں گے۔ یہاں کونسل میں ایک کاغذ پیش کیا گیا تھا جس کا منشا یہ تھا کہ میرے خلاف ایک الزام کو قلمبند کیا جائے، لیکن جس شخص نے اس کاغذ کو پیش کیا تھا وہ کسی قدر غور کرنے کے بعد اپنے ابتدائی منشا پر قائم رہنے کی جرأت نہ کرسکا۔ اس لئے اس کو بدل دیا اور خود[2] میں نے یہ تحریک کی کہ اس کو جلاد کے ہاتھوں سے جلا دیا جائے چنانچہ اس کو جلا دیا گیا۔ میں یہ جانتا تھا کہ انگلستان میں اس شخص کی کیا قوت اور وزن ہے اور میں یہ بھی جانتا تھا کہ ثابت قدمی میری امارت اور سیرت کے لئے خطرناک ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری تیز فہمی کی داد دیں گے جبکہ میں نے اس امر پر اپنے کو قطعاً مجبور پایا کہ ایک ایسے قیدی کے خلاف حکم سزا کی تعمیل کروں جسے اگر صرف اس کے اصلی جرم کو ملحوظ رکھا جائے میں خود بچانے کا بے حد آرزو مند تھا اور سنگین حالات میں بھی اس کو بچا لیتا

[1] ۔ میں یہاں اس لفظ کا استعمال سمجھنے سے قاصر ہوں۔

[2] ۔ فرانسس نے تحریک کی اور کلیورنگ نے کاغذ پیش کیا۔

بشرطیکہ یہ امر میرے اس احساس کے مطابق ہوتا جو میں اپنے اس فرض کے متعلق رکھتا تھا جسے میرے سپرد کیا گیا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ میں یہ باور کرنے کی کافی وجہ رکھتا ہوں کہ اُن لوگوں کے مقابلے میں جو اس کی حفاظت کرنے کا وعدہ کرتے تھے میں اس کو بچانے کا زیادہ خواہش مند تھا۔ مجھے اس مجبوری سے بہت تکلیف ہوئی جس میں میں گھرا ہوا تھا اور یہ تکلیف شاید اسی قدر تھی جس قدر خود مجرم کے متعلق مجھے پہنچ رہی تھی۔ لیکن مجھے چونکہ ایک سرکاری عدالت کی حمایت کرنی تھی جس سے یہاں متعدد لوگوں کو دلچسپی تھی اس لئے اس کی اہمیت انگلستان میں میری شہرت کی بہ نسبت بہت زیادہ تھی کیونکہ وہاں میں محض ایک گمنام شخص ہوں اور وہاں مجھ پر صرف انفرادی حیثیت سے اثر پڑ سکتا ہے۔ مجھے اس عدالت کی عظمت، دیانت، حریت اور افادت کو قائم رکھنا تھا جسے ملک کے لئے باعث رحمت بنانے کی میں نے سرگرمی کے ساتھ کوشش کی تھی۔ اس قسم کا اثر پیدا کرنے کے لئے میں دیکھ جانتا تھا کہ ہندوستانی باشندوں کو یہ یقین دلانا ناگزیر ہے کہ یہ (عدالت) نامعقولیت، بدکرداری، اثر پذیری، خوف یا دباؤ سے بالاتر ہے۔ میں نے اپنے خیال کے مطابق اپنا فرض ادا کیا اور اسی لئے یہ تصفیہ کر لیا کہ میں اپنے احساسات کے بارے میں ایثار سے کام لونگا اور جو کچھ آئندہ پیش آئے اس سے بنٹ لونگا۔ اگر میں وہ حصہ لیتا جس کی طرف یہ احساسات مجھے شدت کے ساتھ مائل کر رہے تھے تو مجھے یہ کامل اطمینان تھا کہ اُس اثر کو جس سے مجھے ڈرایا جا رہا تھا اور جس سے خوف زدہ ہونے کی میں حقیقتہً وجہ بھی رکھتا تھا اس کی انتہائی حد تک میرے فائدے کی خاطر کام میں لایا جاتا۔

چونکہ اس مقدمے سے متعلق تمام حالات کا ایک مکمل خاکہ آپ کے سامنے پیش کرنا ناممکن ہے اس لئے میں یہ توقع نہیں کر سکتا کہ آپ ایک قطعی رائے اس طرح قائم کریں گویا آپ کلکتہ جا چکے ہیں۔ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں (اور میرا خیال ہے کہ آپ کو اس کا یقین دلانے کے لئے مجھے زیادہ کوشش کرنے کی ضرورت نہیں ہے) وہ یہ ہے کہ میں نے قانونی سزا کو ضروری خیال کیا اور ان اصول پر عمل کیا جو منصفانہ اور مستحکم نظر آئے۔

لے - یہ بیان ان لوگوں کے طرز عمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے بالکل صحیح ہے۔

اس کی صداقت سے میں بہت زیادہ مطمئن ہوں کیونکہ وہ میری رائے پر مبنی نہیں ہے۔ ہر جج نے مجرد طور پر اسے ضروری خیال کیا اور اس قدر واضح طور پر اسے بیان کیا کہ ان ججوں میں سے کسی کی جانب سے بھی کوئی مسئلہ، کوئی اشارہ اور کوئی عندیہ ایسا ظاہر نہیں ہوا جو حکم سزا کو ملتوی کرنے کا خفیف سا میلان بھی رکھتا ہو اور جیسا کہ میں جانتا ہوں مختلف ججوں نے مختلف طریقوں سے اس پر یہاں غور کرنے کی زحمت اٹھائی تھی اور جیسا کہ مجھے اس کا بھی علم ہے کہ عام مشاورتی مجالس اور خانگی خطوط میں جو انگلستان روانہ کئے گئے ججوں پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ مخالفین کی ان مختلف جماعتوں سے متحد ہو گئے تھے جو اس وقت اس نو آبادی میں پھیلی ہوئی تھیں، مسئلہ زیر بحث پر جسے ایک فریق کے حق میں حاصل کرنے کی کوشش کی گئی پس و پیش کے بغیر کامل اتفاق ہو جانا خود اس امر کی کامل شہادت ہے کہ جو کارروائیاں کی گئیں وہ درست تھیں۔"

دوسری قابل ذکر دستاویز ایک بے حد نایاب کتاب کا اقتباس ہے جسے ترتیب دے کر دوبارہ طبع کیا جائے تو اس محنت کا کافی معاوضہ مل سکتا ہے۔ میں "سیر المتاخرین" کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔ یہ کتاب سلطنت مغلیہ کے زوال کی تاریخ ہے جو ایک مسلمان سید غلام حسین خاں نے لکھی ہے اور جس کا ترجمہ ایک غریب الوطن فرانسیسی نے کیا ہے جو اپنا نام مصطفیٰ بتاتا ہے۔ مصنف کا مطمح نظر صحت بیان نہیں ہے۔ اس کی تصنیف بے ربط اور بے ترتیب ہے اور اس کا مواد زیادہ تر افواہوں سے ماخوذ ہے، لیکن دیسی خیالات، دیسی معاملات اور اٹھارویں صدی سے متعلق شمالی ہند کے اخلاقی و سیاسی حالات کے بیان کے لحاظ سے یہ نہ صرف لاجواب ہے بلکہ لاثانی بھی۔ حسب ذیل اقتباس اس کے محاسن اور معائب کی ایک اچھی مثال ہے۔ میں اس کو یہاں اس لئے درج کرتا ہوں کہ اس سے کونسل کے تشدد کے متعلق امپی کے بیان کی تشریح اور توثیق ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اس سارے معاملے کے متعلق دیسی آبادی کے کسی حصے کی جو رائے تھی اس کی بھی وہ ایک واحد شہادت ہے جو اب دستیاب ہو سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ مصنف ایک مسلمان ہے جو جیسا کہ میکالے نے بتایا ہے وہ ایک ایسے زبردست ہندو کے خلاف اپنے بیان کردہ احساسات رکھے گا جس نے محمد رضا خاں کی تباہی کے ذریعے ترقی کرنے کی کوشش کی تھی۔" میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ فرانسیسی زبان کے

فقروں سے جو ترجمے میں بکثرت پائے جاتے ہیں کتاب کی ایک دلچسپ نرالی شکل ہو گئی ہے جو خوبی سے خالی نہیں۔ یہ مترجم جس نے اس کتاب کے دیباچے میں خود اپنی ہستی اور اپنی سرگزشت کے متعلق ایک نہایت عجیب و غریب بیان دیا ہے اپنے خیال کا اظہار یوں کرتا ہے: "وہ شخص جسے پیدائشی طور پر انگریز ہونے کا فخر حاصل نہ ہوا اور جو ایرانی بھی نہ ہو اور جس نے کبھی انگلستان بھی نہ دیکھا ہو اور کسی زبان کے سیکھنے میں بجز اس کی ذات کے کوئی دوسرا استاد بھی نہ رہا ہو فارسی سے انگریزی میں ترجمہ کرنے کی کوشش کرے جو طبع بھی کیا جائے ایک عجیب و غریب بات ہے۔" مختصر یہ کہ اسے اپنی نسبت ایک بیان دینا چاہیئے۔

لوگوں[1] کے ذہن اس وقت کونسل کے اختلافات اور گورنر ہسٹنگز کی ہلاکت پر متوجہ تھے۔ یہ شخص جس میں قدرت نے تیز و موثر طباعی اور اعلیٰ درجے کی ذہانت ودیعت کی تھی اور جس کی فراست امور مملکت و سیاسیات میں فی زمانہ کوئی حریف نہیں رکھتی تھی چھوٹے چھوٹے معاملات پر جھگڑنا اپنی شان کے خلاف سمجھتا تھا، اور یہ[2] سمجھ کر کہ اختلاف رائے کا ایک طریقہ اختیار کرنا مناسب ہوگا اس نے سب سے پہلے ان الزاموں سے جو اس پر لگائے گئے تھے اور ان بدکرداریوں اور بے وفائیوں سے جو اس سے منسوب کی جاتی تھیں اپنے کو بری کرنے اور بعد کو جنرل کی نادانی، اس کے طرز عمل کی سنگینی، اس کی شتاب کاری و درشت مزاجی کو منظر عام پر لانے کا تہیہ کیا۔ اس کے بعد اس نے یہ ارادہ کیا کہ ان تنگ نظر الزام دہندوں کو[3] مناسب سزا دلائی جائے جنھوں نے ملک میں اس طرح کی شورش برپا کر رکھی تھی اور خاصکر نند کمار کو جو ایک بد باطن اور بدکردار شخص تھا اور جس نے اپنے کو ان کا سردار اور رہنما بنا لیا تھا۔ اسے امید تھی کہ ان تمام امور کی تکمیل کا بند و بست کرنے نیز اس شورش کو فرو کرنے[4] کے بعد جو جنرل کی جماعت نے برپا کر رکھی تھی خود جنرل کو وہ آسانی سے دبا لیگا۔ اس مقصد سے اس نے اپنا بہت سا وقت ان

۱۔ سیر المتاخرین، جلد دوم، صفحہ ۴۶۳ تا ۴۶۵۔

۲۔ یہ جیسا کہ مترجم نے اس کے بعد کی ایک اور عبارت کے متعلق کہا ہے بہت مبہم ہے۔

۳۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مصنف کی رائے یہ تھی کہ ہسٹنگز نے نند کمار پر مقدمہ چلایا تھا۔ یہ خیال کس حد تک صحیح ہے اس پر میں ذیل میں بحث کروں گا۔

۴۔ اس نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا۔

الزاموں کی تردید میں صرف کیا جو اس کے خلاف اس عہدہ دار نے نندکمار اور اس کے پیروؤں کی تحریک پر لگائے تھے اور اس نے اپنے مخالفین کے جھوٹے بیانات کو آشکارا کرکے اپنے طرز عمل کو پوری طرح حق بہ جانب قرار دیا۔ لیکن جب[۱] یہ نندکمار کی برائیوں کو منظر عام پر[۲] لا رہا تھا اور ان میں سے اکثر و بیشتر بلکہ فی الواقع سب کا ثبوت بہم پہنچا رہا تھا تو یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ شخص سربرآوردہ لوگوں کے دستخط اور مہر سے جعلی ہنڈیاں تیار کیا کرتا تھا اور یہ کہ اس نے ان لوگوں کی مہروں کی بعینہ تلبیس کرکے جعلی مہروں کو اپنے گھر میں رکھا تھا اور بوقت ضرورت کسی شخص کے بھی دستخط اور مہر سے ہنڈیاں اور تمسکات تیار کرنے آمادہ رہتا جو بعد کو اس کی مرضی پر پیش کئے جاتے۔ ان دغابازیوں سے اس نے ہر شخص کو مرعوب و مخوف کر رکھا تھا۔ ان تلبیسات میں سے ایک جعلی تمسک تھا جو اس نے بلاقی داس کے حق میں[۳] تکمیل کیا تھا۔ بلاقی داس ایک مہاجن تھا جس کو ہر زمانے میں بڑی ساکھ حاصل رہی اور خصوصاً میر قاسم خاں کے زمانے میں اس کی بہت بڑی شہرت تھی۔ اس نے اس تمسک کو کمپنی کے صراف کے پاس پیش کرکے اس رقم کو کاملاً وصول کر لیا جو اس نے اپنے لئے رکھوائی تھی۔ ایسے سنگین جرم کی تحقیقات کرنے اور قانونی سزا دینے کے لئے یہ لازم تھا کہ ایک جیوری اعظم مقرر ہو۔ [۴]جیوری اعظم سے مراد بارہ معتبر انگریزوں کی جماعت ہے جو بذریعۂ قرعہ اندازی منتخب کی جاتی ہے۔ اگر ملزم کو ان سب پر اعتراض ہو تو وہ یکے بعد دیگرے ان پر اعتراض کرکے دو مرتبہ ان کو بدلوا سکتا ہے لیکن تیسری مرتبہ وہ ان میں سے کسی پر اپنے حق اعتراض کو استعمال کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ حسبۂ بارہ کی تعداد ہی میں قائم رہتے ہیں۔ ان کا

---

۱ اس کا اشارہ یقیناً اس مقدمۂ سازش کی طرف ہے جو نندکمار کے خلاف چلایا گیا۔

۲ یہ صریحاً اس زمانے کی مبالغہ آمیز بازاری افواہ ہے، لیکن بارول نے ایک خط میں جو امپی بہن کے نام لکھا تھا اسی طرح کا اعادہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب ہذا کا آخری باب۔

۳ ۔ یہ خود اسی کے حق میں ہوگا۔

۴ ۔ یہاں عجیب و غریب مخلوط تصورات کی ایک مفید مثال ہے جو ہندوستانی باشندے انگریزی اداروں کے متعلق رکھتے ہیں۔ اس میں ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مصنف کی رائے میں اہم اشخاص اہل جیوری تھے نہ کہ جج (جن کا ذکر کہیں بھی نہیں کیا گیا ہے)۔ تین جیوریوں سے اس کی

فرض یہ جانچنا ہے کہ اسے کیا سزا دی جائے اور جب تک وہ اس سزا کو معلوم نہ کریں ان سے کوئی شخص گفت گو نہیں کر سکتا تاکہ وہ متاثر ہو کر عدل وانصاف کے راستے سے بھٹک نہ جائیں۔ اس امر کے ثابت ہونے اور یہ قرار پانے تک کہ نندکمار مجرم ہے اور سزائے موت کا مستحق ہے اور یہ کہ اسے سولی کی سزا دی جائے جیوری اعظم کی بار بار تشکیل عمل میں آئی اور دو مرتبہ وہ بدل دی گئی (اس وقت عدالت لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی)۔ نندکمار ایک بدباطن اور مغرور آدمی تھا اور نوع انسان کے بہت بڑے حصے سے ان بن رکھتا تھا اگرچہ اس نے دو یا تین آدمیوں پر احسانات کئے تھے اور اپنے روابط مستحکم رکھے تھے۔

جوں ہی وہ یہ دیکھتا کہ کوئی شخص چند روز سے اس کی پیشی میں حاضر نہیں ہو رہا ہے خواہ یہ غیر حاضری اس کی بیماری کی وجہ سے یا اس وجہ سے ہو کہ وہ اس سے کوئی امید وابستہ رکھنا نہیں چاہتا اسی وقت وہ اس کا دشمن ہو جاتا اور جب تک وہ اسے بالکل تباہ وبرباد نہ کر دیتا چین نہیں لیتا تھا۔ انجام کار اس نے اپنے کئے کی سزا پائی اور اس کی موت واقع ہوئی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جب جنرل کلیورنگ نے اسے قوی یقین دلایا تھا کہ اسے کوئی شخص کبھی مضرت نہیں پہنچائے گا اور یہ کہ اگر اسے سولی کے زینے تک لے بھی جائیں تو اسے ہرگز کسی چیز سے خوف زدہ نہ ہونا پڑے گا بشرطیکہ وہ گورنر کی بدکرداری کو منظر عام پر لانے کی سخت کوشش کرے، یہ شخص جس کی قسمت میں موت لکھی جا چکی تھی اپنی مستقل مزاجی اور گورنر سے تنفر کی وجہ سے اس کے خلاف الزامات فراہم کرنے میں کبھی نہیں تھکا اور اس نے ہرگز اس کی پروا نہیں کی کہ وہ خود کس طرح حملے کا شکار ہو رہا ہے۔ یہ شخص جو جنرل کے مشورے اور تحریک پر دن بدن دلیر ہو رہا تھا گورنر کے خلاف ایک مدت سے متعدد نئے الزامات لگا رہا تھا، اس نے اپنی نفسانیت اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ۔ کیا مراد ہو سکتی ہے اس کا مجھے علم نہیں۔ غالباً اس کی مراد جیوری اعظم اور ان معمولی اہل جیوری سے ہے جو طلب کئے گئے تھے اور جن کو بالآخر حلف دیا گیا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ مصنف کا اشارہ ان تین تحقیقاتوں کی طرف ہو جن میں سے ایک جعل سے متعلق تھی اور دو سازش سے۔ بہرحال اس کا یہ خیال کہ جیوری نے سزا کا تصفیہ کیا قابل غور ہے۔

عداوت کی شدت میں اس کا کبھی خیال نہیں کیا کہ وہ بکیس و تنہا رہ گیا ہے اور حلے کا شکار بن گیا ہے گورنر نے اس کے تمام الزاموں کو رد کر کے نندکمار کی سخت بدکرداریوں اور جرموں کا ثبوت فراہم کیا اور اس معاملے سے اس قدر ہنگامہ برپا ہو گیا کہ ان دونوں شخصوں کے سوالات و جوابات، انگریزی زبان اور انگریزی رسم الخط میں لکھے گئے اور ان سب کو ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دے کر انگلستان بھیجا گیا جہاں اس کتاب سے اس قدر کثیر تعداد میں نقلیں کی گئیں کہ اس موضوع کی خوب تشہیر ہوئی اور اس قوم میں اس سے بے حد تجسس پیدا ہو گیا بہرحال جنرل کی حمایت ایک ایسے جرم کے مقابلے میں جو پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا تھا بے سود ثابت ہونے سے نندکمار نے حکم سزا کو آئینی طریقے سے برداشت کیا اور ۲۷ جمادی الثانی ۱۱۸۹ھ کو اسے سولی دے دی گئی۔ اس کی رقم اور مال متروکہ کو درج رجسٹر کر کے اس کے بیٹے راجہ گورداس کے حوالے کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کُل رقم باون لاکھ روپے تک پہنچتی تھی اور اسی قدر مالیت اس کے متروکہ اور دیگر جائداد مقبوضہ کی تھی۔ جو عجیب و غریب اشیا اس کے مکان سے برآمد ہوئیں ان میں ایک صندوقچہ بھی تھا جس میں کئی ممتاز اشخاص کی جعلی مہریں تھیں۔ اس برآمدگی کی وجہ سے اس کے مجرمانہ کارنامے روشنی میں لائے گئے اور ان کا وہی حشر ہوا جس کے وہ مستحق تھے۔"

اس عبارت کو میکالے نے جس طرح استعمال کیا ہے اس کا ذکر یہاں مناسب ہے مقدمۂ نندکمار کی تحقیقات کا ذکر کرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ وہ تمام طبقوں میں شدید اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔ فرانسس اور فرانسس کے چند انگریز پیروؤں نے گورنر جنرل اور چیف جسٹس کو بدترین قاتلین سے تعبیر کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کلیورنگ نے حلفیہ کہا تھا کہ وہ نندکمار کو

۱ھ۔ یہ رُوداد تحقیقات کا ایک عجیب و غریب بیان ہے۔

۲ھ۔ ۵ راگست ۱۷۷۵ء

۳ھ۔ چیمبرس نے امپی سے یہ تحریک کی کہ اس کی جائداد قرق کر لی جائے لیکن امپی نے انکار کر دیا (ملاحظہ ہو جلد دوم صفحہ ۲۷) میں نہیں جانتا کہ آیا اس کی کوئی افواہ مصنف تک پہنچی تھی یا گورداس کو وصیت نامہ یا صداقت نامہ وراثت دیا گیا تھا۔

سولی کے زینے پر بھی بچالیا جائے گا۔" اس کے متعلق مسٹر امپی[1] کہتا ہے کہ "فی الحقیقت فرانسس نہ اس کے پیرووں نے گورنر جنرل اور چیف جسٹس کے بارے میں اس وقت تک اس قسم کا کوئی بیان دینے کی جسارت کی تھی"۔ یہ بالکل صحیح ہے کیونکہ اس کا ثبوت اس بیان سے پورے طور پر ملتا ہے جو میں نے پہلے ہی دے دیا ہے۔ کلیورنگ کا طرز عمل اور فرانسس کے خطوط ثابت کرتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص بھی پھانسی کے وقت ان مبہم شبہات سے آگے نہ بڑھ سکا جن کی تائید کبھی کسی شہادت سے نہیں ہوئی لیکن ہے کہ بعد کو فرانسس کے ذہن میں یہ شبہات بدیہی حقائق میں تبدیل ہو گئے ہوں لیکن مسٹر امپی آگے چل کر یہ دریافت کرتا ہے کہ "مسٹر میکالے نے یہ کہاں پڑھا یا سنا کہ جنرل کلیورنگ نے حلفاً یہ کہا تھا کہ نندکمار کو سولی کے زینے پر بھی بچا لیا جائے گا؟ . . . میں نے اس قدر مطالعہ کیا ہے کہ میری آنکھیں تقریباً اندھی ہو گئیں اور اس مقدمے سے متعلق جو چیز بھی ہو اس کے پڑھنے کے لئے میں نے اپنی آنکھوں سے زیادہ روشن اور تیز آنکھوں سے بھی کام لیا ہے . . . . مجھے کوئی ایسی عبارت جس میں جنرل کلیورنگ کا یہ بیہودہ حلفی بیان درج ہو نہ مل سکی نہ وہ مجھے بتائی جا سکی"۔ یہ ناممکن ہے کہ اس بیٹے سے ہمدردی نہ کی جائے جو اپنے باپ کی حمایت کرے، لیکن مسٹر امپی کوئی چالاک وکیل نہیں تھا اور نہ اس کی تحقیقات ہمیشہ صحیح راستے پر ہوتی تھی۔ میکالے نے اپنا ادعا اس عبارت سے اخذ کیا ہے جو او پر پیش کی گئی ہے۔ اس[2] نے اس عجیب و غریب کتاب کو پڑھا تھا (جیسا کہ اس کے تبصرے کی ایک اور عبارت سے ظاہر ہوتا ہے)۔ اس بنا پر وہ یہ کہنے کا مجاز ہے کہ "کہا جاتا ہے کہ کلیورنگ نے نندکمار کو یہ اطمینان دلایا تھا کہ اگر وہ سولی کے زینے پر بھی لایا جائے تو اسے کوئی مضرت نہ پہنچ سکے گی"۔ یہ کہنا کہ

---

[1]۔ مسٹر امپی کا بیان، صفحہ ۱۰۹۔

[2]۔ وہ مسز اموف کا اس طرح ذکر کرتا ہے، "یہ آرکینجل کی رہنے والی ہے جس کے متعلق ہم نے کہیں پڑھا ہے"۔ بے شبہ اس نے سیر المتاخرین کی جلد دوم کے صفحہ ۷، ۹ پر مترجم کی یہ مختصر تحریر پڑھی تھی، "آرکینجل میں پیدا ہوئی"، وغیرہ۔ اسی مقام پر اس نے کلیورنگ کی موت کا قصہ بھی پڑھا جو ہیسٹنگز کے اس اصرار کے باعث کہ وہ اس کی شادی کی محفل میں موجود رہے واقع ہوئی تھی۔ اس موقع پر حقیقۃً وہ مسلمان مورخ کا حوالہ دیتا ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ کلیورنگ نے حلفاً یہ کہا تھا کہ اسے سولی کے زینے پر بھی بچا لیا جائے گا" ایک مختصر اور کچھ زیادہ دلچسپ بیان ہے لیکن بات ایک ہی ہے۔ بہر حال یہ بیان صداقت کے بالکل خلاف واقع ہوا ہے کیونکہ کلیورنگ نے نہایت واضح طور پر حلفاً بیان کیا ہے کہ وہ نندکمار کو بچانے کا کبھی ارادہ ہی نہیں رکھتا تھا۔

مندرجہ بالا عبارت سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت ہندوستانی باشندوں کا یہ خیال تھا کہ ہیسٹنگز نے نندکمار پر مقدمہ چلایا اور یہ کہ اسے گورنر جنرل پر الزام لگانے کی پاداش میں سزا دی گئی۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے (اگر ثبوت کی ضرورت ہو) کہ ہندوستانیوں کی رائے عامہ بہت مبہم، غلط اور بے بنیاد ہوتی ہے۔ یہ میرا اعتقاد ہے کہ اس موضوع سے متعلق جس رائے عامہ کو میکالے، مسٹر بیورج اور متعدد دیگر ممتاز مصنفین نے اختیار کیا ہے وہ ہندوستانی باشندوں کے عاجلانہ، بے بنیاد اور سراسر جاہلانہ جذبۂ تعصب کے انعکاس کے سوا اور کچھ نہیں جو کسی ثبوت کے بغیر فرانسس کے بغض اور کذب بیانی سے مشتعل ہوا تھا۔ اس رائے کے متعلق میں نے اپنی بہت سی وجوہ تفصیل کے ساتھ پہلے ہی بیان کر دی ہیں، لیکن آئندہ ابواب میں ان کو اور زیادہ تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

تمت